مجموعہ قوانینِ اسلام

جلد سوم

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن (تمغہ امتیاز)
جج سندھ ھائی کورٹ

مجموعۂ قوانین اسلام

جلد سوم

قوانین

نسب اولاد و حضانت

نفقۂ اولاد و آباء و اجداد

ہبہ اور وقف

تنزیل الرحمن

ایم - اے، ایل ایل - بی، ایڈوکیٹ

اعزازی مشیر قانون

ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

یکے از مطبوعات

ادارۂ تحقیقات اسلامی (پاکستان) اسلام آباد

marfat.com

مطبوعات ادارہ تحقیقات اسلامی
نمبر ۱۰ (۳)

۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات اسلامی ، پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵، اسلام آباد
جملہ حقوق محفوظ

اشاعت اول ۱۹۶۹ء ، طبع دوم ۱۹۷۶ء ، طبع سوم ۱۹۸۵ء ، طبع چہارم ۱۹۹۱ء
طبع پنجم ۱۹۹۸ء ، طبع ششم ۲۰۰۵ء

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لائبریری ، ادارہ تحقیقات اسلامی
کوائف فہرست سازی دوران طباعت

تنزیل الرحمن ، ۱۹۲۸ء
مجموعہ قوانین اسلام جلد سوم ، قوانین نسب اولاد و حضانت، نفقہ اولاد و آباؤ و اجداد، ہبہ اور وقف

(ادارہ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد
سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۰ (۳)
کتابیات ص ۱۱۷۳ ، ۱۱۷۴
اشاریہ ص ۱۱۵۳ ، ۱۱۷۲
۱ ـ فقہ اسلامی ۲ ـ نسب اولاد (فقہ اسلامی)
۳ ـ حضانت (فقہ اسلامی) ۴ ـ نفقہ (فقہ اسلامی)
۵ ـ وقف (فقہ اسلامی) ۶ ـ ہبہ (فقہ اسلامی)
الف ـ عنوان ب ـ سلسلہ

340 . 59 dc 20 ج ۳ طبع چہارم ISBN 969-408-012-6

طابع و ناشر ادارہ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد
مطبع ادارہ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد

175

marfat.com

فہرست مندرجات

صفحہ

حرف آغاز ، عالی جناب جسٹس ایس ۔ اے ۔ رحمٰن ، سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ ... ۸۲۷

پیش لفظ ، عالی جناب جسٹس وحید الدین احمد ، چیف جسٹس عدالت عالیہ ، مغربی پاکستان ... ۸۲۹

مقدمہ ، مؤلف ۸۳۱

متن قوانین (دفعات ۱۴۳ تا ۲۰۰) ... ... ا تا ن

نسب اولاد

اکیسواں باب

صفحہ

۱۴۳- نسب کی تعریف ۸۴۷

۱۴۴- اقسام نسب ۸۴۸

۱۴۵- نسب کے اثرات ۸۴۹

۱۴۶- جائز النسبی ۸۵۰

۱۴۷- ثبوت نسب بہ حکم شرعی ... ۸۶۱

۱۴۸- ثبوت نسب بذریعہ دعویٰ ... ۸۶۶

۱۴۹- نسب بذریعہ شہادت ... ۸۶۷

۱۵۰- نسب بذریعہ اقرار ۸۷۲

۱۵۱- اقرار بالنسب سے رجوع ... ۸۷۵

۱۵۲- متبنیٰ بنانا ۸۷۵

حضانت

بائیسواں باب

۱۵۳- پرورش کا حق ۸۷۷

۱۵۴- ماں کے بعد رشتہ دار عورتوں کا حق ۸۹۱

۱۵۵- مردوں کا حق حضانت ... ۸۹۳

۱۵۶- بچوں کی پرورش کرنے والوں کی شرائط ۸۹۳

۱۵۷- مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں ۸۹۶

نفقۂ اولاد و آباء و اجداد

تئیسواں باب

۱۵۸- اولاد کے نفقے کی ذمہ داری ... ۹۱۰

۱۵۹- اولاد کا صحیح النسب ہونا ضروری ہے ۹۱۳

۱۶۰- ماں اور دادا کی ذمہ داری ... ۹۱۳

(۱) باپ کے مفلس ہونے کی صورت میں ۹۱۳

(۲) والدین کے مفلس ہونے کی صورت میں ۹۱۳

۱۶۱- آباء و اجداد کا نفقہ ... ۹۱۵

۱۶۲- دیگر رشتہ داروں کا نفقہ ... ۹۱۶

marfat.com

هبه

چوبیسواں باب

	صفحہ
۱۶۳- هبہ کی تعریف	۹۲۳
۱۶۴- انعقاد هبہ	۹۲۵
۱۶۵- شہادت هبہ	۹۲۵
۱۶۶- هبہ کی تکمیل	۹۲۵
۱۶۷- اهلیت جبہ	۹۴۳
۱۶۸- کن اشیاء کا هبہ جائز ہے ...	۹۴۵
۱۶۹- جبہ کا تحریری هونا ضروری نہیں ...	۹۴۶
۱۷۰- مشاع کا هبہ	۹۴۶
۱۷۱- دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے نام هبہ	۹۵۲
۱۷۲- هبۂ تفصیلی	۹۵۳
۱۷۳- هبہ تاحین حیات	۹۹۳
۱۷۴- هبہ رقبیٰ	۹۹۷
۱۷۵- هبۂ بالعوض	۹۹۸
۱۷۶- هبۂ بشرط عوض	۱۰۰۳
۱۷۷- هبۂ موقوف	۱۰۰۶
۱۷۸- هبۂ مشروط	۱۰۰۷
۱۷۹- هبہ بحالت مرض الموت ...	۱۰۰۷
۱۸۰- صدقہ	۱۰۳۶
۱۸۱- عاریت	۱۰۳۱

وقف

پچیسواں باب

۱۸۲- تعریفات	۱۰۴۴
۱۸۳- الفاظ وقف	۱۰۴۹
۱۸۴- جواز وقف	۱۰۵۳
۱۸۵- اقرار وقف بحالت صحت ومرض الموت	۱۰۹۶
۱۸۶- مقصد وقف	۱۰۹۹
۱۸۷- مشاع کا وقف	۱۱۰۱
۱۸۸- قرضدار کا وقف	۱۱۰۵
۱۸۹- وقف بالوصیت	۱۱۰۷
۱۹۰- وقف بحالت مرض الموت ...	۱۱۰۸
۱۹۱- وقف علی الاولاد	۱۱۰۹
۱۹۲- تنسیخ وقف	۱۱۱۸
۱۹۳- تولیت وقف	۱۱۲۰
۱۹۴- اهلیت متولی	۱۱۲۶
۱۹۵- متولی کی معزولی اور تقرر جدید ...	۱۱۲۷
۱۹۶- جائداد موقوفہ کی منتقلی وغیرہ	۱۱۳۰
۱۹۷- جانشین مقرر کرنے کا اختیار ...	۱۱۳۱
۱۹۸- قرضہ کا اختیار	۱۱۳۲
۱۹۹- معاوضۂ متولی	۱۱۳۳
۲۰۰- متولی کے تصرفات ...	۱۱۳۵

اشارے و فہرست کتب ۱۱۵۵

marfat.com

حرفِ آغاز

عالی جناب جسٹس ایس - اے - رحمٰن صاحب
سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ ، پاکستان

زیر نظر کتاب ، مجموعۂ قوانین اسلام کی تیسری جلد ہے - یہ سلسلۂ کتب چند سال قبل جناب تنزیل الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ کراچی نے ادارۂ تحقیقات اسلامی کی نگرانی اور سر پرستی میں شروع کیا تھا - پہلی دو جلدوں میں قانون ازدواج اور قانون طلاق کے مسائل کا جائزہ لیا گیا تھا ، اس جلد میں نسب اولاد ، حضانت ، نفقۂ اولاد و آبا و اجداد ، ھبہ اور وقف کے اھم موضوعات پر بحث کی گئی ہے -

فاضل مولّف علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں - آن کی شائع شدہ تالیفات نے انہیں تعارف سے بے نیاز کر دیا ھے - ان کا اسلامی فقہ کا مطالعہ وسیع ھے اور وہ دیگر اسلامی ممالک میں قانون کے ارتقائی پہلوؤں اور جدید قانونی نظریات سے بھی واقف ہیں - اس لیے آن کا انداز نظر اور پیرایہ تحریر متوازن اور حامل احتیاط ھے - بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اجتہاد کی بجائے ، قدامت پسندی کی طرف زیادہ مائل ہیں تو کچھ بے جا نہ ہوگا - مثال کے طور پر ، حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کے متعلق وہ حضرت عائشہ کے قول پر انحصار کر کے محاکمہ کرتے ہیں کہ احناف کا موقف اس بارے میں درست ھے کہ یہ قول حضرت عائشہ کی ذاتی رائے قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت پر مبنی سمجھنا چاھیے - غور طلب بات یہ ھے کہ امام مالک ، امام شافعی ، اور امام احمد بن حنبل جیسے فاضل اور ثقہ بزرگوں نے اس نقطۂ نظر سے اختلاف کیا ھے - اس ناچیز کا خیال ھے کہ جہاں اس قسم کا اختلاف اس اعلیٰ سطح پر موجود ھو اور کوئی صریح شواھد نہ پائے جائیں جن سے قول زیر بحث کی نسبت مستند طور پر رسول اکرم سے کی جا سکے تو جدید اجتہاد کے لئے گنجائش کے حق میں فیصلہ ھونا چاھیے - ایسے معاملات میں جو تعبیرنص کی بجائے ، بادی النظر

marfat.com

میں مشاہدہ پر مبنی ہوں تقلیدی زاویۂ نگاہ عصری تقاضوں کے منافی ہوگا - محض رائے کی قدامت اس کی اصابت کی ضامن نہیں ہو سکتی جب تک اس کے حق میں محکم دلیل مہیّا نہ ہو جائے -

ایسے اختلافی مقامات سے قطع نظر ، جہاں فاضل مؤلف اجتہادی ضرورتوں سے پہلو بچاتے نظر آتے ہیں ، اس مجموعہ کی علمی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا - اسے اسلامی قانونی ضابطہ بندی کی طرف ایک اہم قدم سمجھنا چاہئے اور توقع رکھنی چاہیے کہ تحقیق کے اس نقش اول سے مزید غور و فکر کے لئے راہیں ہموار ہوں گی - مجھے امید ہے کہ اہل نظر فاضل مؤلف کی مساعی کی کما حقہ قدر کریں گے - اور انہیں دعائے خیر سے یاد کریں گے -

۶۵ گلبرگ ، لاہور
۲۷ ستمبر ۱۹۵۸ء

ایس - اے - رحمٰن

marfat.com

پیش لفظ

عالی جناب جسٹس وحیدالدین احمد صاحب
چیف جسٹس ، عدالت عالیہ مغربی پاکستان

قیام پاکستان کے بعد اس ملک میں اسلامی قوانین اور ان کے نفاذ کے متعلق گہری دلچسپی لی جا رہی ہے - ۱۹۷۲ع کے دستور میں بھی اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے اور اس کے تحت پاکستان کے تمام مروجہ اور آئندہ بنائے جانے والے قوانین کو قرآن اور سنت کے مطابق ڈھالنا ضروری قرار دیا گیا ہے - "مجموعۂ قوانین اسلام" جو ادارۂ تحقیقات اسلامی شائع کر رہا ہے اس مسئلے کے حل میں کافی حد تک ممد و معاون ثابت ہوگا -

"مجموعۂ قوانین اسلام" کے مصنف تنزیل الرحمن صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں - اس سے قبل "مجموعۂ قوانین اسلام" کی جلد اول اور جلد دوم شائع ہو چکی ہیں - موجودہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے جلد سوئم کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے ، فاضل مصنف نے اس جلد میں نسب اولاد ، حضانت ، ہبہ اور وقف کے مسائل کا جائزہ اسلامی قوانین کے نقطۂ نگاہ سے قرآن و سنت اور فقہ کی مستند کتابوں اور برصغیر ہند و پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کی روشنی میں لیا ہے - مندرجہ بالا مسائل اتنے اہم ہیں کہ وہ سوسائٹی میں تقریباً ہر وقت پیش آتے ہیں اور ان مسائل پر فاضل مصنف نے بہت ہی خوبی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے -

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے نہ صرف مندرجہ بالا مسائل پر قرآن اور حدیث کی روشنی میں بحث کی ہے بلکہ فقہ کی مستند کتابوں سے فقیہوں کے اختلاف پر بھی کافی روشنی ڈالی ہے - اس کے علاوہ وہ دیگر اسلامی ممالک میں رائج الوقت قوانین کو زیر بحث لائے ہیں - "مجموعۂ قوانین اسلام" ایسی

marfat.com

کتاب کی ضرورت ہمارے ملک میں عرصۂ دراز سے محسوس کی جا رہی تھی - تنزیل الرحمٰن صاحب نے اپنی تصنیف سے اس اہم ضرورت کو پورا کرنے میں بڑی مدد دی ہے - اس کتاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مصنف نے اس میں کسی خاص اسلامی طبقے یا فرقے کی رائے کا پراپیگنڈہ نہیں کیا ہے بلکہ ہر مسئلے پر مختلف پہلوؤں اور گوشوں سے غور کیا ہے ، فقہاء کی مختلف آراء بیان کرنے کے بعد انہوں نے اپنی رائے کا بھی بڑی خوش اسلوبی سے اظہار کیا ہے -

اس سلسلے میں حکومت کی مساعی قابل ستائش ہیں - دستور کی شق ۱۹۹ کے تحت اسلامی مشاورتی کونسل قائم کی جا چکی ہے جس کا کام پاکستان میں مروّجہ قوانین کو قرآن اور سنت کی مطابقت میں لانا اور شرعی قوانین کے نفاذ میں حکومت اور قانون ساز اداروں کو مفید مشورے مہیّا کرنا ہے - ادارۂ تحقیقات اسلامی کا قیام بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے جسے عمل میں لا کر حکومت نے ملک اور قوم کی بہت خدمت کی ہے - خاص طور پر اسلامی قوانین کے مسائل کو غیر جانب دارانہ طریقے سے پیش کرنے کے لیے فاضل مصنف جیسے شخص کا انتخاب قابل استحسان ہے -

میں اس کتاب کی اشاعت پر ادارۂ تحقیقات اسلامی اور جناب تنزیل الرحمٰن صاحب دونوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں - مجھے یقین واثق ہے کہ اس کتاب سے اسلامی قانون دان طبقے کو مفید مدد ملے گی اور جن مسائلِ میں اختلاف رائے ہے ان کا حل بھی سہل ہو جائے گا -

وحید الدّین احمد

کراچی
۳۱ اگست ، ۱۹۶۸ء

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

"قانون" ایک یونانی لفظ ہے جو سریانی کے ذریعہ عربی میں آیا اس کے اصلی معنی "مسطر" کے ہیں۔ بعد میں یہ لفظ قاعدۂ کلیّہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

"قانون" اپنے عام اصطلاحی معنی میں "باھمی سلوک اور روابط کے مجموعۂ اقدار" کا نام ہے جب کہ اپنے قدیم معنی میں "اھل حکومت کی مرضی اور فرمان" کا دوسرا نام قانون تھا۔

زمانہ قدیم میں لفظ "قانون" کا اطلاق دینی امور اور دنیاوی معاملات دونوں پر ھوتا تھا لیکن بعد میں مغربی اقوام کے فلسفہ قانون کے تحت اس کا استعمال دنیاوی معاملات کے لیے حکومت کے وضع کردہ قواعد کے ساتھ مخصوص ھوکر رہ گیا۔ چنانچہ قانون اپنے موجودہ معنی میں انسانی زندگی کو منضبط کرنے کے لیے قواعد و ضوابط کے ایسے مجموعہ کا نام ہے جو افراد کی رضامندی سے مرتب کیا جائے اور حکومت اسے نافذ کرے۔

فقہ کی تعریف :

شرع اسلام میں "قانون" کے بجائے "فقہ" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ "فقہ" کے لغوی معنی "سمجھ" کے ھیں۔ شرع میں "فقہ" اس فہم خاص سے عبارت ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول سے حاصل ھو۔ کتاب "توضیح" میں لکھا ہے کہ "امام ابو حنیفہ کے وقت میں فقہ کا لفظ احکام ظاھر و باطن دونوں کے لیے تھا" یعنی فقہ کی اصطلاح دینی امور اور دنیاوی معاملات دونوں کے لیے استعمال ھوتی تھی۔ چنانچہ فقہ اپنے وسیع معنی میں اس علم کا نام تھا جو ایک مسلمان کے خدا کے ساتھ، اپنے اور دوسروں کے ساتھ پائے جانے والے تعلقات ظاھری و باطنی کے احکام بیان کرتا ہے۔ اسی لیے امام ابو حنیفہ رحمۃاللہ علیہ نے فقہ کی تعریف "معرفة النفس مالها و ما عليها"

marfat.com

کے الفاظ میں بیان کی تھی جس کا مطلب ہے کہ فقہ نام ہے ان احکام کے جاننے کا جو نفس انسانی کے لیے مفید اور مضر ہیں چنانچہ اسی لیے امام صاحب نے اس کا نام "فقہ اکبر" رکھا جس کے دائرہ میں عقائد اور اخلاق بھی تھے - لیکن بعد میں لفظ "فقہ" کا اطلاق فقط احکام عملی پر ہونے لگا -

امام غزالی الشافعی (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی کتاب "المتصفیٰ من علم الاصول" (صفحات ۵-۴) میں لکھا ہے کہ "اهل الوضع (یعنی اهل لغت) کے نزدیک فقہ عبارت ہے علم و فہم سے ، کہ فلاں شخص جانتا ہے نیکی اور برائی کو اور اس کو سمجھتا ہے لیکن علماء کے نزدیک فقہ عبارت ہے جاننے سے احکام شریعت ثابتہ کے ، واسطے افعال مکلّفین کے خاص کر جیسے واجب ، ممنوع ، جائز ، مستحب ، مکروہ اور یہ کہ معاہدہ صحیح ہے یا فاسد یا باطل اور یہ کہ عبادت ادا ہوئی یا قضا اور اس کے مانند" -

امام علاء الدین الکاسانی الحنفی (متوفی ۵۸۷ھ) نے اپنی کتاب "بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع" (جلد ۱ صفحہ ۲) میں لکھا ہے کہ اللہ اور اس کی صفات کے علم کے بعد علم فقہ سے افضل کوئی علم نہیں - جس سے حلال و حرام اور شرائع و احکام کا علم حاصل ہوتا ہے جس کے واسطے اللہ نے رسولوں کو بھیجا ، کتابیں نازل فرمائیں اور اس کو بلا معاونت سمع (قرآن و حدیث) محض عقل کے ذریعہ نہیں پہچانا جا سکتا -"

اصول فقہ کی مشہور کتاب "توضیح" برحاشیۂ تلویح (صفحہ ۱۷) کے مصنف صدر الشریعت عبید اللہ ابن مسعود الحنفی (متوفی ۷۴۷ھ) نے فقہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ "فقہ جاننا ہے کل احکام شرعی عملی کا جو بذریعہ وحی ہم پر ظاہر ہوگئے اور وہ احکام جن پر اجماع منعقد ہوگیا ، ادلۂ شرعیہ سے ، بشرطیکہ ان سے صحیح نتائج اخذ کرنے کا ملکہ ہو" -

سید شریف جرجانی نے "التعریفات" میں لکھا ہے کہ فقہ اپنے لغوی معنی میں غرض متکلم کو اس کے کلام سے سمجھنے سے عبارت ہے -

اصطلاحی معنی میں احکام شرعی کا دلائل تفصیلی سے جاننا "فقہ" ہے - آج کل یہی تعریف مشہور ہے -

marfat.com

(۱) اعتقادات ، آداب (اخلاق) ، عبادات ۔

(۲) معاملات ، عقوبات ۔

علمائے شافعیہ اس کی تقسیم یوں کرتے ہیں :

(۱) عبادات (ان کا تعلق آخرت سے ہے یعنی ان کا نتیجہ آخرت میں ہونے والا ہے) ۔

(۲) مناکحات (نکاح ، طلاق ، مہر ، نفقہ ، وراثت وغیرہ)

(۳) معاملات (دیوانی قوانین)

(۴) عقوبات (فوجداری قوانین)

فقہ اسلام یا قانون اسلام (اپنے معروف معنی میں) آخر الذکر تین امور یعنی مناکحات ، معاملات اور عقوبات پر مشتمل ہے جن کا تعلق امور دنیا سے ہے یعنی ان کا اثر اور نتیجہ دنیا ہی میں ثابت ہوتا ہے ۔

فقہی احکام کی تقسیم :

المجلّۃ الاحکام العدلیہ کی دفعہ ۱ میں لکھا ہے کہ فقہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ سے شریعت کے عملی اور فقہی مسائل کو سمجھا جا سکے ۔ ان مسائل کا تعلق یا تو امور آخرت سے ہوگا یا امور دنیا سے ۔ جہاں تک امور دنیا کا تعلق ہے ان کو فقہ اسلام میں تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے :

(۱) مناکحات ۔ (۲) معاملات ، اور (۳) عقوبات ۔

مختلف اصطلاحیں :

آج کل عرب ممالک میں "مناکحات" سے متعلق احکام کے لیے بالعموم قانون الاحوال الشخصیہ کی اصطلاح رائج ہے جب کہ معاملات کے لیے قانون المدنی اور عقوبات کے لیے قانون الجنائی کی اصطلاحیں رواج پا چکی ہیں ۔ ہند و پاکستان میں انگریزوں کے تسلط کے زیر اثر مسلمانوں کے مناکحات سے متعلق احکام کے لیے شخصی قانون (Personal Law) کی اصطلاح رائج ہوئی جو دراصل فرانسیسی اصطلاح (Le Statu Personnele) سے ماخوذ

marfat.com

تھی ۔ پاکستان میں شخصی قوانین کی جگہ عائلی قوانین کی اصطلاح اختیار کی گئی ہے ۔

برصغیر میں برطانوی دور حکومت میں فقہ اسلام کا نفاذ :

غیر منقسم ہندوستان پر انگریزوں کے غلبہ و اقتدار کے بعد معاملات و عقوبات (جن کو جدید قانونی اصطلاح میں دیوانی و فوجداری قوانین کہا جا سکتا ہے) کے تعلق سے انگریزوں نے اپنے بنائے ہوئے قوانین نافذ کیے جن کی بنیاد برطانوی قانون عامہ پر تھی البتہ مناکحات (جس کو شخصی قانون کا نام دیا گیا) کے باب میں ہندوستان میں بسنے والی اقوام کے مسلمہ رواج (custom) کو قانونی حیثیت دی گئی ۔ مگر ۱۹۳۷ء میں شخصی قانون شریعت ، اطلاق ایکٹ کے ذریعے بعض شخصی امور مثلاً نکاح ، طلاق ، نفقہ ، مہر ، ہبہ ، وراثت ، و جانشینی (علاوہ زرعی اراضی کے) سے متعلق امور میں یہ قرار دیا گیا کہ اگر فریقین مسلمان ہوں تو ان کا شخصی قانون نافذ العمل قرار پائے گا ، بشرطے کہ وہ کسی ایکٹ کے ذریعہ تبدیل یا منسوخ نہ کر دیا گیا ہو ۔ اگرچہ ہندوستان کے مسلمانوں کی عائلی زندگی کے ان امور پر جن کی صراحت ۱۹۳۷ء کے مذکورہ بالا قانون کے تحت کر دی گئی تھی معینہ حدود میں شخصی قانون اسلام کا اطلاق کیا جاتا تھا (مگر وہ زندگی کے دوسرے معاملات اور جرم و سزا میں کلیتاً انگریزی قانون کے تابع تھے اور آج آزادی کے اکیس سال بعد بھی اسی قانون کے تابع ہیں) لیکن مسلمانوں کے عظیم فقہی سرمایہ سے لا علمی یا برائے نام واقفیت کے سبب عائلی زندگی سے متعلق امور میں جو قانون مشکّل ہو کر سامنے آیا وہ اپنی اصل ہیئت کے اعتبار سے مکمل طور پر نہ شرعی تھا اور نہ غیر شرعی ۔ اس کو "اینگلو محمڈن لاء" کا نام دیا گیا ۔

تقسیم ہند کے فوراً بعد پاکستان کے مسلمانوں کا یہ مطالبہ شدت پکڑ گیا کہ یہاں اسلامی قوانین نافذ کیے جائیں ۔ بعد ازاں اس مطالبے اور قومی تقاضے کو دستوری حیثیت بھی دے دی گئی ۔

موجودہ دستور میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ جو قوانین دستور کے تحت

marfat.com

عطا کردہ بنیادی حقوق کے خلاف ہوں گے یا خود دستور پاکستان سے متصادم ہوں گے عدالتیں انہیں باطل اور غیر نافذ قرار دے سکتی ہیں لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں اس امر کی کہیں صراحت نہیں پائی جاتی کہ وہ قوانین جو قرآن پاک و سنت کے خلاف ہوں ان کو بھی عدالتیں باطل اور غیر نافذ قرار دے سکتی ہیں ۔

اگرچہ دستور پاکستان ، ۱۹۶۲ع کے تحت قانون سازی کا پہلا اصول یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ کوئی قانون اسلام کے منافی نہ ہونا چاہیے لیکن آرٹیکل ۶ (۲) کے تحت عدالتوں میں کسی قانون کے جواز کو اس بناء پر چیلنج نہیں کیا جا سکتا کہ وہ قانون ، قانون سازی کے (مندرجہ) اصولوں کو نظر انداز یا ان کی خلاف ورزی کرتا ہے یا کسی اور سبب کی بناء پر قانون سازی کے اصولوں کے مطابق نہیں ہے ۔ بالفاظ دیگر ملک کی اعلیٰ عدالتیں اگر اس نتیجے پر پہونچ جائیں کہ کوئی قانون خلاف شرع اسلام ہے تو وہ اس بناء پر ملک کے کسی قانون کے متعلق خلاف اسلام ہونے کے بارے میں حرف زنی کی مجاز نہیں ۔ چنانچہ پاکستان سپریم کورٹ نے بمقدمہ علی نواز گردیزی بنام محمد یوسف (پی ایل ڈی ۱۹۶۳ع سپریم کورٹ صفحہ ۵۱) عائلی قوانین آرڈیننس کی دفعہ ۷ پر اس کے اسلام کے مطابق (یا غیر مطابق) ہونے پر رائے دینے سے احتراز برتا ہے ۔ اس تقیید و پابندی سے جہاں کچھ فوائد مقصود ہیں وہاں قانون کے سرچشموں میں سے ایک سرچشمہ خشک ہوتا معلوم ہوتا ہے ۔

فقہ اسلامی کی تدوین جدید :

اس صدی کے آغاز میں عالم اسلام میں "فقہ اسلامی کی تدوین جدید" کی جو تحریک شروع ہوئی تھی وہ گذشتہ ربع صدی میں خوب پھیلی اور اکثر عرب ممالک میں مسلم پرسنل لاء مدوّن ہوا اور باضابطہ پارلیمان سے منظور ہو کر نافذ کر دیا گیا ۔ لیکن برصغیر ہند و پاکستان میں تنسیخ نکاح سے متعلق ایک غیر مربوط اور مختصر کتاب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح کی الحیلة الناجزہ کے سوائے کوئی باضابطہ علمی کوشش نہیں کی گئی ۔

marfat.com

اس ناچیز نے "فقہ اسلامی کی تدوین جدید" کے منصوبے کے تحت "مجموعہ قوانین اسلام" کی تالیف کا جو کام گزشتہ پانچ سال قبل ۱۹۶۴ ع میں شروع کیا تھا وہ بحمد اللہ برّصغیر ھند و پاکستان میں بنظر استحسان دیکھا گیا - یہ امر موجب اطمینان ھے کہ مؤلف کی ناچیز مساعی بار آور ھو رھی ھیں - اور انشاء اللہ العزیز وہ دن دور نہیں، جب پاکستان میں شخصی قانون مسلمانان (مسلم پرسنل لاء) کو مکمل آئینی اور قانونی صورت دینے کے لیے سرکاری سطح پر ضابطہ بند (codify) کیا جائے گا تو یہ "مجموعہ" ملک کی وزارت ھائے قانون اور قانون ساز اداروں کے لیے رہ نما اور مددگار ثابت ھوگا -

اس سے قبل مجموعہ ھذا کی دو جلدیں اشاعت پذیر ھوچکی ھیں - پہلی جلد میں نکاح، مہر اور نفقۂ زوجہ اور دوسری جلد میں طلاق و عدالتی تفریق، خلع مبارات، ظہار، ایلاء ولعان اور عدت سے متعلق قوانین اسلامی کو مدّون شکل میں پیش کیا گیا ھے - ان دونوں جلدوں میں مندرجہ بالا موضوعات پر ۱۴۲ دفعات مرتّب کی گئیں - اس جلد میں ۵۸ دفعات ھیں - اس طرح دفعات کی کل تعداد ۲۰۰ ھو جاتی ھے - یہ اور آئندہ مرتب کی جانے والی دفعات انشا اللہ ایک خاکہ کے طور پر پاکستان میں اسلامی قانون سازی میں ممد و معاون ثابت ھوں گی -

جلد ھذا حسب ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ھے :

(۱) نسب اولاد (۲) حضانت (۳) نفقہ اولاد و آباء و اجداد
(۴) ھبہ ، اور (۵) وقف -

حسب سابق مجموعۂ ھذا کی ترتیب و تدوین کے دوران اس امر کو بطور خاص پیش نظر رکھا گیا ھے کہ قرآن و سنت اور مستند فقہی کتب سے استفادہ کے ساتھ ھی پاکستانی عدالتوں کے فیصلوں کا بھی ذکر کیا جائے کیونکہ موجودہ عہد میں اسلامی قانون کے مختلف پہلوؤں کی جس انداز سے تعبیر کی جا رھی ھے اس کی جھلکیاں ان فیصلوں میں یقیناً نظر آتی ھیں -

قوانین اسلام کی تدوین جدید کی اس کوشش میں مجھے کس حد تک کامیابی حاصل

marfat.com

ھوئی ھے اس کا صحیح فیصلہ قارئین کرام ھی کر سکتے ھیں لیکن میں اس قدر عرض کرنے کی ضرور جرأت کروں گا کہ میں نے ان تالیفات کے ذریعہ مذھب اسلام ، اسلامی جمھوریہ پاکستان ، عالم اسلامی ، ادب اور اردو زبان کی حقیر خدمت بجا لانے کی پر خلوص کوشش ضرور کی ھے؎

دعائیں دیں مرے بعد آنے والے میری وحشت کو
بہت کانٹے نکل آئے مرے ھمراہ منزل سے

یہ جلد ، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ، پانچ ابواب پر مشتمل ھے ۔ ذیل میں ھر باب سے متعلق چند سطور بطور اجمال قلم بند ھیں ۔

اکیسواں باب :

یہ باب نسب اولاد کے موضوع پر مشتمل ھے اس باب میں اھم مسئلہ زائد سے زائد مدت حمل کا ھے ۔ اسلامی قانون میں زائد سے زائد مدت حمل کے بارے میں تین نظریے میرے مطالعہ میں آئے ۔ پہلا نظریہ حضرت عائشہ کی روایت پر مبنی ھے جس میں حمل کی زائد سے زائد مدت دو سال بیان کی گئی ھے ۔ دوسرا نظریہ امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اور چند تابعین کے اقوال پر مبنی ھے جس میں انتہائی مدت حمل چار سال سے سات سال تک بیان کی گئی ھے اور تیسرا نظریہ طبی تجربات اور عام مشاھدات پر مبنی ھے جس کی متابعت میں عرب ممالک میں انتہائی مدت حمل ایک سال قرار دی گئی ھے جو دراصل قیاس پر قائم ھے ۔ راقم الحروف نے انتہائی غور و فکر نیز متعدد علماء و اطبّاء سے مشورے کے بعد پہلے نظریہ کو راجح قرار دیا اور اس پر متعلقہ مسائل کی بنیاد پرکھی ۔ اس کی چند در چند وجوہ ھیں :

۱ ۔ حضرت امام مالک اور شافعی اور زھری وغیرہ کے جو اقوال ھم تک پہونچے ھیں ان میں مدت حمل ۴ سے لے کر ۷ سال تک بیان کی گئی ھے جو انتہائی نادر الوجود ھے ۔ نیز اس کی بنیاد خود ان حضرات کے اپنے مشاھدات یا اس زمانہ میں پیش آنے والے واقعات پر ھے ۔ اس کے مقابلے میں حضرت عائشہ کی روایت ایک صحابیہ کا مستند

marfat.com

قول ہے ۔ اکثر ائمۂ حدیث و فقہ اس امر میں متفق ہیں کہ صحابی کے قول پر حکم شرعی کی بنیاد رکھنا قیاس کے مقابلے میں واجب ہے ۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ کے احکام شرعی کے اصول استخراج کے بارے میں ابن عبدالبر نے سفیان ثوری سے روایت کی کہ ”سفیان ثوری نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے ابو حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں حکم شرعی کے لیے سب سے پہلے کتاب اللہ کو لیتا ہوں ، جب میں کتاب اللہ میں حکم شرعی نہیں پاتا تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کرتا ہوں ۔ اور جب میں کتاب و سنت میں حکم شرعی نہیں پاتا تو صحابہ رسول کے قول کو لیتا ہوں ۔ اور اگر صحابہ کے متعدد اقوال ہوں اور ان میں باہم اختلاف ہو تو میں جس صحابی کے قول کو چاہتا ہوں اختیار کرتا ہوں اور جس صحابی کے قول کو چاہتا ہوں اختیار نہیں کرتا ۔ لیکن میں ان (صحابہ) کے قول سے غیر صحابہ کے قول کی طرف نہیں جاتا ۔“ (الانتفاء مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۲) یعنی امام ابو حنیفہ کتاب و سنت کے بعد قول صحابی کو حکم شرعی کی بنیاد قرار دیتے ہیں ۔ چنانچہ اگر کسی مسئلہ میں کتاب و سنت میں کوئی حکم موجود نہ ہو مگر صحابی کا قول موجود ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ حجّت ہوگا اور کسی غیر صحابی کا قول یا رائے قابل اعتبار نہ ہوگی ۔

امام قرشی نے بھی الجواهر المضیئة کے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ ”جب کسی مسئلے میں حدیث صحیح وارد ہوتی تو امام ابو حنیفہ اس حدیث صحیح کا اتباع فرماتے اور (حدیث صحیحہ کی غیر موجودگی میں) اگر صحابہ یا تابعین کی کوئی روایت موجود ہوتی تو اس کا اتباع فرماتے تھے (حدیث صحیح یا قول صحابہ یا تابعین نہ ہونے کی صورت میں) قیاس سے کام لیتے تھے ۔ اور قیاس بھی وہ جو احسن یعنی سب سے بہتر ہو ۔ اور کسی صحابی کے قول سے حجت لانا اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس میں قیاس کو دخل نہ ہو“ ۔ نیز امام سرخسی نے اپنی کتاب ”اصول“ (مطبوعۂ حیدرآباد دکن جلد ۲ صفحہ ۱۰۱) میں لکھا ہے کہ ”ہمارے اصحاب متقدمین اور متاخرین میں اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں کہ کسی ایک صحابی کا قول ہمارے نزدیک حجت ہے اور اس معاملے میں معرفت حکم شرعی کے لیے قیاس کو دخل نہیں ہو سکتا ۔ اور یہی صورت

marfat.com

مقادیر کے معاملے میں ہے جن کو رائے سے نہیں پہچانا جاسکتا ۔ اس سبب سے ہم نے حضرت علی کا قول کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درھم ہے اختیار کر لیا ۔ نیز حضرت انس کے قول کو کہ حیض کی کم سے کم مدت تین یوم اور زائد سے زائد دس یوم ہے، اختیار کیا، نیز عثمان بن ابی العاص کے قول کو کہ نفاس کی مدت چالیس یوم ہے اور حمل کی زائد سے زائد مدت کے بارے میں حضرت عائشہ کا قول کہ اس کی زائد سے زائد مدت دو سال ہے اختیار کر لیا ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص ان (صحابہ) کے بارے میں یہ گمان نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے قول میں ھرزہ سرائی کریں گے ۔ چنانچہ یہ امر جائز نہیں ہے کہ ان (صحابہ) کے قول کو حکم شرعی کے مقابلے میں کذب (جھوٹ) پر محمول کیا جائے ۔

امام سرخسی نے اس قاعدۂ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "شریعت کا طریقہ ان نصوص کے ذریعہ جو ہم تک پہونچا ہے وہ انھیں صحابہ کے ذریعہ پہنچا ہے چنانچہ ان کے قول کو جھوٹ پر محمول کرنے میں ان کی ذات اور قول کا فسق کے ساتھ (ثابت ہونا) لازم آتا ہے ۔ اور یہ امر ان کی روایت کو باطل کرتا ہے ۔ لہذا اب جو امر باقی رہا وہ یا تو صحابہ کی رائے ہے یا اس ذات سے سماعت پر مبنی ہے جس پر وحی نازل ہوتی تھی ۔ اس باب میں (احکام شریعت میں) رائے کو دخل نہیں، اس لیے صحابی کے قول کا سماعت پر مبنی ہونا متعین ہو گیا ۔ چنانچہ اس صحابی کا فتویٰ ہر حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کا درجہ پا گیا ۔"

علامہ بزدوی نے اپنی کتاب اصول البزدوی (مطبوعہ کراچی) کے باب "متابعت الصحابہ" میں لکھا ہے کہ "بردعی نے کہا ہے کہ صحابی کی تقلید واجب ہے اور اس کی بناء پر قیاس کو ترک کیا جائے گا ۔" (صفحہ ۲۳۱) اور "امام سرخسی نے کہا ہے کہ صحابی کی تقلید واجب نہیں ہے مگر اس مسئلے میں جس میں قیاس کے ذریعہ حکم شرعی کا ادراک نہیں کیا جا سکتا" (صفحہ ۲۳۴) پھر علامہ بزدوی نے کہا ہے کہ "بہر حال جس مسئلے کو قیاس کے ذریعے متعین نہیں کیا جا سکتا اس مسئلے

marfat.com

میں صحابہ کے قول پر عمل لازمی ہو گیا اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے واقفیت پر محمول کیا جائے گا ، کیونکہ صحابی کے لیے اس قول کی اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی الاّ یہ کہ وہ (قول) جھوٹ تصور کیا جائے اور یہ تصور کرنا باطل ہے ۔ اس لیے اس قول پر عمل کرنا لامحالہ واجب ہو گیا ۔ (صفحہ ۲۳۶) ۔

چنانچہ یہ مسئلہ اصول حدیث اور فقہ کے اکثر ائمہ کے نزدیک متفقہ ہے کہ ایسے امور میں جن کا تعلق حکم شرعی تقدیری سے ہو صحابی کا قول اجتہاد کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت پر مبنی خیال کیا جائے گا ۔ اگر اس اصول سے اختلاف کیا جائے تو پھر مستند موقوفہ اور مراسلہ احادیث کے سارے ذخیرے سے دست بردار ہونا لازم آئے گا ۔ اور اس طرح وہ فقہی مسائل جو ان احادیث موقوفہ یا مرسلہ سے مستخرج ہیں ، ان کی بنیاد متزلزل ہو جائے گی ۔

۲ ۔ بعض عرب ممالک میں رائج الوقت قوانین کے تحت انتہائی مدت حمل ایک سال قرار دی گئی ہے مگر اس کی بنیاد طبیب شرعی کے فتوے ، شواہد اور روزمرہ پیش آنے والے واقعات پر ہے جو متغیّر اور متبدّل ہوتے رہتے ہیں ۔ لہذا قطعی طور پر یہ حکم کیونکر لگایا جا سکتا ہے کہ ایک سال سے زائد میں پیدا ہونے والا بچہ جائز النسب نہ ہوگا ؟ جب کہ ایسی مثالیں کم از کم خود اطباء کے علم میں آئی ہیں کہ بچہ ۱۳ ماہ ، ۱۷ ماہ یا ۲۱ ماہ میں پیدا ہوا ہے ۔ البتہ راقم الحروف نے دو سال انتہائی مدت حمل کے ساتھ چند قیود و شرائط کا بھی ذکر کیا ہے ۔ مثلاً یہ کہ قرآئن حمل ہوں اور شوہر یا اس کے ورثاء انکار و تکذیب نہ کریں نیز یہ کہ معتدۂ طلاق یا وفات ہونے کی صورت میں عورت نے اپنی عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو ۔

۳ ۔ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے جو قرآن پاک سے ثابت ہے ۔ اور حمل کا چھ ماہ میں پیدا ہونا نو اور دس ماہ کے مقابلے میں یقیناً نادر الوجود بلکہ اندرالوجود ہے ۔ لہذا انتہائی حمل کی مدت دو سال مقرر کرنے میں حضرت عائشہ کی روایت کی بناء پر محض اس مدت کے نادر الوجود ہونے پر کیوں کر تعجب کیا جا سکتا ہے ؟

marfat.com

یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ھے کہ جب حضرت عائشہ کا قول امام مالک کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا ، اور فرمایا کہ "کون شخص کہہ سکتا ھے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال تک ھے ! چنانچہ اگر یہ قول حجّت ھوتا تو امام مالک بھی اپنی رائے سے مدت حمل چار سال نہ فرماتے ۔ اس کا ایک سیدھا سادہ جواب یہ ھے کہ امام مالک و شافعی کا قول ۴ سال تک کا ھے جو اگر دو سال آخری مدت حمل قرار دینے کے خلاف ھے تو ایک سال قرار دیے جانے کے بدرجۂ اولیٰ خلاف ھے ۔ واللہ اعلم

بائیسواں باب :

یہ باب حضانت اولاد سے متعلق ھے اس میں عدالتوں کے استنباط کردہ اس اصول کو شرعاً درست قرار دیا گیا ھے کہ حضانت میں بنیادی امر "بچہ کی بہبود" ھے نیز یہ کہ باپ کے مقابلے میں ایک مدت تک ماں اور مادری رشتہ داروں کا حق فائق ھے ۔ البتہ اس ضمن میں پاکستان میں کوئی جامع قانون موضوعہ (statute law) موجود نہ ھونے کے سبب بعض اوقات جو دشواریاں پیش آتی ھیں ان کے حل کے لیے ایک مفصل قانون بنانے کی طرف توجہ دلائی گئی ھے ۔

تئیسواں باب :

یہ باب نفقہ اولاد اور آبا و اجداد پر مشتمل ھے ۔ جلد اول میں نکاح و مہر کی مناسبت سے نفقۂ زوجہ سے متعلق شرعی احکام بیان کیے جا چکے ھیں ۔ نفقہ اولاد و آباء و اجداد کے سلسلے میں بھی کوئی قانون موضوعہ موجود نہ ھونے کے سبب بعض اوقات عدالتوں کو پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ھے ۔ اس لیے اس موضوع پر بھی قانون سازی کی طرف توجہ دلائی گئی ھے ۔

ایک اور اھم بات جس کی طرف اس باب میں اشارہ کیا گیا ھے وہ مرد پر غیر صحیح النسب (ناجائز) اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری کا اطلاق ھے ۔ پاکستان میں رائج الوقت قانون (دفعہ ۴۸۸ ضابطہ فوجداری) کے تحت ایک مرد کو غیر صحیح النسب اولاد کا

marfat.com

نفقه دینے پر قانوناً مجبور کیا جا سکتا ہے ، جب کہ از روئے شرع اسلام باپ صرف اپنی صحیح النسب اولاد کے نفقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے ۔ اس سلسلے میں قانون کو ترمیم کرنے کا مشورہ بھی دیا گیا ہے ۔

چوبیسواں باب :

یہ باب ہبہ پر ہے ۔ اس میں سب سے زیادہ مختلف فیہ مسئلہ ہبہ تفضیلی کا ہے ۔ ہبۂ تفضیلی اس ہبہ کو کہتے ہیں کہ ہبہ کرنے والا بلا مصلحت شرعی کسی اجنبی کو کل جائداد ہبہ کر دے یا اولاد میں سے ایک یا بعض کو اس طرح ہبہ کرے کہ دوسرے ورثاء کا حق (بلا مصلحت شرعی) متاثر ہوتا ہو ۔ اس مسئلے میں احناف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مساوات اولیٰ ہے لیکن اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو قانوناً جائز ہوگا البتہ ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا ، کیونکہ وہ اپنی خالص ملکیت میں تصرف کرتا ہے جس کا وہ مجاز ہے ۔ طاؤس ، احمد بن جنبل ، اسحٰق بن راھویہ ، امام بخاری ، اور بعض مالکیہ ایسے ہبہ کو ناجائز کہتے ہیں ۔ امام شافعی اور حضرات شیعہ امامیہ ، حنفیہ سے متفق ہیں ۔ امام مالک اور امام ابن حزم الظاہری ہبۂ تفضیلی کے سخت مخالف ہیں اور اسے باطل قرار دیتے ہیں ۔ راقم الحروف نے پورے غور و فکر کے بعد "بلا مصلحت شرعی" ایک تہائی سے زیادہ جائداد و املاک کے ہبۂ تفصیلی کو جو کسی شرعی مصلحت پر مبنی نہ ہو قابل ابطال قرار دیا ہے ۔ (دفعہ ۱۷۲) ۔ مجھے اس مسئلے میں شدید اختلاف رائے کا اندیشہ ہے ، لیکن توقع ہے کہ علماء کرام مسئلہ کے تمام پہلوؤں پرغورکرتے وقت موجودہ معاشرے کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں گے ۔

پچیسواں باب :

اس باب میں "وقف" کے شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں ۔ وقف کے باب میں دو اہم مسئلے سامنے آئے ہیں ۔ ایک وقف کے لازماً دوامی ہونے کا اور دوسرا وقف علی‌الاولاد کا ۔ مصر و لبنان میں جو قانون سازی کی گئی ہے اس میں مسجد کے لیے وقف کے علاوہ جو وقف خیراتی مقاصد کے لیے کیا جائے گا وہ دوامی یا غیر دوامی

marfat.com

ہو سکتا ہے ، اور دونوں طرح درست ہوگا ۔ لیکن وقف علی الاولاد کے لیے یہ قانون بنا دیا گیا ہے کہ وہ دوامی نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ اس کی زائد سے زائد مدت ۶۰ سال یا وقف کے بعد دو پشت تک ہوگی ۔ اس کے بعد وہ وقف ساقط ہو جائے گا ۔ اور جائداد ورثاء میں بحصۂ شرعی تقسیم ہو جائے گی ۔ میں نے وقف علی‌الاولاد کے مسئلے میں جدید نقطۂ نظر کو اختیار کرنے یا رد کرنے سے متعلق کسی نتیجے پر پہونچنے کے لیے کتاب کی تدوین کے آخری مرحلے تک غور و خوض کیا لیکن کوئی حتمی فیصلہ نہ کر سکا ۔ اس لیے اس باب میں حنفی مسلک کے بموجب احکام کی تدوین پر اکتفا کیا گیا ہے ۔ حنفی مسلک کو اس خدشے کے پیش نظر منتخب کیا گیا کہ عجلت میں مرجوح نقطۂ نظر اختیار کرکے اگر کوئی تجویز پیش کر دی گئی تو مبادا اسلامی قانون وقف میں انحلال واقع نہ ہو جائے ۔ چنانچہ احکام وقف کو ، جیسا کہ وہ حنفی فقہ کی انتہائی مستند کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں ، جدید قانونی انداز میں مرتب اور مدوّن کر دیا گیا ہے ۔

یہاں یہ اشارہ کرنا غیر ضروری نہ ہوگا کہ ہماری دونوں صوبائی حکومتوں نے اپنے اپنے وقف آرڈی نینسوں (۱۹۶۱ع اور ۱۹۶۲ع) کے ذریعہ اوقاف عامّہ کا انتظام و انصرام ، جن کو محکمۂ اوقات اپنی تحویل میں لے لے ، اپنے ذمہ لے لیا ہے ۔ یہ ایک مناسب اقدام ہے لیکن آرڈی نینس مذکور بنیادی طور پر انتظامی امور سے متعلق ہیں ۔ مناسب ہوگا ، اگر محکمۂ اوقاف بالغ نظر علماء کرام اور فقہ اسلامی سے مناسبت رکھنے والے ماہرین قانون پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی کی تشکیل دے اور متعلقہ حکومت کو ایک مکمل اور جامع قانون اوقاف نافذ کرنے کے سلسلے میں مناسب قانون سازی کے لیے سفارشات پیش کرے ۔

ایک وضاحت :

مجموعہ ھذا کی تالیف کے سلسلہ میں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ قرآن پاک و احادیث کے ماسوا ، بالعموم عربی عبارتوں کا لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا ، بلکہ ان کے مطالب و معانی کو اردو کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے تاکہ قاری کے ذہن

marfat.com

میں مطلب بخوبی واضح ہو جائے ۔ کیونکہ اگر لفظی ترجمہ کیا جاتا تو عربی زبان کے اسلوب و بیان سے اردو قارئین کی اجنبیت اور اصطلاحات کی بہتات نہ صرف اردو زبان کے حسن بیان اور اسلوب کو متاثر کرتی بلکہ یہ اندیشہ بھی تھا کہ قارئین کتاب سے کماحقہ استفادہ نہ کر سکیں گے ۔ دیکھنا یہ ہے کہ جو بات یا مسئلہ کسی فقیہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے وہ صحیح طور پر اردو زبان میں منتقل ہو کر قارئین کے سامنے آ گیا ہے یا نہیں ۔ کہیں کہیں ایسا بھی ضروری ہوا ہے کہ عبارت کا خلاصہ لے لیا گیا ہے یا غیر ضروری عبارت یا مثالوں کو درمیان سے حذف کر دیا گیا ہے ، تاکہ طوالت اور نامانوس مثالوں سے قاری کے ذہن پر بے جا بوجھ نہ پڑے اور اصل مسئلہ الجھ کر نہ رہ جائے ۔

حوالہ جات کے سلسلہ میں بھی غالباً یہ وضاحت ضروری ہے کہ جن کتابوں کے حوالے زیر نظر تالیف میں دئے گئے ہیں ان کی بڑی تعداد میرے ذاتی کتب خانہ کی ہے لیکن ادارہ کی راولپنڈی منتقلی کے بعد بعض کتابوں کے مختلف نسخے وقتاً فوقتاً زیر مطالعہ رہے اس لیے کتاب کے سنہ طباعت کی صراحت کا حتی الامکان خیال رکھا گیا ہے مثلاً ردالمختار اور فتاوٰی عالمگیری کی تین اشاعتیں ایک مصری اور دو ہندوستانی نیز شرائع الاسلام کی دو اشاعتیں ایک تہران اور دوسری بیروت کی یا المغنی کی دو مصری اشاعتیں مختلف اوقات میں زیر مطالعہ رہیں ۔

الحمد للہ کہ مجموعہ ہذا کی تین جلدیں شائع ہوگئیں ۔ آئندہ جلدیں "وصیت" "وراثت" اور "شفعہ" (Pre-emption) پر مشتمل ہوں گی ۔ ان جلدوں کی اشاعت آئندہ دو برسوں میں مکمل ہو جانے کی توقع ہے ۔ اس طرح مسلم پرنسپل لاء (شخصی قوانین مسلمانان) کی حد تک قوانین اسلام کی تدوین جدید کے منصوبہ کا ایک سیکشن ۱۹۷۰ء تک مکمل ہو جائے گا ۔ انشاء اللہ

حرف سپاس :

آخر میں جناب جسٹس ایس ۔ اے ۔ رحمٰن صاحب ، سابق چیف جسٹس پاکستان ،

marfat.com

اور جناب جسٹس وحید الدین احمد صاحب ، چیف جسٹس مغربی پاکستان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے کتاب کے مسّودے کو دیکھا اور اپنی نگارشات سے نوازا ۔ ناسپاسی ہوگی اگر میں جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب سابق ڈائریکٹر ادارۂ تحقیقات اسلامی اور جناب مفتی امجد العلی صاحب ، سابق استاذ الحدیث مدرسہ مطلع العلوم ، رام پور کا شکریہ ادا نہ کروں ۔ مفتی صاحب قبلہ نے متعدد مقامات پر بالخصوص ھبہ تفضیلی کے مسئلے میں میری رہ نمائی فرمائی ، اس کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ہوں ۔ نیز امان علی نقوی صاحب کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے دلچسپی کے ساتھ جلد دوم و سوم کے تفصیلی اشاریے مرتب کیے ۔ "فجزاھم اللہ تعالی احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرۃ" ۔

اور حقیقت میں تو سب سے زیادہ شکریہ کی مستحق وہ ذات پاک ھے جس نے مجھ جیسے کم علم و بے مایہ شخص کو اسلام کی اس خدمت کے لیے چُنا اور میرے قلب و دماغ کو اس کام کی لگن سے معمور اور دنیا کی تمام تر دلچسپیوں سے بے نیاز کر دیا ۔ وما توفیقی الاّ باللہ ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ھمیں کنی
منت شناس از و کہ بخدمت بداشتت

واسأل اللہ تعالٰی اَنْ یُّوَفِّقَنِی وَ مَنْ اَعَانَنِی لِلْخَیرِ وَ یُعِیذُنِی مِنْ شُرُورِ نَفْسِی ، وسیّات اَعْمالِی ، وَ یَجْعَلْنِی سَعْیِی خَالِصاً لِوَجْہِ الْکَرِیم ۔

۲۱ نومبر ۱۹۶۸ء
حبیب سکوائر ، کراچی ۔

بندۂ حقیر
تنزیل الرحمٰن

marfat.com

متن دفعاتِ قوانین

نسب اولاد حضانت
نفقۂ اولاد ہبہ
اور وقف

marfat.com

قانون نسب اولاد

متن (Text)

اکیسواں باب

نسب کی تعریف

۱۴۳ ۔ نسب اس قانونی تعلق کا نام ہے جو مرد اور عورت کے درمیان عقد شرعی کے نتیجہ میں تولّد کے بعد اولاد کا اپنے والدین کے ساتھ پیدا ہوتا ہے ۔

اقسام نسب

۱۴۴ ۔ نسب کی دو اقسام ہیں :

(۱) پدری ۔ (۲) مادری ۔

نسب کے اثرات

۱۴۵ ۔ نسب سے ولایت ذات و جائداد ، نفقہ اور وراثت و وصیت سے متعلق حقوق اور ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں ۔

جائز النسبی

۱۴۶ ۔ (۱) جائز النسبی کے لیے عقد شرعی کے بعد حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہوگی ۔

(۲) جائز النسبی کے لیے حمل کی زائد سے زائد مدت دو سال ہوگی بشرطیکہ قرائن حمل ہوں اور شوہر یا اس کے ورثاء انکار و تکذیب نہ کریں ، الّا یہ کہ اس عرصہ میں زوجین کو کسی وقت بھی ایک دوسرے سے ملنے کا ایسا موقع نہ ملا ہو کہ حمل قرار پا سکتا ۔

(۳) زوجہ کے معتدۂ طلاق یا وفات ہونے کی صورت میں اس نے انقضاء عدت کا اقرار نہ کیا ہو ، الّا یہ کہ شوہر یا اس کے ورثاء دو سال کے بعد بھی مولود کا دعویٰ کریں ۔

(۴) بصورت اقرار انقضاء عدت ، حمل کی زائد سے زائد مدت وقت اقرار سے (۱۸۰) یوم اور وقت فرقت یا موت سے دو سال ہوگی ۔

توضیح : مدت کے تعین کے لیے قمری ماہ و سال کا اعتبار کیا جائے گا ۔

marfat.com

ثبوت نسب بہ حکم شرعی

۱۴۷ ۔ جب کسی مرد اور عورت میں بلا شک و شبہ ازدواجی تعلق (خواہ صحیح ہو یا فاسد) مشہور اور معروف طریقے پر قائم ہو کر شرع اسلام کے مقررہ اصول کے مطابق بچے کی پیدائش ہوئی ہو تو بحکم شرعی بچہ صحیح النسب کہلائے گا ۔

ثبوت نسب بذریعہ دعویٰ

۱۴۸ ۔ کسی مرد اور عورت میں شریعت اسلامیہ کے مطابق ازدواجی تعلق قائم ہو کر بچے کی صحیح النسبی بذریعہ دعویٰ ثابت ہو سکتی ہے ۔

نسب بذریعہ شہادت

۱۴۹ ۔ بچے کی صحیح النسبی کا قیاس ان حالات سے کیا جا سکتا ہے جن سے اس کے والدین میں نکاح کا ہونا قیاس کیا جا سکتا ہو :

(الف) کسی مرد اور عورت میں ازدواجی تعلق قائم ہو کر شریعت اسلامیہ کے مقررہ اصول میں شک و شبہ کے احتمال کے ساتھ بچے کی پیدائش ہوئی ہو تو اس کا نسب بذریعہ حجت ظنی (شہادت و قیاس) ثابت کیا جا سکتا ہے ۔

(ب) قیام نسب کے سلسلے میں شرعی اثبات کے تمام وسائل قبول کیے جائیں گے ۔

نسب بذریعہ اقرار

۱۵۰ ۔ جب کسی بچے کا نسب غیر متعین ہو تو شرع اسلام کے مطابق اقرار کے ذریعہ نسب ثابت کیا جا سکے گا ۔ مگر لازم ہے کہ اس اقرار کا اثر ، سوائے ماں باپ اور بچے کے ، دیگر اشخاص پر ان کی تصدیق کے بغیر نہ پڑے گا ۔

اقرار بالنسب سے رجوع

۱۵۱ ۔ اقرار بالنسب جو بہ پابندی احکام شرع کیا جائے ناقابل رجوع ہوگا ۔

متبنی بنانا

۱۵۲ ۔ اسلام میں کسی کو متبنیٰ بنانا بہ لحاظ احکام شرع بے اثر ہوگا ۔

marfat.com

قانون حضانت

متن (Text)

بائیسواں باب

پرورش کا حق

۱۵۳ ۔ سات سال سے کم عمر لڑکے اور تا حد بلوغ لڑکی کی حضانت کا حق ماں کو حاصل ہوگا الاّ یہ کہ کسی سبب سے شریعت نے اس کو غیر مستحق قرار دیا ہو :

مگر لازم ہے کہ حق حضانت میں بچے کی فلاح و بہبود اور حفاظت کا لحاظ رکھا جائے ۔

ماں کے بعد رشتہ دار عورتوں کا حق

۱۵۴ ۔ ماں کے نہ ہونے یا اپنے حق سے دست بردار ہو جانے یا شرعاً غیر مستحق قرار دیے جانے کی صورت میں سات سال سے کم عمر لڑکوں اور نابالغ لڑکیوں کی حضانت کا حق مفصلۂ ذیل رشتہ دار عورتوں کو علی‌الترتیب حاصل ہوگا :

نانی (پرنانی بھی شامل ہے) ، دادی (پردادی بھی شامل ہے) ، حقیقی بہن ، اخیافی بہن ، علاتی بہن ، حقیقی بہن کی بیٹی ، اخیافی بہن کی بیٹی ، علاتی بہن کی بیٹی ، خالہ اور پھوپھی ۔

مردوں کا حق حضانت

۱۵۵ ۔ جب کہ حضانت کی مستحق عورتوں میں سے کوئی موجود نہ ہو یا اس کے لیے آمادہ نہ ہو یا اس کا حق ساقط ہو گیا ہو تو پھر مردوں کو بہ ترتیب عصوبت حضانت کا حق ہوگا ۔

بچوں کی پرورش کرنے والوں کی شرائط

۱۵۶ ۔ بچے کی پرورش کرنے والے کے لیے لازم ہے کہ بالغ اور عاقل ہو اور بچہ کی مناسب پرورش پر قادر ہو اور اس میں کوئی ایسا امر مانع موجود نہ ہو جو اُسے بچے کی حضانت کے ناقابل بنا دے ۔

مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں

۱۵۷ ۔ ماں کا ترجیحی حق حضانت کسی ایسے اجنبی سے نکاح کر لینے سے ساقط ہو جائے گا جو بچہ کا محرم نہ ہو الا یہ کہ عدالت کی رائے میں نابالغ کا اپنی ماں کی حضانت میں رہنا اس کی بہبود میں ہو ۔

marfat.com

قانون نفقۂ اولاد

متن (Text)

تئیسواں باب

اولاد کے نفقے کی ذمہ داری

۱۵۸ ـ باپ اپنے بیٹوں کے بالغ ہو جانے تک اور بیٹیوں کے نکاح ہو جانے تک حسب استطاعت نفقہ دینے کا ذمہ دار ہوگا ۔

اولاد کا صحیح النسب ہونا ضروری ہے

۱۵۹ ـ باپ صرف صحیح النسب اولاد کے نفقہ کا ذمہ دار ہوگا ۔

ماں اور دادا کی ذمہ داری

۱٦۰ ـ (۱) باپ کے مفلس ہونے کی صورت میں اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری بشرط مقدرت ماں پر ہوگی ۔

(۲) والدین کے مفلس ہونے کی صورت میں اولاد کے نفقے کی ذمہ داری بشرط مقدرت ان کے دادا پر عائد ہوگی ۔

آبا و اجداد کا نفقہ

۱٦۱ ـ اولاد پر اپنے حاجت مند آباء و اجداد کو نفقہ دینا واجب ہے ۔ خواہ وہ اس کے ہم مذہب نہ ہوں ۔

دیگر رشتہ داروں کا نفقہ

۱٦۲ ـ مسلمان رشتہ داروں پر واجب ہے کہ اپنے حاجت مند رشتہ داروں کو جن سے میراث کا باہمی تعلق ہو ، حسب قاعدۂ وراثت نفقہ دیں ۔

قانون ہبہ

متن (Text)

چوبیسواں باب

ہبہ کی تعریف

۱٦۳ ـ ایک شخص کا دوسرے شخص کی طرف کسی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کا فوری اور بلا معاوضہ منتقل کرنا اور اس دوسرے شخص کا خود یا اس کی طرف سے کسی اور صاحب مجاز کا اس شئے موہوبہ کو قبول

marfat.com

کر لینا هبه کہلاتا ہے :

مگر شرط یہ ہے کہ واهب (هبه کرنے والا) موهوبه (هبه کی هوئی) جائداد کے حق ملکیت اور اس پر اختیارات سے کلیتاً دستبردار هو جائے ۔

انعقاد هبه

۱۶۴ ۔ هبه ایک عقد ہے جو ایجاب و قبول سے منعقد هو جاتا ہے ۔

شہادت هبه

۱۶۵ ۔ انعقاد هبه کے لیے شہادت لازم نہیں ۔

هبه کی تکمیل

۱۶۶ ۔ هبه اس وقت تک مکمل نہیں هوتا جب تک که هبه کرنے والا هبه کی هوئی جائداد کا قبضه موهوب له کے حوالے نه کر دے ۔

استثناء : جن اشیاء کا قبضه نہیں دیا جا سکتا ان کے هبه کی تکمیل واهب کے کسی ایسے فعل سے ثابت هو جائے گی جس سے صاف طور پر یه واضح هوتا هو که وه جائداد کے حق ملکیت سے دست بردار هو گیا ہے ۔

اهلیت هبه

۱۶۷ ۔ هر عاقل و بالغ شخص بمتابعت احکام دفعه ۱۷۲ مجموعه هذا اپنی جائداد منقوله و غیر منقوله کسی دوسرے شخص کو بذریعه هبه منتقل کرنے کا مجاز ہے :

مگر لازم هوگا که وه شخص جس کے حق میں هبه کیا جائے وجود میں آ چکا هو :

مزید لازم هوگا که هبه بحالت مرض الموت یا دائنان کے حق کو متاثر کرنے یا فریب دهی کی نیت سے نه هو ۔

کن اشیاء کا هبه جائز ہے

۱۶۸ ۔ هر ایسی شے کا هبه جائز هوگا جس پر لفظ مال یا قیمتی جائداد کا اطلاق هو سکتا ہے ۔

هبه کا تحریری هونا ضروری نہیں

۱۶۹ ۔ جو هبه حسب شریعت اسلام کیا جائے اس کا تحریری هونا لازمی نہیں ہے ۔

مشاع کا هبه

۱۷۰ ۔ (۱) ایسی جائداد مشاع کا هبه جائز ہے جو ناقابل تقسیم هو

marfat.com

لیکن اگر مشاع قابل تقسیم ہو تو ہبہ فاسد ہوگا ۔

(۲) جائداد مشاع کا ہبہ ، اگرچہ وہ قابل تقسیم ہو ، بلا تقسیم وقت ہبہ سے مفصلۂ ذیل صورتوں میں جائز متصور ہوگا :

(الف) جب کہ ہبہ ایک وارث دوسرے وارث کے حق میں کرے ۔

(ب) جب کہ ہبہ زمینداری یا تعلقداری کے ایک حصے کا ہو ۔

(ج) جب کہ ہبہ ایسی جائداد قابل وراثت کا ہو جو کسی بڑے تجارتی شہر میں واقع ہو ۔

دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے نام ہبہ

۱۷۱ ۔ قابل تقسیم جائداد کا دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے نام بغیر تقسیم ہبہ سوائے ان صورتوں کے جن کا ذکر دفعہ ۱۷۰ (۲) میں کیا گیا ہے فاسد ہوگا ۔ اگر ہر ایک موہوب لہ جائداد کے اس حصے پر جو اسے دیا گیا ہے قابض ہو جائے تو وہ ہبہ صحیح ہوگا ۔

ہبۂ تفضیلی

۱۷۲ ۔ (۱) واہب اس امر کا مجاز نہ ہوگا کہ اپنی کل یا تہائی سے زائد جائداد و املاک بحالت صحت کسی غیر وارث یا اپنی کسی مخصوص اولاد کے حق میں دوسری اولاد کو ضرر پہنچانے کی نیت سے ہبہ کرے الّا یہ کہ اس کا تفضیلی عمل مصالح شرعی پر مبنی ہو ۔

(۲) ہبہ تفضیلی کسی مصلحت شرعی پر مبنی نہ ہونے کی صورت میں قابل ابطال (voidable) ہوگا اور اولاد محروم بمتابعت احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۹ اس ہبہ کو بذریعہ عدالت باطل قرار دلانے کی مجاز ہوگی ۔

(۳) عدالت اس اطمینان کے بعد کہ واہب کے تفضیلی عمل کے لیے کوئی شرعی مصلحت موجود نہ تھی واہب کو بمتابعت احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۹ اس ہبہ سے رجوع کا حکم دے گی ۔

(۴) واہب کے فوت ہو جانے کی صورت میں شئے موہوبہ بمتابعت

marfat.com

احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۹ ، متوفی کے ترکہ میں شمار ہوگی اور بموجب قانون وراثت ، عمل درآمد کیا جائے گا ۔

(۵) دفعہ ھذا سے ھبہ بحالت مرض الموت یا ھبہ بالوصیت کے شرعی احکام متاثر نہ ہوں گے ۔

ھبہ تا حین حیات

۱۷۳ ۔ (۱) ھبہ حین حیات جائز ہے ۔

(۲) جو شخص کسی دوسرے شخص کو کوئی شے تا حین حیات ھبہ کرے تو وہ شے موھوب لہ کے لیے اس کی حیات تک ہوگی اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی قرار پائے گی اور تا حین حیات کی شرط باطل قرار پائے گی ۔

ھبہ رقبیٰ

۱۷۴ ۔ ھبہ رقبیٰ ناجائز ہے ۔

ھبہ بالعوض

۱۷۵ ۔ جب کوئی ھبہ معاوضہ کے ساتھ کیا جائے تو وہ ھبہ بالعوض کہلائے گا جو حصول عوض کے بعد نافذ متصور ہوگا ۔

ھبہ بشرط عوض

۱۷۶ ۔ جب کوئی ھبہ معاوضے کی شرط کے ساتھ کیا جائے تو وہ "ھبہ بشرط عوض" کہلائے گا ۔ ایسا ھبہ شرط عوض کی تکمیل پر نافذ ہوگا ۔

ھبۂ موقوف

۱۷۷ ۔ ایسا ھبہ ناجائز ہوگا جس کا نفاذ کسی آئندہ وقت کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہو ، سوائے ھبہ بالوصیت کے ۔

ھبۂ مشروط

۱۷۸ ۔ جب ھبہ کے ساتھ کوئی ایسی شرط لگا دی جائے جو اس کی تکمیل میں نقص پیدا کرتی ہو تو وہ شرط کالعدم ہے اور ھبہ کا نفاذ اس طرح ہوگا گویا کہ اس کے ساتھ کوئی شرط نہیں لگائی گئی ۔

ھبہ بحالت مرض الموت

۱۷۹ ۔ جو ھبہ بحالت مرض الموت کیا جائے گا اس سے احکام وصیت متعلق ہوں گے ، بشرطیکہ واھب کی جانب سے جائداد موھوبہ کا فوری اور ناقابل تنسیخ انتقال ظاہر ہوتا ہو ۔

marfat.com

تنسیخ ھبہ

۱۷۹ ۔ واھب مجاز ھے کہ شئے موھوبہ کا قبضہ دینے سے پہلے جس وقت چاھے ھبہ کو منسوخ کر دے ۔

توضیح : اگر واھب عقد ھبہ کے بعد مگر قبضہ سے پہلے مر جائے تو مال موھوبہ واھب کی میراث میں داخل ھوگا ۔

(۲) واھب مجاز ھے کہ شئے موھوبہ کا قبضہ دینے کے بعد بھی ھبہ کو منسوخ کر دے ، الا یہ کہ :

(الف) واھب شوھر ھو اور موھوب لہٗ زوجہ یا اس کے برعکس ۔

(ب) موھوب لہٗ ذی رحم محرم ھو ۔

(ج) موھوب لہٗ فوت ھوگیا ھو ۔

(د) شئے موھوبہ موھوب لہٗ کی ملک اور قبضے سے بذریعہ فروخت یا ھبہ یا کسی اور طریقے سے نکل گئی ھو ۔

(ھ) شئے موھوبہ گم یا ضائع ھوگئی ھو ۔

(و) شئے موھوبہ کی ھیئت بدل گئی ھو ۔

(ز) کوئی اور شے ، شئے موھوبہ میں شامل ھوگئی ھو جس کا جدا کرنا ممکن نہ ھو ۔

(ح) ھبہ بالعوض ھو ۔

مگر لازم ھے کہ قبضہ دے دینے کے بعد بجز حکم عدالت ھبہ منسوخ نہیں کیا جا سکے گا ۔

(۳) بمتابعت احکام مندرجہ بالا واھب کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء ھبہ تفضیلی کو بموجب احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۲ بذریعہ عدالت منسوخ کرانے کے مجاز ھوں گے ۔

صدقہ

۱۸۰ ۔ صدقہ وہ عطیہ ھے جو آخروی ثواب کے لیے دیا جائے ۔

عاریت

۱۸۱ ۔ کسی شئے کو لینے اور اس سے استفادہ کرنے کی ایسی اجازت جسے دینے والا جب چاھے منسوخ کر دے "عاریت ھے" ۔

marfat.com

قانون وقف

متن (Text)

پچیسواں باب

تعریفات

۱۸۲ ۔ (الف) کسی قیمتی شئے کی ذات (corpus of property) کو خدا کی ملکیت میں مقید کر دینا اور اس کی منفعت کو دوسروں پر بہ اغراض مذهبی و خیراتی نیک نیت کے ساتھ دائماً صدقہ کر دینے کا صاف اور صریح اظهار "وقف،، کہلاتا ھے ۔

(ب) وقف کرنے والے شخص کو ''واقف،، یا ''بانی وقف،، کہا جاتا ھے۔

(ج) وقف جس فرد یا جماعت کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے کیا جائے اس فرد یا جماعت کو ''موقوف علیه،، یا موقوف علیھم،، کہا جاتا ھے ۔

(د) جس تحریر کے ذریعه سے وقف کا اعلان کیا جائے اس کو ''وقف نامه،، کہا جاتا ھے ۔

(ھ) اگر وقف اس شرط کے ساتھ کیا جائے کہ وہ واقف کی وفات کے بعد نفاذ پذیر ھو تو ایسے وقف کو "وقف بالوصیت" کہا جاتا ھے ۔

(و) جو شخص اغراض وقف کے پورا کرنے اور واقف کی ھدایات کے مطابق وقف پر عمل درآمد کرنے کے لیے مقرر کیا جائے اس کو "متولی وقف" کہا جاتا ھے ۔

الفاظ وقف

۱۸۳ ۔ (۱) ھر ایسے کلمے سے وقف وقوع میں لایا جا سکتا ھے جو وقف کے لیے شرعاً مستعمل ھو ۔

(۲) اگر کوئی مسلمان بحالت صحت و بقائمی ھوش و حواس کسی شئے کے بارے میں جو اس کی ملک ھو موقوفه ھونے کا اقرار کرے تو وہ شئے موقوفه متصور ھوگی ۔

marfat.com

(۳) مریض (بحالت مرض الموت) کا اقرار وقف اس کے ترکہ کی ایک تہائی کے بقدر صحیح ہوگا ۔

توضیح : وقف کرنے کے لیے محض لفظ "وقف" ہی کا استعمال ضروری نہیں ۔

جواز وقف

۱۸۴ ۔ وقف کے جواز کے لیے حسب ذیل شرطوں کا ہونا ضروری ہے :

(۱) واقف عاقل ، بالغ اور آزاد ہو ۔

(۲) وقف کے وقت غیر محجور ہو ۔

(۳) وقف کے وقت شئے موقوفہ کا مالک ہو ۔

(۴) وقف کا اعلان نیک نیتی اور حقیقی ارادے کے ساتھ ہو ۔

(۵) وقف ماسوائے وصیت فوری ہو اور کسی شرط پر موقوف نہ ہو الّا یہ کہ وہ شرط یقیناً موجود ہو یا موجود ہو جانے والی ہو ۔

(۶) شئے موقوفہ معروف اور مشخّص ہو ۔

(۷) بیع یا ہبہ کرنے کی شرط نہ کی گئی ہو ۔

(۸) وقف دوامی ہو ۔

اقرار وقف بحالت صحت و مرض الموت

۱۸۵ ۔ (۱) اگر کوئی مسلمان بحالت صحت و بقائمی ہوش و حواس کسی شئے کے بارے میں جو اس کے قبضہ ملک میں ہو موقوفہ ہونے کا اقرار کرے تو اس شئے کی نسبت اس کا اقرار صحیح ہوگا اور وہ شئے موقوفہ متصور ہوگی ۔

(۲) مریض کا اقرار وقف اس شئے یا اس کے ترکہ سے ایک تہائی کی بقدر (جو بھی کم ہو) صحیح ہوگا اور وہ شئے یا ترکہ کا حصہ موقوفہ متصور ہوگا ۔

مقصد وقف

۱۸۶ ۔ جس مقصد کے لیے وقف کیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرع اسلام میں مذہبی یا خیراتی یا عمل خیر میں شمار ہوتا ہو ۔

marfat.com

مشاع کا وقف

۱۸۷ ۔ جو جائداد ناقابل تقسیم ہو یا اس کی تقسیم سے اس کی افادیت متاثر ہونے کا خطرہ ہو اس کے غیر منقسمہ حصے کا وقف جائز ہوگا البتہ قابل تقسیم ہونے کی صورت میں غیر منقسمہ حصہ کا وقف بلا تقسیم جائز نہیں ۔

استثناء : مسجد یا مقبرہ کے لیے مشاع کا وقف ناجائز ہوگا ۔

قرضدار کا وقف

۱۸۸ ۔ (۱) اگر واقف کا قرض اس کی تمام املاک پر حاوی ہو تو اس کا وقف کرنا جائز نہ ہوگا ۔

(۲) کسی شخص کا بدنیتی سے اپنے قرض خواہان کو ضرر پہونچانے کی غرض سے وقف کرنا درست نہ ہوگا ۔ ایسا وقف قرض خواہان کی جانب سے وقف کا علم ہونے سے تین سال کی مدت کے اندر بذریعہ عدالت منسوخ کرایا جا سکتا ہے ۔ مگر لازم ہے کہ وقف کے وجود میں آ جانے کے ۱۲ سال بعد یہ حق ساقط متصور ہوگا ۔

وقف بالوصیت

۱۸۹ ۔ (۱) واقف کی زندگی کے بعد اس کی وصیت کے ذریعہ سے وقف قائم ہو سکتا ہے جس سے احکام وصیت متعلق ہوں گے ۔

(۲) وقف بالوصیت واقف کی موت سے پہلے ہر وقت منسوخ کیا سکتا ہے ۔

وقف بحالت مرض الموت

۱۹۰ ۔ مرض الموت میں کیے گئے وقف پر ہبہ بالوصیت کے احکام مرتب ہوں گے ۔

وقف علی الاولاد

۱۹۱ ۔ کسی شخص کے لیے جو مذہب اسلام کا پیرو ہو جائز ہوگا کہ وہ کوئی وقف جو شرع اسلام کی شرائط کے مطابق ہو منجملہ دیگر مقاصد کے حسب ذیل مقاصد کے لیے قائم کرے :

(الف) کلیتاً یا جزاً اپنے خاندان ، اولاد یا نسل کی پرورش گزارے کے لیے ۔

marfat.com

(ب) نیز اگر واقف حنفی مسلمان ہو تو اپنی زندگی میں خود اپنی پرورش یا گزارے کے لیے یا جائداد موقوفہ کی آمدنی یا منافع سے اپنے قرضے ادا کرنے کے لیے ۔

مگر شرط یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں آخری مفاد ، صراحتاً یا کفایۃً مساکین کے لیے یا کسی دوسرے مقصد کے لیے مخصوص کر دیا جائے جو از روئے شرع اسلام مستقل نوعیت کا مذہبی صالح اور خیراتی مقصد تسلیم کیا جاتا ہو ۔

توضیح : کوئی ایسا وقف ، محض اس وجہ سے ناجائز متصور نہ ہوگا کہ اس کے ذریعہ سے جو مفاد مساکین یا دیگر مستقل نوعیت کے مذہبی صالح یا خیراتی مقصد کے لیے مخصوص کیا جائے وہ واقف کی خاندانی اولاد یا نسل کے منقطع ہو جانے کے وقت تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہے ۔

تنسیخ وقف

۱۹۲ ـ جو وقف واقف کی زندگی میں تکمیل پا چکا ہو منسوخ نہ کیا جا سکے گا ۔ البتہ وقف بذریعہ وصیت واقف کی موت سے قبل کسی وقت بھی منسوخ کیا جا سکتا ہے ۔

تولیت وقف

۱۹۳ ـ (۱) واقف اس امر کا مجاز ہوگا کہ وقف کی تولیت اپنی ذات یا کسی دیگر فرد یا افراد کے لیے بالترتیب مخصوص کر دے ۔

(۲) تولیت کی عدم صراحت کی صورت میں واقف وقف کا متولی تصور ہوگا ۔ واقف کے بعد تولیت کا حق وصی اور اس کے بعد حاکم وقف کو حاصل ہوگا ۔

اہلیت متولی

۱۹۴ ـ وقف کی تولیت کا ایسا شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) مستحق ہوگا جو عاقل و بالغ ہو ، فسق و فجور کے ساتھ معروف نہ ہو ، امین ہو اور انتظامی قدرت رکھنے والا ہو خواہ بذات خود یا بتوسط نائب ۔

marfat.com

متولی کی معزولی اور تقرر جدید

۱۹۵ ۔ اگر کوئی متولی فرائض تولیت انجام دینے کا اهل نہ ہو تو عدالت معقول وجوہ کی بناء پر موجودہ متولی کو علیحدہ کرنے کی مجاز ہوگی ۔ لیکن متولی مقرر کرتے وقت عدالت حتی الامکان واقف کی منشاء کا لحاظ رکھے گی اور جہاں تک ممکن ہوگا واقف کے اهل خاندان میں سے کسی موزوں شخص کو متولی مقرر کرے گی ۔

جائداد موقوفہ کی منتقلی وغیرہ

۱۹۶ ۔ (۱) بلا ہدایت صریح یا بلا اجازت عدالت جائداد کا متولی جائداد موقوفہ کو فروخت ، رہن ، تبادلہ یا کسی دیگر طریقے سے منتقل کرنے کا مجاز نہ ہوگا بجز اس کے کہ وہ وقف نامے کے ذریعہ بصراحت اس کا مجاز کیا گیا ہو ۔

(۲) اگر جائداد موقوفہ سکنی ہو تو وقف نامے میں کسی برعکس ہدایت کی غیر موجودگی میں متولی اس کو زیادہ سے زیادہ ایک سال کے لیے کرایہ پر اور اگر زرعی ہو تو تین سال کے لیے لگان پر دینے کا مجاز ہے ۔ اس سے زیادہ عرصے کے لیے عدالت کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہوگی ۔

جانشین مقرر کرنے کا اختیار

۱۹۷ ۔ وقف نامہ میں کسی برعکس ہدایت کی عدم موجودگی میں ہر ایک متولی بحالت مرض الموت اپنا جانشین نامزد کرنے کا مجاز متصور کیا جائے گا مگر لازم ہے کہ کوئی متولی بحالت صحت اپنی زندگی میں عہدۂ تولیت کسی دوسرے کو منتقل کرنے کا مجاز نہیں ۔

قرضہ کا اختیار

۱۹۸ ۔ تاوقتیکہ وقف نامہ میں صریح اجازت موجود نہ ہو ، کوئی متولی کسی ضرورت کے لیے بھی وقف کے متعلق بغیر اجازت عدالت قرضہ لینے کا مجاز نہیں لیکن اگر اشد ضرورت کی وجہ سے قرضہ لے لیا ہو تو ضرورت ثابت ہونے پر عدالت قرضہ جائز ہونے کے متعلق بعد میں بھی منظوری دینے کی مجاز ہوگی ۔

marfat.com

معاوضۂ متولی

۱۹۹ ـ (۱) واقف کے لیے جائز ہے کہ وہ متولی اور اس کے جانشینوں کو مقررہ معاوضہ لینے کا مجاز کر دے ۔

(۲) لیکن اگر متولی کے لیے وقف نامہ میں کوئی معاوضہ مقرر کیا گیا ہو تو بجز پہلے متولی کے اور کوئی متولی ما بعد بلا حکم عدالت اس کی وصول یابی کا مستحق نہ ہوگا بشرطیکہ وقف نامہ کی عبارت سے واقف کا منشاء اس کے خلاف نہ ظاہر ہوتا ہو ۔

(۳) جس مقررہ معاوضہ کے لینے کا واقف نے بذریعہ وقف نامہ متولی کو مجاز کر دیا ہو وہ اسی قدر وقف کی آمدنی سے وصول کرنے کا مستحق ہوگا لیکن اس وصول یابی کی وجہ سے اس کو جائداد موقوفہ میں ایسا حق حاصل نہ ہوگا کہ جائداد موقوفہ اس کے خلاف کسی ڈگری میں قرق یا نیلام کرائی جا سکے ۔

(۴) اگر وقف نامے میں کوئی معاوضہ مقرر نہ کیا گیا ہو تو متولی کی درخواست پر عدالت اس کو مقرر کرکے وصول کرنے کا مجاز کرسکتی ہے ۔

متولی کے تصرفات

۲۰۰ ـ (۱) متولی کے لیے ایسے تمام تصرفات جائز ہوں گے جو قیام وقف کی مصلحتوں پر مبنی ہوں اور واقف کی شرعی شرطوں کے مخالف نہ ہوں ۔

(۲) اگر کوئی شخص بلا کسی استحقاق و اختیار کے جائداد موقوفہ کا انتظام کرنے لگے تو وہ از روئے قانون "امین" (ٹرسٹی) متصور ہوگا اور وقف کے سلسلے میں اپنے تمام افعال کا ذمہ دار اور جواب دہ ہوگا ۔

marfat.com

نسب اولاد

مع شرح

marfat.com

اکیسواں باب

نسب اولاد

نسب کی تعریف

۱۴۳ ۔ نسب اس قانونی تعلق کا نام ہے جو مرد اور عورت کے درمیان عقد شرعی کے نتیجہ میں تولّد کے بعد اولاد کا اپنے والدین کے ساتھ پیدا ہوتا ہے ۔

تشریح

بچے کے والدین سے توالد کے تعلق کو نسب کا نام دیا گیا ہے ۔ اس نسب کی صحت کا دار و مدار اسلامی شریعت کے مطابق مرد و عورت کے درمیان ازدواجی تعلق پر ہے ۔ شبہ کی بنا پر بچے کا نسب ثابت ہو جاتا ہے مثلاً شبہ فی الفعل یا شبہ فی العقد کی وجہ ہے۔ اگرچہ اس "تعلق" میں فساد پیدا ہو جاتا ہے مگر جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ جائز النسب ہوتی ہے ۔[1]

اثبات نسب کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر ہے کہ "الو لد للفراش و للعاھرالحجر" یعنی بیٹا فراش کا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر کی سزا ہے (فراش کے لفظی معنی بستر کے ہیں ۔ اس سے فقہاء کی یہ مراد ہے کہ مرد و عورت کے درمیان عقد شرعی کے ذریعہ زوجیت کا قیام عمل میں آ چکا ہو جو استقرار حمل کے وقت موجود ہو) ۔ فقہاء کی تصریحات سے یہ ثابت ہوتا ہےکہ شرع اسلام میں بچے کو صحیح النسب قرار دینے کی انتہا سے زائد کوشش کی گئی ہے تا کہ بچے کو اپنے والدین کی صحیح اور جائز اولاد تسلیم کیا جا سکے اور معاشرہ میں انتشار اور بد اخلاق نہ

---

(۱) مجموعۂ قوانین اسلام ، مؤلف ، جلد اول ، باب ۴ صفحات ۵۱-۱۴۷

marfat.com

پہیلے - اسی بناء پر نکاح فاسد اور وطی بالشبہ کو بھی ثبوت نسب کی حجت قرار دیا گیا ہے -[۲]

اقسام نسب

۱۴۴ - نسب کی دو اقسام ہیں :

(۱) پدری (۲) مادری -

تشریح

جو نسب والدین یعنی باپ اور ماں دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق کی بناء پر ثابت ہوتا ہے وہ "پدری" کہلاتا ہے ، خواہ وہ ازدواجی تعلق نکاح صحیح کے سبب ہوا ہو یا نکاح فاسد کے سبب - اس کو حقیقی بھی کہتے ہیں - البتہ اولاد کا "مادری" نسب اس عورت سے قائم ہوتا ہے جس کے بطن سے وہ پیدا ہوئی ہے - بلا لحاظ اس امر کے کہ اس کی ماں کا تعلق اس شخص کے ساتھ قانوناً جائز اور درست تھا یا نہیں - بہالفاظ دیگر اولاد کے مادری نسب کے تعیّن کے لیے یہ امر ناقابل لحاظ ہے کہ اس کی پیدائش مرد و عورت کے درمیان جائز نکاح کا نتیجہ ہے یا فعل زنا کا ثمرہ -

اولاد کا مادری نسب ہر صورت میں اس عورت سے قائم اور ثابت ہوتا ہے جس کے بطن سے وہ فی الحقیقت پیدا ہوئی ہے لیکن پدری نسب اس وقت تک قائم نہیں ہوتا جب تک کہ اولاد صحیح یا نکاح فاسد کے نتیجے میں نہ پیدا ہوئی ہو - یعنی اگر ایک شخص کسی عورت کے ساتھ فعل زنا کا ارتکاب کرے اور اس سے حمل ٹھہر جائے اور اولاد پیدا ہو تو وہ اولاد صرف اس عورت کی قرار دی جائے گی اور اپنے قانونی حقوق اور ذمہ داریوں کے تعیّن کے لیے بھی اس عورت کی تابع رہے گی اور از روئے قانون شریعت اس مرد کی اولاد قرار نہ دی جائے گی -

(۲) مجموعۂ قوانین اسلام ، مؤلف ، جلد اول ، باب ، ۳ ، صفحات ۱۵۱-۱۴۷

marfat.com

نسب کے اثرات

۱۴۵ ۔ نسب سے ولایت ذات و جائداد، نفقہ اور وراثت و وصیت سے متعلق حقوق اور ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں ۔

تشریح

نسب کے ثبوت کے ساتھ ہی اولاد کی صحیح النسبی مسلّم ہو جاتی ہے اور پھر وہ تمام حقوق اور ذمہ داریاں جو والدین اور اولاد کے درمیان ہوتی ہیں شرع کی طرف سے ایک دوسرے پر عائد ہو جاتی ہیں ۔ چنانچہ اولاد نفقہ کی مستحق ہوتی ہے ۔ والدین کو اولاد کی ذات اور جائداد پر حق ولایت حاصل ہو جاتا ہے ۔ ایک دوسرے کی وفات پر متوفی کے ترکہ میں وراثت کا حق پیدا ہو جاتا ہے ۔ لیکن اگراولاد کا نسب ثابت نہ ہو تو وہ اپنی ماں ہی کی اولاد متصور ہوتی ہے ، ایسی صورت میں وہ اولاد ماں اور اپنے (مادری) رشتہ داروں سے وراثت پانے کی مستحق ہوتی ہے نیز ماں اور اس کے رشتہ دار اس کی جائداد کے وارث قرار پاتے ہیں ۔

مختلف اسلامی ممالک میں رائج الوقت قوانین :

نسب اولاد کے اثرات کے سلسلے میں قانون الاحوال الشخصیہ ، شام کی دفعہ ۱۳۳ کی ذیلی دفعہ (۲) میں مذکور ہے کہ "جب نسب ثابت ہو جائے ، خواہ نکاح فاسد کے ساتھ ہو یا وطی بالشبہ کی صورت میں ہو تو اس (عورت) پر قرابت کے تمام نتائج و اثرات مرتب ہوں گے ۔ چنانچہ درجات ممنوعہ میں نکاح ممنوع ہوگا اور وہ عورت نفقۂ قرابت اور وراثت کی مستحق ہوگی ۔"

اسی طرح تیونس کے مجلۃ الاحوال الشخصیہ کی دفعہ ۷۲ میں مذکور ہے کہ "بچے کا اپنے والد سے نسب ثابت نہ ہونا اس کو عصبہ ہونے سے خارج کرتا ہے اور اس کا حق نفقہ و وراثت ساقط ہو جاتا ہے ۔"

قانون الاحوال الشخصیہ، شام کی دفعہ ۱۳۳ (۲) کے تحت جب نسب

marfat.com

ثابت ہو جائے ، اگرچہ وہ نکاح فاسد کے ساتھ ہو یا وطی بالشبہ کی صورت میں ہو تو پھر (عورت) پر قرابت کے تمام نتائج و اثرات مرتب ہوں گے اور وہ عورت نفقہ قرابت اور وراثت کی مستحق ہوگی ۔ نیز درجات ممنوعہ میں نکاح ناجائز ہوگا ۔

جائز النسبی

۱۴۶ ۔ (۱) جائز النسبی کے لیے عقد شرعی کے بعد حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہوگی ۔

(۲) جائز النسبی کے لیے حمل کی زائد سے زائد مدت دو سال ہوگی بشرطیکہ قرآئن حمل ہوں اور شوہر یا اس کے ورثاء انکار و تکذیب نہ کریں ۔

الّا یہ کہ اس عرصہ میں زوجین کو کسی وقت بھی ایک دوسرے سے ملنے کا ایسا موقع نہ ملا ہو کہ حمل قرار پا سکتا ۔

(۳) زوجہ کے معتدۂ طلاق یا وفات ہونے کی صورت میں اس نے انقضاء عدت کا اقرار نہ کیا ہو ۔ الا یہ کہ شوہر یا اس کے ورثاء دو سال کے بعد بھی مولود کا دعویٰ کریں ۔

(۴) بصورت اقرار انقضاء عدت ، حمل کی زائد سے زائد مدت وقت اقرار سے (۱۸۰) یوم اور وقت فرقت یا موت سے دو سال ہوگی ۔

توضیح : مدت کے تعین کے لیے قمری ماہ و سال کا اعتبار کیا جائے گا ۔

تشریح

یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ از روئے شرع اسلام حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے ؟ البتہ حمل کی کم از کم مدت کے بارے میں تمام ائمہ اور فقہاء میں مکمل اتفاق رائے پایا جاتا ہے ۔

حمل کی کم از کم مدت

حمل کی کم از کم مدت کے استدلال میں آیات قرآنی "وحملہ و فصالہ ثلاثون شہراً"[۳] اور "وفصالہ فی عامین"[۴] پیش کی جاتی ہیں ۔ ان آیات

(۳) سورۂ احقاف آیات ۱۵ ۔ (۴) سورۂ لقمان آیت ۱۴ ۔

marfat.com

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچے کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس (۳۰) ماہ ہے اور عورت کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے ۔ بالفاظ دیگر ۲۴ ماہ دودھ پلانے (رضاعت) کی مدت ہوئی اور باقی چھ ماہ حمل کی ۔ ان آیات سے اس استدلال میں تمام ائمہ اور مفسرّین متفق ہیں ۔

حمل کی زائد سے زائد مدت :

اس مسئلے میں کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہو سکتی ہے ، ائمہ میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے ۔ جمہور احناف کے نزدیک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے ۔ امام مالک ، شافعی اور احمد ابن حنبل کے مشہور اقوال کے مطابق حمل کی زائد سے زائد مدت چار سال ہے ۔ امام احمد ابن حنبل کا ایک قول حنفی مسلک کے موافق بھی ملتا ہے ۔ علاوہ ازین لیث بن سعد کے نزدیک تین سال ، عباد بن عوام کے نزدیک پانچ سال اور امام ابن شہاب زهری کے نزدیک ایک روایت کے مطابق پانچ سال اور دوسری روایت کے مطابق سات سال تک آخری مدت ہے یعنی اتنے عرصے تک بچہ حمل میں رہ سکتا ہے ۔[5]

احناف کا نقطۂ نظر :

حمل کی زائد سے زائد مدت دو سال ہونے کے ثبوت میں احناف اپنی دلیل میں حضرت عائشہ کی حدیث "الولد لا یَبْقٰی فی بَطْنِ اُمّہٖ اَکْثَرَ مِنْ سَنَتَیْنِ وَلَوْ بِظَلِّ مغزَل[6]" پیش کرتے ہیں کہ بچہ اپنی ماں کے بطن میں دو سال سے ایک لمحہ زیادہ نہیں رہتا ۔ یہاں "ظل مغزل" کا لفظی ترجمہ "تکلی کا سایہ" ہے دراصل اس سے کنایہ قلّت وقت ہے ۔ احناف کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہ کا مذکورہ بالا قول حضرت محمد

---

(۵) فتح القدیر ، ابن ہمام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵٦ هجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۱ .
المغنی ، ابن قدامہ مقدسی، مطبوعہ مصر، ۱۳٦۷ هجری ، جلد ۷، صفحہ ۴۷۷

(٦) فتح القدیر ، ابن ہمام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵٦ هجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۱ .
مجمع الانہر داماد آفندی ، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ هجری ، جلد ۱ ، صفحہ ۴۷۴

marfat.com

مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت پر مبنی سمجھا جائے گا اور اس کو ان کی ذاتی رائے تسلیم کیا جانا ممکن نہیں ، کیونکہ ایسے احکام میں ذاتی رائے کو دخل نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس قسم کے تشریعی حکم میں صحابی یا صحابیہ کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت پر مبنی سمجھا جاتا ہے ۔ۓ

ائمہ ثلاثہ کا مسلک :

امام مالک ، شافعی اور احمد ابن حنبل اپنے اقوال کے ثبوت میں چند واقعات بطور دلیل پیش کرتے ہیں ۔ چنانچہ ولید بن مسلم سے مروی ہے :

قال ، قلت : لمالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ حدیث جمیلۃ بنت سعد عن عائشۃ لا تزید المرأۃ علی السنتین فی الحمل ، قال مالک : سبحان اللہ من یقول ھذا ؟ جارتنا امرأۃ محمد بن عجلان تحمل اربع سنین قبل ان تلد ۔"

یعنی ولید نے کہا "کہ میں نے حضرت امام مالک کے سامنے جمیلہ بنت سعد کی اس حدیث کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی عورت دو سال سے زیادہ حاملہ نہیں رہ سکتی ۔ امام مالک نے فرمایا سبحان اللہ ! یہ کون کہہ سکتا ہے ؟ ہماری ہمسایہ عورت ، محمد بن عجلان کی بیوی چار سال تک حاملہ رہی ہے ۔"

اس واقعہ کو امام شافعی نے بھی نقل کیا ہے ۔ امام احمد ابن حنبل نے بھی بنی عجلان کے بارے میں کہا ہے کہ بنی عجلان کی عورتیں عموماً چار چار سال تک حاملہ رہی ہیں اور عجلان کی زوجہ کے تین بچے پیدا ہوئے اور ہر بچہ چار سال تک حمل میں رہا ۔ اسی طرح محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی اپنی والدہ کے پیٹ میں چار سال تک رہے ۔ ابوالخطاب نے ابراھیم بن نجیح العقیلی کے متعلق بھی یہی روایت کیا ہے ۔ نیز حضرت عثمان اور حضرت علی سے بھی یہی منقول ہے ۔ چنانچہ امام مالک، شافعی اور

(ۓ) بدائع الصنائع ، امام کاسانی مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ ھجری جلد ۳ ، صفحہ ۲۱۱

marfat.com

احمد ابن حنبل کے نزدیک حمل کی انتہائی مدت چار سال تک ہے۔[۸]

حنفیه کا جواب :

حنفیه نے ایسے واقعات کے جواب میں کہا ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں ان کا قول شارع علیہ السلام کی طرف منسوب تصور کیا جائےگا جس میں خطا کا احتمال نہیں ۔ چنانچہ یہ حدیث مذکورہ واقعات کے مقابلے میں حجّت قرار پا سکتی ہے۔ نیز اگر ان واقعات کےبارے میں امام مالک کے بیان کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے ، تب بھی یہ امر قطعیت کے ساتھ ثابت قرار نہیں دیا جا سکتا کہ حمل کی انتہائی مدت چار سال ہے ۔ زیادہ سے زیادہ اس واقعہ (یا اس قسم کے واقعات) کو نادرالوجود کہا جا سکتا ہے ۔[۹] جس پر قطعیت کے ساتھ اور آخری طور پر شرعی حکم کا مدار نہیں رکھا جا سکتا ۔

ہمارے نزدیک حضرت عائشہ کا قول ایک اور دلیل کے سبب بھی اس سلسلہ میں حجّت قرار پا سکتا ہے ، وہ یہ کہ خدائے تعالی قرآن حکیم میں فرماتا ہے :

اَلَم نَخلُقکُم مِّن مَّاءٍ مَّهِینٍ ۝ فَجَعَلنٰهُ فِی قَرَارٍ مَّکِینٍ ۝ اِلٰی قَدَرٍ مَّعلُومٍ ۝[۱۰]

یعنی "کیا نہیں پیدا کیا ہم نے تم لوگوں کو بے قدرے پانی سے ۔ پھر کر دیا ہم نے اس کو ٹھہرنے کی جگہ (رحم میں) ، مقررہ وقت تک ۔"

---

(۸) المغنی ، ابن قدامہ مقدسی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۶۷ ہجری ، جلد ۷ ، صفحات ۴۷۷-۷۸

(۹) فتح القدیر ، ابن ہمام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵۶ ہجری ، جلد ۳ ، **صفحہ ۳۱۰**
مجمع الانہر داماد آفندی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۷ ہجری ، جلد ۱ ، **صفحہ ۴۷۴**

(۱۰) المرسلت ، آیات ۲۲ - ۲۰

marfat.com

قرآن پاک کی یه آیت اس امر کے بیان میں "مجمل" هے که کب تک بچه رحم مادر میں رهے گا ؟ اور یه اصول تمام ائمه کے نزدیک تسلیم شده هے که اگر قرآن پاک کا کوئی حکم "مجمل" هو تو اس کی تفسیر یا بیان "خبراحاد" کے ذریعه ثابت هو سکتا هے ۔ البته اگر حکم مطلق هے تو احناف کے نزدیک "خبراحاد" اس حکم کی تفسیر یا بیان قرار نہیں دی جا سکتی ۔ دیگر ائمه کے نزدیک مطلق حکم کی صورت میں بھی "خبراحاد" اس کی تفسیر یا بیان قرار دی جا سکتی هے ۔

حضرت عائشهرض کا مندرجه بالا قول خبراحاد کے درجه میں هے اور یه قول مذکوره بالا آیت میں مذکور "مجمل حکم" کی تفسیر و بیان هے ۔ یه حدیث اگرچه موقوف هے ، لیکن حکم میں مرفوع کے هے ، کیونکه مقادیر کا تعین قیاس پر نہیں هو سکتا بلکه وه موقوف علی الوحی هے ۔ اس لیے حضرت عائشه رضی الله عنها محض اپنے قیاس اور رائے سے "الی قدر معلوم" کو دو سال سے تعبیر نہیں کرسکتی تھیں ، جب تک که انھوں نے آنحضرتؐ سے یه قول نه سنا هوتا ۔ بہرکیف ، حضرت عائشهرض کی مذکوره بالا حدیث کی بنیاد پر یه قول مفتی به هے که حمل کی انتہائی مدت دو سال هوسکتی هے ۔

شیعه نقطۂ نظر :

شیعه فقہاء کے نزدیک حمل کی کم از کم مدت ۶ ماه اور زائد سے زائد مدت ۹ ماه هے اور بعض کے نزدیک ۱۰ ماه تک اور بعض کے نزدیک یه مدت ایک سال تک هوسکتی هے۔ لیکن علاّمه نجم‌الدین ابی جعفر الحلّی نے اپنی مشہور تصنیف شرائع‌الاسلام میں ایک سال کے قول کو متروک لکھا هے ۔[11]

ممالک اسلامیه میں مدت حمل کا تعین :

مدت حمل سے متعلق ممالک اسلامیه میں جو قوانین پائے جاتے هیں

---

(۱۱) شرائع الاسلام ، نجم الدین الحلّی ، مطبوعه طهران ۱۳۷۷ھ ، صفحه ۱۹۹

marfat.com

ان کے تحت بالعموم مدت حمل کا تعین کم از کم چھ ماہ اور زائد سے زائد ایک سال تک پایا جاتا ہے ۔ سطور ذیل میں مختلف اسلامی ممالک کے رائج الوقت قوانین کے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جن سے اس مسئلہ سے متعلق جدید رجحانات کو سمجھنے میں مدد ملے گی ۔

مصر :

''دفعہ ۱۵ ۔ (مرد کے) انکار کی صورت میں زوجہ کا بچے کے لیے نسب کا دعوی مسموع نہ ہوگا ، جب کہ زوجین کے درمیان وقت عقد سے ملاقات ثابت نہ ہو اور نہ اس صورت میں جب کہ عورت نے اس بچے کو شوہر کے غائب ہونے سے ایک سال بعد جنا ہو اور نہ مطلقہ کا بچہ (بصورت انکار) شوہر کی طرف منسوب کیا جائے گا یا اس زوجہ کا بچہ جس کا شوہر مر چکا ہو اگر اس عورت نے طلاق یا وفات سے ایک سال کے بعد بچہ جنا ہو ۔[12]

عراق :

''دفعہ ۵۱ ۔ ہر زوجہ کا بچہ حسب ذیل دو شرطوں کے ساتھ اس کے شوہر کی طرف منسوب کیا جائے گا :

(۱) کہ زوجین کے عقد کو حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ گزر چکی ہو ۔[13]

(۲) زوجین میں ملاقات ممکن ہوئی ہو ۔

فصل ۶۹۔ بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا ، مرد کے انکار کی صورت میں، جب کہ زوجین کے درمیان ملاقات ثابت نہ ہو ، اور نہ اس بچے کا نسب ثابت ہوگا جس کو اس عورت نے شوہر کے غائب ہونے کے یا اس کی وفات کے یا تاریخ طلاق سے ایک سال کے بعد جنا ہو ۔

(۱۲) قانون المصری نمبر ۲۵ بابت ۱۹۲۹ع
(۱۳) قانون الاحوال الشخصیة ۱۹۵۹ع ، عراق

marfat.com

تیونس :

۱۷- جب زوجہ عقد کے بعد چھ ماہ کے اختتام پر یا اس کے بعد بچہ جنے تو بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد ۔۱۴

شام :

دفعہ ۱۲۸- حمل کی کم سے کم مدت ۱۸۰ یوم اور زائد سے زائد ایک سال شمسی ہے ۔۱۵

پاکستان میں مدت حمل کا تعین :

پاکستان میں حسب دفعہ ۱۱۲ قانون شہادت، ۱۸۷۲ع صحیح النسبی کے متعلق قطعی قیاس کے بارے میں حسب ذیل قانون نافذ ہے :

''یہ واقعہ کہ کوئی شخص (بچہ) اپنی ماں کے کسی مرد کے جائز نکاح میں رہنے کی حالت میں یا اس نکاح کے انفساخ سے ۲۸۰ یوم کے اندر پیدا ہوا اور اس اثناء میں اس کی ماں بے زوج رہی ، اس امر کا قطعی ثبوت ہوگا کہ وہ شخص (بچہ) اس مرد کا صحیح النسب بیٹا ہے ۔ بجز اس صورت کے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ زوجین کو کسی وقت بھی ایک دوسرے سے ملنے کا ایسا موقع نہ تھا کہ حمل قرار پا سکتا ۔''

مذکورہ بالا دفعہ کی روشنی میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس دفعہ سے صحیح النسبی کا اسلامی قانون متأثر ہوتا ہے یا نہیں ؟ الہ آباد ہائی کورٹ نے بمقدمہ سبط محمد بنام محمد (۱۹۲٦ع ، ۴۸ الہ آباد، ٦۲۵) یہ قرار دیا کہ اس دفعہ ۱۱۲ قانون شہادت ، ۱۸۷۲ع کے ذریعہ شرع اسلام کا جو قانون صحیح النسبی سے متعلق تھا ، منسوخ ہو جاتا ہے ۔ لاہور ہائی کورٹ نے بھی بمقدمہ مساۃ رحیم بی بی بنام چراغ دین (اے آئی آر ، لاہور ۱۹۳۰ع صفحہ ۹۷) یہی قرار دیا ۔

---

(۱۴) مجلّة الاحوال الشخصية ، تیونس

(۱۵) قانون احوال الشخصیہ ، شام

marfat.com

صحیح النسبی کے موضوع پر قانون شہادت اور اسلامی قانون کا موازنہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دفعہ بالا اسلامی قانون سے متصادم ہے جیسا کہ حسب ذیل سطور سے ظاہر ہو گا :

(۱) قانون شہادت ، ۱۸۷۲ ع کی دفعہ ۱۱۲ کی رو سے جو بچہ نکاح کے دوسرے دن پیدا ہو وہ صحیح النسب ہے اور اس سے پدری نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ حسب دفعہ بالا وہ بچہ مرد و عورت کے نکاح کی حالت میں پیدا ہوا ہے ، بجز اس صورت کے کہ والدین کو کسی وقت بھی باہم یک جائی کا ایسا موقع نہ ملا ہو کہ اس کا حمل قرار پا سکتا ، (واضح رہے کہ قانون شہادت ، ۱۸۷۲ ع کی دفعہ ۱۱۲ کم از کم مدت حمل کا تعین نہیں کرتی) جبکہ شرع اسلام میں عقد زوجیت کے بعد چھ ماہ کم سے کم مدت مقرر ہے ۔

(۲) قانون شہادت کی دفعہ ۱۱۲ کے تحت جائز نکاح میں رہنے کی حالت میں یا اس نکاح کے انفساخ کے بعد ۲۸۰ دن کے اندر اگر بچہ پیدا ہو گیا تو از روئے دفعہ مذکورہ صحیح النسب ہونے کا قطعی ثبوت ہو گا ، بجز اس صورت کے والدین کو باہم یکجائی کا ایسا موقع نہ ملا ہو کہ اس کا حمل قرار پا سکتا ۔ بالفاظ دیگر اگر ۲۸۰ یوم کے بعد (بطور مثال ۲۹۰ یوم کے بعد) بچہ پیدا ہوا تو صحیح النسبی کا قطعی ثبوت نہ ہو گا ۔ جب کہ شرع اسلام کے تحت احناف کے نزدیک اگر وہ بچہ حالت نکاح میں دو سال کی مدت میں پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا الاّ یہ کہ شوہر انکار کرے ۔

اسی طرح حنفی فقہ کی رو سے انفساخ نکاح کے ۲ سال کے اندر بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی صحیح النسب قرار دیا جائے گا الا یہ کہ عورت عدت

marfat.com

گزر جانے کا اقرار کر چکی ہو اور بچہ کی پیدائش تاریخ اقرار سے چھ ماہ بعد ہوئی ہو یا مرد انکاری ہو۔

اگرچہ بعض صورتوں میں دفعہ ۱۱۲ قانون شہادت سے امداد لی جا سکتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ "عدالت ایسے واقعہ کے وجود کا قیاس کر سکتی ہے جس کا وقوع میں آنا عدالت کی دانست میں محتمل ہو مگر اس میں وقوع واقعات کے فطری طریقے کا لحاظ کیا جائے گا۔" چنانچہ کلکتہ کے ایک مقدمے میں جو قانون شہادت کے اجراء سے قبل کا ہے عدالت نے ایک ایسے بچے کے متعلق جو تاریخ طلاق سے ۱۹ مہینے کے بعد پیدا ہوا تھا، شرع اسلام کے قاعدے کے اس جزو کو ماننے سے اس بناء پر انکار کر دیا کہ ایسے بچے کو (جو تاریخ طلاق سے ۱۹ ماہ بعد پیدا ہوا ہو) صحیح النسب قرار دینا فطری طریقہ کے خلاف ہے اور محالات سے ہے۔"[۱۶]

طبّی نقطۂ نظر :

وضع حمل کی مدت کے بارے میں متعدد اطباء نے اپنے طبّی تجربات کی روشنی میں اظہار خیال کیا ہے۔ چنانچہ شیخ بو علی سینا نے اپنی کتاب "القانون فی الطب"[۱۷] میں لکھا ہے کہ وضع حمل عام طور پر اور اکثر ۹ ماہ کی مدت میں ہوتا ہے اور کم سے کم سات ماہ اور زیادہ سے زیادہ مدت ۱۰ ماہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں شیخ نے محض طبی نقطۂ نگاہ سے طبعی وضع حمل کا ذکر کیا ہے۔ غیر طبعی طور پر یہ مدت کہاں تک ہو سکتی ہے اس کے متعلق قدیم اطباء کی کتابوں میں باوجود تلاش کوئی تفصیل نہ مل سکی۔

ایک انگریزی کتاب Origin of Life and Process of Reproduction کا مصنف Dr. F. Hollick بقراط، ارسطو، جالینوس اور شیخ کے حوالہ سے

(۱۶) اشرف علی بنام اسد علی، ۱۸۷۱ع، کلکتہ ویکلی رپورٹ، صفحہ ۲۶۰۔
(۱۷) مطبوعہ مصر، جلد ۲، صفحہ ۵۷۰۔

marfat.com

اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۳۵۴ پر لکھتا ہے کہ ان سب کے خیال میں وضع حمل کی مدت عام طور پر نو ماہ ہے لیکن کبھی یہ مدت ۱۰ ، ۱۱ اور ۱۲ اور بعض اوقات ۱۵ ماہ تک ہو سکتی ہے ۔

طبّی نقطۂ نظر سے وضع حمل عموماً دس قمری مہینوں میں ہوتا ہے ۔ اس طرح اوسطاً وضع حمل کی مدت ۲۶۶ دن ہوتی ہے ۔ یک جاعتی (single sexual exposure) حمل کی صورت میں یہ مدت ۲۶۹ دن شمار کی گئی ہے ۔ تاہم مغربی مصنّفین کے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت وضع حمل جس کا ریکارڈ موجود ہے، ۳۸۹ دن[18]، ۳۱۳ دن[19]، گیارہ ماہ[20]، اور ۳۳۰ سے ۳۴۲ دن[21] ہے ۔

ڈاکٹر عارف صدق (شام) نے اپنی کتات "الطب الشرعی" جلد اول ، صفحہ ۱۲۲ میں تحریر کیا ہے کہ اس معاملے میں کوئی یقینی مدت ایسی نہیں ہو سکتی جس کا تعین کیا جا سکے۔ ہر کیس انفرادی نوعیت رکھتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ ہر عورت کے حیض کے دور پر اس کا انحصار ہوتا ہے عام طور پر وضع حمل کی مدت دس دور یعنی ۲۸۰ دن ہوتی ہے جب کہ حیض کا ایک دور ۲۸ دن کا ہوتا ہے ۔

نتیجۂ فکر :

اگرچہ طبّی نقطۂ نظر سے بچہ کا دو سال میں پیدا ہونا نادرالوجود ہے لیکن ائمہ و فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ طب کی بنیاد پر فتویٰ جائز نہیں ۔ یعنی طب کسی شرعی حکم میں قول فیصل قرار نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی اسے شرعی حکم کی اساس قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اسلام اپنے

(18) Ralph c. benson (hand-book of Obst. and Gyn-1964) Page 47-52.

(19) Medical Examiner, June 1946 with ref. of Origin of Life and process of reproduction. Page 354-355.

(20) Medical Gazette, with ref : of Origin of Life and Process of reproduction Page 355.

21) Legal Medicine by Maj. Collis (1902) Page 230-25.

marfat.com

بنیادی اخلاقی تصورات کے تحت بچہ کو صحیح النسب قرار دینے میں معمولی سے معمولی حجّت کو بھی گوارا کرتا ہے تاکہ بچے کو اپنے والدین کی صحیح اولاد تسلیم کیا جا سکے ۔ اس میں بہت سے سماجی فوائد اور تحفّظات مضمر ہیں ۔ اسی لیے شرع اسلام میں نکاح فاسد و وطی بالشبہ کو بھی ثبوت نسب کی حجّت قرار دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد "الولد للفراش و للعاھر الحجر" ثبوت نسب کے سلسلے میں ایک اساس کی حیثیت رکھتا ہے ۔ چنانچہ فقہاء امت نے مسئلہ کی تفصیلات مرتب کرنے میں پوری توجہ اس طرف مرکوز کی ہے کہ بچہ صحیح النسب قرار دیا جائے۔ اس پس منظر میں جب ہم زائد سے زائد مدت حمل کے مسئلے کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ فقہاء نے بعید الوقوع یا نادرالوجود صورتوں کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ ہمارے نزدیک حمل کی مدت کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی محوّلہ بالا حدیث پر اس مسئلہ کا مدار رکھنا ہی انسب اور قرین صواب ہے ۔ وضع حمل کی زائد سے زائد مدت دو سال قرار دینے کا منشاء یہ ہے کہ محض کسی عورت کا ایک سال سے زائد (اور یہ مدت دو سال تک ہو سکتی ہے) مدت میں بچے کو جننا بجائے خود مرد کے انکار کے قائم مقام نہ ہو ۔

لیکن ساتھ ہی یہ امر مسلّمہ ہے کہ دو سال میں وضع حمل کے واقعات شاذ ہی دیکھنے میں آتے ہیں ۔ بنا بریں اس خطرہ کے سدباب کے لیے کہ ولدالزنا جائز النسب کا مقام حاصل نہ کرے ، اسلامی ممالک میں ایک سال کی مدت ، حمل کی زائد سے زائد مدت ، قرار دی گئی ہے ، اس کی بنیاد محض شواہد اور روز مرہ پیش آنے والے واقعات پر رکھی گئی ہے ۔ لیکن اس میں احتیاط کے پہلو کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جس کو فقہاء امت نے بطور خاص ملحوظ رکھا ہے ۔

marfat.com

ثبوت نسب به حکم شرعی

۱۴۷- جب کسی مرد اور عورت میں بلا شک و شبہ ازدواجی تعلق (خواہ صحیح ہو یا فاسد) مشہور اور معروف طریقے پر قائم ہو کر شرع اسلام کے مقررہ اصول کے مطابق بچے کی پیدائش ہوئی ہو تو بحکم شرعی بچہ صحیح النسب کہلائے گا۔

تشریح

ثبوت نسب کے لیے دو طریقے معمول بہ ہیں۔ ایک قطعی اور دوسرا ظنّی۔ ان کو حجّت قطعی اور حجّت ظنی بھی کہا جاتا ہے۔ حجت قطعی سے مراد حکم شرعی ہے یعنی ایسی حجت جس سے شرعاً نسب ثابت ہو جائے۔

۱- چنانچہ اگر ایک مرد ایک عورت سے نکاح کرے اور چھ ماہ سے کم میں اس کے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ اولاد بحکم شرعی اس شوہر کی نہ ہو گی، کیونکہ حمل اس کے نکاح سے پہلے قائم ہوا ہے اور وہ حمل اس کے نطفے سے نہ ہو گا کیونکہ حمل کی مدت چھ ماہ سے کم نہیں ہے اور اگر پورے چھ ماہ یا چھ ماہ سے زائد عرصے میں اولاد پیدا ہو تو وہ اولاد اسی شوہر کی ہو گی کیونکہ عورت کا بہ قیام نکاح فراش ہونا بھی موجود ہے اور حمل کی مدت پوری ہے۔[۲۲]

۲- جس عورت کو اس کے شوہر نے رجعی طلاق دی ہو اس کے دو سال یا اس سے زیادہ مدت میں بچہ پیدا ہوا۔ ایسی صورت میں اگر اس عورت نے اس مدت کے دوران اپنی عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو تو بحکم شرعی بچے کا نسب طلاق دینے والے شوہر سے ثابت ہو گا۔ لیکن اگر اس عورت نے طلاق کی اتنی مدت کے بعد جس میں عدت پوری ہو سکتی ہے عدت گزر جانے کا اقرار کر لیا ہو تو بچے کا نسب طلاق دینے والے

---

(۲۲) کنزالد قائق، عبداللہ نسفی، مطبع مجتبائی، دھلی، ۱۳۳۸ ھجری، صفحہ ۱۵۰۔ المختصر، القدوری، علامہ ابوالحسن قدوری، صفحہ ۱۷۲

marfat.com

شوهر سے ثابت نہ هو گا - الا یہ کہ مرد دعویٰ کرے کہ وہ بچہ اسی کا هے -[۲۳] البتہ اگر چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا هوا هو تو نسب ثابت هو جائے گا اس لیے اقرار کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا هونا اس امر کی دلیل هے کہ بچے کا حمل عدت گزرنے سے قبل قرار پایا هوا تھا -[۲۴]

۳- ایسی عورت کے بچے کا نسب جس کو بائن طلاق دی گئی هو شوهر سے اس وقت ثابت هو گا جب کہ بچے کی پیدائش دو سال سے کم مدت میں هوئی هو-[۲۵] کیونکہ اس صورت میں یہ تصور کیا جا سکتا هے کہ حمل طلاق سے پہلے قرار پایا تھا, لیکن اگر تفریق کے پورے دو سال بعد بچہ پیدا هوا تو نسب ثابت نہ هو گا الّا یہ کہ شوهر بچے کا دعویٰ کرے- البتہ اگر دو سال هوتے هی بچہ پیدا هو گیا (یعنی دو سال سے ایک لمحہ بھی زائد نہ هو سکا) تو بچے کا نسب ثابت هو جائے گا -[۲٦]

۴- بیوہ عورت کے بچے کا نسب اس کے شوهر کی وفات سے دو برس کے اندر ثابت هو گا -[۲۷] اگر اس عورت نے چار ماہ دس یوم ختم هونے کے بعد عدت ختم هونے کا اعلان کر دیا پھر پورے چھ ماہ کے بعد اس کے بچہ پیدا هوا تو متوفی سے اس کا نسب ثابت نہ هو گا - اور اگر چھ ماہ سے

---

(۲۲) کنزالدقائق' عبداللہ نسفی ، مطبع مجتبائی ، دهلی ، ۱۳۳۸ هجری ، صفحہ ۱۴۹
شرح وقایہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۵٦
هدایہ ، برهان الدین مرغینانی ، مطبوعہ دهلی ، جلد ۲ صفحہ ۴۳۰

(۲۴) فتح القدیر، ابن همام، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵٦ هجری ، جلد ۳ ، صفحات ۱-۳۰۰
مجمع الانهر، داماد آفندی‌مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ هجری ، جلد ۱، صفحہ ۴۷۴

(۲۵) المختصر ، القدوری ، المطبعة الجالیہ ، ۱۳۳۰ هجری ، صفحہ ۱۷۱

(۲٦) هدایہ ، برهان الدین مرغینائی ، مطبوعہ دهلی ، جلد ۲ ، صفحہ ۴۳۰
فتح القدیر، ابن همام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵٦ هجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۰۳
شرح وقایہ ، جلد ۲ ، صفحات ۵۷-۱۵٦

(۲۷) هدایہ اولین ، برهان الرین مرغینائی ، مطبوعہ دهلی ، جلد ۲ ، صفحہ ۴۳۱

marfat.com

کم میں پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا ۔[۲۸]

امام مالک و امام شافعی کے نزدیک حیض اور طہر (زمانۂ پاکی) والی عورت جو عدت میں ہو جب اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار کر لے اور اس اقرار کے بعد پورے چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصے میں اس کے بچہ پیدا ہو تو ۴ سال تک کی درمیانی مدت میں بچے کے پیدا ہو جانے کی صورت میں بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا بشرطیکہ اس نے دوسرا نکاح نہ کیا ہو ۔ لیکن امام احمد ابن حنبل کے نزدیک ایسی صورت میں بچے کا حمل اس شوہر سے ثابت نہ ہوگا ۔ (مگر بعض حنبلی فقہاء مثلاً خرقی وغیرہ اس مسئلے میں امام مالک اور شافعی کے ہم خیال ہیں) اسی طرح حنبلی فقہ کی کتاب المغنی میں لکھا ہے کہ اگر آئسہ (وہ عورت جس کو حیض نہ آتا ہو) یا وہ عورت جو اپنے شوہر کی وفات کی عدت میں ہو تو اس کی عدت گزر جانے کے اقرار کے بعد اگر ۴ سال سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا ۔ اور یہ پیدائش اس عورت کے اقرار کے جھوٹے ہونے کا سبب قرار دی جائے گی ۔[۲۹]

۵ ۔ اگر کسی عورت کا شوہر انتقال کر گیا ہو تو شوہر کے انتقال کے وقت سے دو سال کی مدت کے اندر جس وقت بھی بچہ پیدا ہو گا اس کا نسب متوفی کی طرف منسوب کیا جائے گا ۔[۳۰] لیکن امام زفر کے قول کے مطابق وفات کی عدت (چار ماہ دس یوم) گزرنے کے بعد اگر چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں ۔ لیکن

---

(۲۸) ہدایہ اولین ، برہان الدین مرغینانی ، مطبوعہ دھلی ، جلد ۲ ، صفحہ ۴۳۱
فتح القدیر ، ابن ہمام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵۶ ہجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۰۳
کنز الدقائق ، عبداللہ نسفی ، مطبع مجتبائی دھلی ، ۱۳۳۸ ہجری ، صفہ ۱۴۹
المختصر ، القدوری ، المطبعة الجالیه ، ۱۳۳۰ ہجری، صفحہ ۱۷۲

(۲۹) المغنی، ابن قدامه مقدسی ، مصبوعه مصر ، ۱۳۶۷ ہجری ، جلد ۷ ، صفحه ۴۷۹

(۳۰) المختصر ، القدوری ، المطبعة الجالیة ، ۱۳۳۰ ہجری ، صفحه ۱۷۲

marfat.com

اگر یہ لڑکی بالغہ نہ تھی بلکہ قریب البلوغ تھی اور شوہر کی وفات کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا ، اگر یہ بچہ کل دس ماہ دس یوم سے کم مدت میں پیدا ہوا ہے تو متوفی سے نسب ثابت ہوگا اور اگر اس کے بعد پیدا ہوا تو نسب ثابت نہ ہوگا ۔ کیونکہ چار ماہ دس یوم وفات کی عدت ہے اور حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ ہے لہذا اگر اس کل یعنی دس ماہ دس یوم کے اندر بچہ پیدا ہوا تو یہ اس امر کی دلیل ہوگی کہ عدت میں استقرار حمل ہو چکا تھا ۔[۳۱]

۶ ۔ اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کی تاریخ سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو جائے تو ایسے بچے کا نسب اس شوہر سے ثابت نہ ہوگا اس لیے کہ اس صورت میں نکاح سے پہلے حمل قرار پانا واضح ہے ۔ البتہ اگر پورے چھ ماہ یا اس سے زیادہ مدت میں بچہ پیدا ہوا تو بحکم شرعی نسب ثابت ہوگا خواہ شوہر اقرارکرے یا نہ کرے یا خاموش رہے ۔ لیکن اگر شوہر نے انکار کیا کہ یہ بچہ اس عورت کے نہیں پیدا ہوا اور دایہ نے اس کی ولادت کی گواہی دے دی تو نسب ثابت ہو جائے گا اور بچے کی صحیح النسبی کے انکار سے شوہر پر لعان واجب ہو جائے گا ۔[۳۲]

ملک شام کا قانون :

ثبوت نسب کے بارے میں ملک شام میں حسب ذیل قانون رائج ہے :

دفعہ ۱۲۹ ۔ (۱) ہر اس زوجہ کے بچے کا نسب ، جو نکاح صحیح میں ہو ، اپنے شوہر سے حسب ذیل دو شرائط کے ماتحت ثابت ہوگا :

(الف) یہ کہ زوجین کے عقد نکاح کو حمل کی کم از کم مدت (چھ ماہ) گزر چکی ہو ۔

(۳۱) مجمع الانہر ، داماد آفندی مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۷ ہجری ، جلد ۱ ، صفحہ۴۷۷

(۳۲) فتح القدیر ، ابن ہمام مطبوعہ مصر ، ۱۳۵۶ ہجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۰۸
مجمع الانہر ، داماد آفندی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۷ ہجری ، جلد۱ ،صفحہ۴۷۷

marfat.com

(ب) یہ کہ ظاہر طور پر زوجین کے درمیان عدم ملاقات ثابت نہ ہو ۔ مثلاً یہ کہ زوجین میں سے کوئی ایک قید خانے میں ہو یا حمل کی انتہائی مدت تک کسی دور دراز شہر میں ہو۔

(۲) اگر مندرجہ بالا دو شرائط میں سے کوئی بھی شرط نہ پائی جائے تو بچے کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا الا یہ کہ شوہر اس بچے کے نسب کا اقرار کرے اور اس بچہ کا دعویٰ کرے ۔

(۳) جب یہ دونوں شرطیں پائی جائیں تو بچے کے نسب کی شوہر سے نفی نہ کی جائے گی ، مگر لعان کے ذریعہ سے (اس بچہ کے نسب کی نفی کی جا سکے گی) ۔

دفعہ ۱۳۰ ۔ اگر مطلقہ یا بیوہ نے اپنی عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو تو اس کے بچے کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہو جائے گا ، بشرطیکہ اس عورت نے اس بچے کو تاریخ طلاق یا وفات سے ایک سال کے اندر جنا ہو اور اگر ایک سال سے زیادہ میں جنا تو اس بچے کا نسب اس شوہر سے ثابت نہ ہوگا الا یہ کہ شوہر (بصورت طلاق) اس کا دعویٰ کرے یا (بصورت وفات) اس کے ورثاء اس بچے کا دعوی کریں ۔

دفعہ ۱۳۱ ۔ مطلقہ یا بیوہ جس نے عدت گزرنے کا اقرار کر لیا ہو ان دونوں کے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا جب کہ وہ (مطلقہ یا بیوہ) وقت اقرار سے ۱۸۰ یوم سے کم میں یا وقت طلاق یا موت سے ایک سال سے کم میں بچہ جنیں ۔

دفعہ ۱۳۲ ۔ (۱) اس بچے کا نسب جو نکاح فاسد میں دخول کے بعد پیدا ہوا ہو شوہر سے ثابت ہو جائے گا ، بشرطے کہ وہ بچہ تاریخ دخول سے ۱۸۰ یوم یا اس سے زائد دنوں میں پیدا ہوا ہو ۔

(۲) اگر اس بچے کی ولادت متارکت یا تفریق کے بعد ہوئی ہو تو

marfat.com

اس کا نسب ثابت نہ ہوگا الا یہ کہ وہ عورت اس بچے کو تاریخ متارکت یا تفریق سے ایک سال کے اندر جنے۔

دفعہ ۱۳۳ - (۱) وہ عورت جس کے ساتھ شبہ میں وطی (صحبت) کی گئی ہو اگر وہ کم از کم مدت حمل اور زائد از زائد مدت حمل کے درمیان بچہ جنے ۔ تو اس کا نسب وطی کرنے والے مرد سے ثابت ہوگا۔[۳۳]

ثبوت نسب بذریعہ دعوی

۱۴۸ - کسی مرد اور عورت میں شریعت اسلامیہ کے مطابق ازدواجی تعلق قائم ہو کر بچے کی صحیح النسبی بذریعہ دعوی ثابت ہو سکتی ہے ۔

تشریح

قیام نسب کے لیے دوسرا ذریعۂ ثبوت دعوی ہے ۔ چنانچہ اگر ایک شخص کسی لڑکے سے متعلق یہ دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے ۔ اس کے بعد اس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے بعد لڑکے کی ماں یہ کہے کہ میں متوفی کی زوجہ ہوں تو یہ عورت متوفی کی زوجہ متصور ہوگی اور وہ لڑکا اس شخص کا بیٹا مانا جائے گا[۳۴] بشرطے کہ اس شخص کا اس لڑکے کے متعلق یہ دعوی کرنا کہ یہ اس کا بیٹا ہے عادتاً محال نہ ہو ۔ مثلاً یہ کہ اس شخص اور بیٹے کی عمر میں ایسا تفاوت نہ پایا جائے کہ اس لڑکے کا اس شخص کا بیٹا ہونا عادتاً محال ہو جیسے کہ مرد کی عمر ۲۵ سال ہو اور لڑکے کی عمر ۲۰ سال ۔

اگر ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور اس زوجہ کے دو

(۳۳) قانون الاحوال الشخصیہ ، شام

(۳۴) فتح القدیر ، ابن ہمام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵٦ ہجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۰۹
کنز الدقائق ، عبداللہ نسفی ، مطبع مجتبائی ، دھلی ، ۱۳۳۸ ہجری ، صفحہ ۱۵۴
شرح وقایہ ، جلد ۳ ، صفحہ ۱٦۷
ھدایہ ، برھان الدین مرغینانی ، مطبوعہ دھلی ، جلد ۲ ، صفحہ ۴۳۳
مجمع الانہر ، داماد آفندی ، مطبوعہ، مصر ، ۱۳۲۷ ہجری ، جلد ۱ صفحہ ۴۷۹
بدائع الصنائع،امام کاسانی، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۸ ہجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۲۱۷

marfat.com

سال یا اس سے زائد میں بچہ پیدا ہوا اور شوہر اس بچے کے متعلق یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا بچہ ہے تو اس بچے کا نسب اس شخص سے ثابت ہو جائے گا ۔[۳۵]

نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچے کی پیدائش کی صورت میں بچے کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا الا یہ کہ وہ (مرد) اس بچے کا دعویٰ کرے (کہ وہ اس کا ہے) اور یہ نہ کہے کہ وہ زنا کا نتیجہ ہے ۔

یہی صورت اس وقت ہوگی جب کہ ایک زانی شخص نے اس عورت سے نکاح کیا ہو جس کے ساتھ اس نے زنا کیا ہے ، درآں حالیکہ وہ عورت اس مرد سے حاملہ تھی اور نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا ہو تو اس بچے کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا الاّ یہ کہ وہ مرد اس بچے کا دعویٰ کرے اور یہ نہ کہے کہ بچہ زنا کا نتیجہ ہے ۔

نسب بذریعہ شہادت

۱۴۹ - بچے کی صحیح النسبی کا قیاس ان حالات سے کیا جا سکتا ہے جن سے اس کے والدین میں نکاح کا ہونا قیاس کیا جا سکتا ہو :

(الف) کسی مرد اور عورت میں ازدواجی تعلق قائم ہو کر شریعت اسلامیہ کے مقررہ اصول میں شک و شبہ کے احتمال کے ساتھ بچے کی پیدائش ہوئی ہو تو اس کا نسب بذریعہ حجت ظنی (شہادت و قیاس) ثابت کیا جا سکتا ہے ۔

(ب) قیام نسب کے سلسلے میں شرعی اثبات کے تمام وسائل قبول کیے جائیں گے ۔

تشریح

ثبوت نسب کا تیسرا ذریعہ شہادت ہے ۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ

(۳۵) فتح القدیر ابن ہمام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵۶ ہجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۰۳
مجمع الانہر ، داماد آفندی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۷ ہجری ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۷۶

marfat.com

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " عورتوں کی شہادت جائز ہے ان امور میں جن کے دیکھنے کی مرد اہلیت نہیں رکھتے ۔" اگرچہ اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے لیکن اس کو ابن ابی شیبہ نے ابن شہاب زہری سے روایت کیا اور کہا ہے کہ زہری نے فرمایا کہ "اس بات پر سنت جاری ہوئی کہ ان امور میں عورتوں کی شہادت جائز ہے جن (امور) پر سوا عورتوں کے کوئی اطلاع نہیں پاتا ۔" اس حدیث کو دار قطنی نے محمد بن عبدالملک واسطی کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور محمد بن عبدالملک نے اعمش سے اور انھوں نے ابی وائل سے اور انھوں نے حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ "نبی صلعم نے دایہ کی شہادت جائز قرار دی ۔" چنانچہ اگر شوہر بقیام نکاح بچے کی ولادت سے انکار کرتا ہے تو ایک دائی کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا ۔

امام محمد ایشیبانی نے بھی اپنی کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی بھی بچہ کے رونے پر (ولادت کے وقت) عورتوں کی شہادت کو جائز سمجھتے تھے ۔

البتہ مطلقہ کے بطن سے پیدا شدہ بچہ کے نسب کے بارے میں مرد کے انکار کی صورت میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین میں اختلاف ہے ۔ امام ابویوسف و امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ مطلقہ عورت نے دوران عدت بچہ جنا اور عدت موجود ہونے کے سبب وہ اپنے شوہر کی فراش ہے اور فراش ہونے سے نسب لازم ہو جاتا ہے لہذا نسب ثابت کرنے کی ضرورت نہیں اور بصورت انکار اگر ضرورت ہے تو یہ کہ بچہ اسی عورت نے جنا ہے اور یہ بات ایک عورت (دائی) کی گواہی سے ثابت ہو جائے گی ، جیسا کہ نکاح قائم رہنے کی صورت میں بالاتفاق ثابت ہو جاتی ہے ۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مطلقہ عورت نے وضع حمل کا اقرار کیا تو عدت گزر گئی اور گزری ہوئی چیز حجّت نہیں ہوتی ، لہذا نئے

marfat.com

سرے سے نسب ثابت کرنے کی ضرورت لاحق ہوگی ۔ اس لیے مکمل گواہی شرط ہے ۔ بالفاظ دیگر وضع حمل کے ساتھ ہی عدت گزر جانے کے بعد عورت اجنبیہ ہو گئی اور اجنبیہ کے بچے کا نسب اس کے سابق شوہر سے ثابت کرنے کے لیے حجّت یعنی شہادت شرعی (مکمل شہادت) قائم ہونی چاہیے جو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں پر مشتمل ہو ۔ یعنی اگر معتدّہ (وہ عورت جو عدت میں ہو) کے اولاد پیدا ہو اور شوہر منکر ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو مرد یا دو عورتیں اور ایک مرد کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا ۔ لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک ایک دائی کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا ۔ البتہ اگر حمل ظاہر ہو یا شوہر حمل کا اقرار کرے تو بلا شہادت نسب ثابت ہوگا ۔[۳۶]

اگر شوہر بچے کی ولادت سے انکاری ہے تو دائی کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا ۔ شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ اگر معتدّہ عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے لڑکا جنا اور شوہر نے اس کی ولادت سے انکار کیا تو اگر قبل ولادت حمل ظاہر نہ تھا اور نہ ہی شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ثبوت نسب کے لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عوتوں کی گواہی ضروری ہوگی ۔ لیکن صاحبین کے نزدیک صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے ۔[۳۷]

۴ ۔ امام شافعی کے نزدیک چار عورتوں کی گواہی شرط ہے ۔ امام مالک کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے ۔ علماء حنفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ اگر نکاح قائم ہو تو ایک دائی کی گواہی سے نکاح

---

(۳۶) المختصر ، القدوری ، المطبعة الجالیة ، ۱۳۳۰ ہجری ، صفحہ ۱۷۲
ہدایہ ، برہان الدین مرغینانی ، مطبوعہ دہلی ، جلد ۲ صفحہ ۴۳۱
(۳۷) شرح وقایہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۶۰
ہدایہ ، برہان الدین مرغینانی ، مطبوعہ دہلی ، جلد ۲ ، صفحہ ۴۳۱

marfat.com

ثابت ہو جائے گا لیکن اختلاف موت اور طلاق کی صورت میں ہے چنانچہ موت اور طلاق کی صورت میں اکیلی دائی کی گواہی سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک نسب ثابت نہ ہوگا ، جب کہ صاحبین کے نزدیک ایک دائی کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا ۔

خلاصۂ بحث :

مندرجہ بالا نظائر کا خلاصہ یہ ہے کہ معتدہ عورت خواہ معتدۂ طلاق ہو یا معتدۂ وفات ، طلاق رجعی ہو یا بائن ، بچے کا نسب اس کے باپ سے (بصورت انکار) اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کہ اس عورت سے بچے کی پیدائش پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں یا پہلے سے حمل ظاہر ہو یا شوہر نے اپنی زوجہ کے حاملہ ہونے کا اقرار کر لیا ہو ۔ یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے ۔

صاحبین کے نزدیک تمام صورتوں میں صرف ایک عورت کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا ۔ چونکہ عدت کے قیام کی بناء پر عورت کا فراش ہونا ثابت ہے جو نسب لازم کرنے کے لیے کافی ہے اور صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ یہ تعین کیا جائے یا قرار دیا جائے کہ بچہ اسی عورت کا ہے ۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عورت کے وضع حمل کا اقرار کرنے سے شرعاً عدت ختم ہوگئی اور جو چیز گزر چکی ہے وہ آئندہ حکم کے لیے حجت نہیں ہو سکتی ۔ لامحالہ ثبوت نسب کے لیے کامل حجت کی ضرورت پیش آئے گی ۔ چنانچہ حجت بذریعۂ شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں ، بخلاف اس صورت کے جب واضح طور پر حمل موجود ہو یا شوہر نے حمل کا اقرار کر لیا ہو کیونکہ نسب کا ثبوت پہلے سے موجود ہے اب شہادت کی ضرورت صرف اس لیے ہوگی کہ یہ تعین کیا جائے کہ بچہ اسی عورت کے بطن سے پیدا ہوا ہے ۔

marfat.com

اگر معتدۂ وفات کے بچہ پیدا ہو جس کی تصدیق متوفی کے ورثاء کر دیں اور شہادت کوئی بھی موجود نہ ہو تو اس صورت میں تمام ائمہ کا اتفاق ھے کہ ورثاء کے حق میں بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا ۔ البتہ دیگر اشخاص کے حق میں بچے کا نسب ثابت ہو گا یا نہیں ، اس میں اختلاف ھے ۔ بعض فقہاء کے نزدیک اگر متوفی کے ورثاء شہادت کے اھل ھیں تو دیگر تمام افراد کے حق میں بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا ایسی صورت میں بعض فقہاء کے نزدیک یہ شرط ھے کہ متوفی کے ورثاء نے تصدیق نسب شہادت کے لفظ کے ساتھ کی ہو لیکن بعض فقہاء کے خیال میں تصدیق اور اقرار کے لیے شہادت کے لفظ کا استعمال ضروری نہیں اور یہی نقطۂ نظر صحیح تسلیم کیا گیا ھے ۔[۳۸]

ایک عورت کے بچہ پیدا ہونے کے بعد زوجین میں اختلاف پیدا ہو گیا ۔ شوہر نے کہا کہ اسے نکاح کیے ہوئے صرف چار ماہ گزرے ھیں عورت نے کہا چھ ماہ ہو گئے ۔ ایسی صورت میں عورت کا قول معتبر ہو گا ، کیونکہ یہاں ظاہر حال کی شہادت عورت کے حق میں ھے یعنی یہ کہ بچے کی پیدائش نکاح کے تحت مانی جائے نہ کہ زنا کا نتیجہ ہو ۔[۳۹]

اگر عورت مطلقہ بائنہ یا بیوہ ہو اور اس کے بطن سے اولاد پیدا ہو اور اس کا شوہر یا بصورت وفات اس کے ورثاء اس بچے کے نسب کا انکار کریں اور اولاد دو برس سے کم میں ہوئی ہو اور اس عورت نے عدت کے گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں نسب کی شہادت دے دیں یا حمل ظاہر ہو یا وارث اس کو سچا بتائیں تو وہ اولاد اسی شوہر کی ہوگی ۔[۴۰]

---

(۳۸) فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۲۰۶-۷
مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۹ ہجری، جلد ۱، صفحہ ۴۷۷
(۳۹) فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۰۹
(۴۰) کنزالدقائق، عبداللہ نسفی، مطبع مجتبائی دھلی، ۱۳۳۸ ہجری، صفحہ ۱۴۹-۵۰

marfat.com

نسب بذریعہ اقرار

۱۵۰ - جب کسی بچے کا نسب غیر متعین ہو تو شرع اسلام کے مطابق اقرار کے ذریعہ نسب ثابت کیا جا سکے گا - مگر لازم ہے کہ اس اقرار کا اثر ، سوائے ماں باپ اور بچے کے ، دیگر اشخاص پر ان کی تصدیق کے بغیر نہ پڑے گا -

تشریح

جب کسی بچے کا نسب بطریق معمول اپنے باپ سے ثابت نہ ہو یعنی یہ امر ثابت نہ ہو کہ اس کا نطفہ قرار پکڑنے کے وقت اس کے والدین میں صحیح ازدواجی تعلق قائم تھا ، تو شرع اسلام کے تحت اقرار بالنسب کے ذریعہ نسب ثابت کیا جا سکتا ہے لیکن اگر بچہ کا کسی دیگر شخص کے تعلق سے صحیح النسب ہونا ثابت ہو جائے تو اقرار نسب غیر موثّر ہو گا - بالفاظ دیگر اقرار بالنسب کے اصول کا اطلاق صرف ایسی صورت میں ہو گا جب کہ نسب غیر متعین اور مبہم ہو -

اقرار بالنسب کی شرائط :

اقرار بالنسب کا بنیادی اصول یہ ہے کہ صحیح النسبی شرعاً ، عادتاً اور عرفاً ممکن ہو مثلاً باعتبار عمر وہ شخص اس بچے کا باپ ہو سکتا ہو، وہ عورت محرمات میں سے نہ ہو اور وہ بچہ کسی دوسرے شخص کی مشہور و معروف اولاد نہ ہو -

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اقرار بالنسب کے اصول کی حیثیت ایک قاعدۂ شہادت کی نہیں ہے بلکہ یہ قانون اصلی (substantive law) کا ایک جزو ہے - چنانچہ اقرار بالنسب کے سلسلے میں عدالتوں کو اسلامی احکام فقہ پر عمل پیرا ہونا چاہیے -

اقرار بالنسب کا صریح ہونا ضروری نہیں اگر ایک شخص عادتاً اور علانیہ طور پر اس بچے کے ساتھ مثل اپنی صحیح النسب اولاد کے سلوک کرتا رہا ہے تو اس واقعہ سے صحیح النسبی کا قیاس کیا جا سکتا ہے -

marfat.com

اسلامی ممالک میں اقرار بالنسب کے احکام

عراق :

دفعه ۵۲- (۱) اقرار فرزندی اگرچه مرض الموت میں کیا جائے مجہول النسب کے واسطے ثبوت نسب کا موجب ہوگا ، جب که اس اقرار کے ساتھ مقر کا مثل اس مقرله کے لڑکا پیدا ہو سکتا ہو -

(۲) جب که مقر شادی شده یا معتده عورت ہو تو اس کے بچے کا نسب اس کے شوہر سے ثابت نه ہوگا مگر ساتھ شوہر کی تصدیق یا گواہی کے -

۳- مجہول النسب کا کسی کے بارے میں باپ یا ماں ہونے کا اقرار کرنے سے اس اقرار سے نسب ثابت ہو جاتا ہے ، جب که مقرله اس کی تصدیق کر دے اور وہ لڑکا ایسا ہو که اس کا مثل پیدا ہو سکتا ہو اس مقر کے -

(۴) اقرار کرنا ساتھ نسب کے علاوہ بیٹے ہونے کے ، باپ ہونے کے اور ماں ہونے کے ، نہیں سرایت کرے گا غیر مقر پر (یعنی جس شخص نے اقرار کیا ہے اس کے سوائے دوسرے اشخاص پر اس کے اقرار کا اثر نه پڑے گا) الّا یه که دوسرا شخص (جس پر اثر پڑے) اس کی تصدیق کرے - [۴۱]

شام :

دفعه ۱۳۴-(۱) مجہول النسب کے لیے اس کا نسب اقرار کننده سے ثابت ہو جاتا ہے واسطے فرزندی کے اقرار سے خواہ وہ مرض الموت میں ہو ، جب که عمر میں ایسا فرق ہو جو اس فرزندی کا احتمال رکھتا ہو -

(۲) جب که اقرار کننده عورت منکوحه یا معتده ہو تو بچے کا

---

(۴۱) قانون الاحوال الشخصیه

marfat.com

نسب ثابت نہیں ہوتا ہے مگر ساتھ باہمی تصدیق کے یا بذریعہ گواہی کے۔

دفعہ ۱۳۵- اگر کوئی مجہول النسب کسی کے متعلق یہ اقرار کرے کہ وہ اس کا باپ یا ماں ہے تو اس کا نسب اس مرد یا عورت سے ثابت ہو جائے گا جب کہ مقرلہ (جس کے لیے اقرار کیا جائے) نے اس کی تصدیق کی ہو اور دونوں کے درمیان عمر میں ایسا تفاوت پایا جائے جو اس تعلق کا احتمال رکھتا ہو۔

دفعہ ۱۳۶- کسی شخص کے بارے میں فرزند ، باپ یا ماں ہونے کے اقرار کا اثر غیر مقر پر نہیں ہوگا الّا اس (شخص) کی تصدیق کے۔[۴۲]

عدالتی فیصلے :

بمقدمہ محمد عظمت بنام لالی بیگم پریوی کونسل نے یہ تحریر کیا کہ متعدد مقدمات میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اقرار بالنسب کا صریح ہونا ضروری نہیں ہے۔ ایک مسلمان کا اپنی اولاد کے نسب کا اقرار اس کے علانیہ پدرانہ برتاؤ سے لگایا جا سکتا ہے۔[۴۳]

اقرار بالنسب اور بار ثبوت کے سلسلے میں پریوی کونسل نے بمقدمہ حبیب الرحمٰن بنام الطاف علی اس مسئلہ میں تفصیل کے ساتھ لکھتے ہوئے کہا کہ چونکہ مسلمانوں میں بغیر کسی رسم کے نکاح منعقد ہوتا ہے ، اس لیے براہ راست نکاح کا ثبوت ہر حالت میں دستیاب ہونا مشکل ہے۔ جہاں نکاح کا بلا واسطہ ثبوت نہیں مل سکتا ، وہاں قیاسی ثبوت کافی متصور ہوتا ہے۔ بالواسطہ یا قیاسی ثبوت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اولاد کی صحیح النسبی کا اقرار کیا جائے۔ یہ اقرار نہ صرف فرزندی بلکہ صحیح النسب فرزندی کا ہونا چاہیے۔ نیز یہ کہ اقرار مذکور ظاہراً نا ممکنات میں سے نہ ہو۔ جب شرائط مذکور مکمل ہو جاتی ہیں تو اقرار کی وقعت محض

(۴۲) ۱۸۸۱ء آئی۔ اے۔
(۴۳) قانون الاحوال الشخصیہ

marfat.com

شہادتی بیان سے بالاتر ہو کر نکاح کا قیاس قائم کرتی ہے اس قیاس سے زوجہ اور بیٹا دونوں بحیثیت مدعی فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔ چونکہ یہ واقعاتی قیاس ہے نہ کہ قیاس قطعی ، اس سے دیگر واقعاتی قیاسات کی طرح اس کے خلاف ثابت کرنے سے اس کی تردید ممکن ہے ۔ نتیجہ یہ ہے کہ جس دعویدار بیٹے کی تائید میں صحیح النسبی کا باضابطہ اقرار موجود ہو اس کی ماں کا نکاح ثابت شدہ اور اس بیٹے کی صحیح النسبی مسلّمہ تصور کی جائے گی تاوقتیکہ اس نکاح کی تردید نہ کی جائے ۔[۴۴]

اقرار بالنسب سے رجوع

۱۵۱ ۔ اقرار بالنسب جو بہ پابندی احکام شرع کیا جائے ناقابل رجوع ہوگا۔

تشریح

اگر کوئی باپ کسی بچے کے بارے میں یہ اقرار کرے کہ وہ اس کا ہے ، اور وہ رشتہ شرعی اور واقعاتی اعتبار سے ممکنات میں سے ہو تو پھر اس مرد کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ اس سے منحرف ہو جائے ۔ چنانچہ جو اقرار بالنسب ایک بار کر لیا جائے اس سے رجوع نہیں کیا جا سکتا ۔

متبنی بنانا

۱۵۲ ۔ اسلام میں کسی کو متبنیٰ بنانا بہ لحاظ احکام شرع بے اثر ہوگا۔

تشریح

مشہور واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا ۔ جب زید نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دے دی اور عدت گذر جانے کے بعد رسول اللہ نے بحکم الٰہی اس سے نکاح کر لیا تو لوگوں نے طعنہ زنی کی کہ اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیا ۔ تب ”ما کان محمد ابا احد من رجالکم“[۴۵] والی آیت قرآنی نازل ہوئی کہ محمد (صلعم) تم آدمیوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ۔

---

(۴۴) (۱۹۲۱ع) ۴۸ ، آئی ۔ اے ۔ ۱۱۴ ، ۱۲۰-۲۱
(۴۵) پارہ ۲۲ سورۃ احزاب ۴۰

marfat.com

زید بن حارثہ جن کو آپ نے متبنیٰ کر لیا تھا آپ کے واقعی بیٹے نہیں بن گئے تھے کہ آپ ان کی مطلقہ بیوی سے نکاح نہ کر سکیں ۔ اس آیت سے یہ حکم مرتب ہوا کہ کسی کو متبنیٰ بنا لینے سے اس کو شرعاً اولاد کا درجہ اور حق حاصل نہیں ہو جاتا ۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی کا متبنیٰ ہو تو اسے وہ حقوق حاصل نہ ہوں گے جو اولاد کو ماں باپ پر حاصل ہوتے ہیں مثلاً حق نفقہ یا وراثت وغیرہ ۔ اسی طرح تبنیت میں لینے والا بھی متبنیٰ کی جائداد کا وارث نہیں بن سکتا ۔

بعض حضرات جو کھینچ تان کر تبنیت کو اسلام میں باین طور رائج کرنے کا خیال رکھتے ہیں کہ اس میں اولاد حقیقی کے حقوق قائم ہو جائیں حضور کے زمانے کے '' عقد مواخات،، کو دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ ھجرت فرمائی تو حکم دیا کہ مہاجر و انصار آپس میں ''عقد مواخات،، کر لیں یعنی ایک دوسرے کو اپنا بھائی بنا لیں ۔ اس کے نتیجے میں وہ آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہو جاتے تھے اور ان میں وراثت بھی جاری ہو جاتی تھی ۔ لیکن اس واقعہ سے یہ استدلال باطل ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد ''آیت قرآنی،، ''واولو الارحام بعضهم اولیٰ ببعض،، نازل ہوئی جس نے یہ تصریح کر دی کہ ذوی الارحام آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور اس طرح ”عقد مواخات“ کے ذریعہ وراثت کا حکم منسوخ ہو گیا ۔ بعض حضرات تبنیت میں لینے والے شخص اور متبنیٰ کے درمیان بر بنائے معاهدۂ تبنیت وراثت جاری کرنے کے حق میں نظر آتے ہیں لیکن وراثت بر بنائے معاهدہ جاری نہیں ہو سکتی ۔ البتہ تبنیت میں لینے والا متبنی کے حق میں ایک تہائی کی حد تک وصیت کر سکتا ہے جیسا کہ وہ کسی اجنبی کے لیے کرنے کا شرعاً مجاز ہے ۔

marfat.com

حضانت

marfat.com

بائیسواں باب

حضانت

پرورش کا حق

۱۵۳ ۔ سات سال سے کم عمر لڑکے اور تا حد بلوغ لڑکی کی حضانت کا حق ماں کو حاصل ہوگا الاّ یہ کہ کسی سبب سے شریعت نے اس کو غیر مستحق قرار دیا ہو :

مگر لازم ہے کہ حق حضانت میں بچے کی فلاح و بہبود اور حفاظت کا لحاظ رکھا جائے ۔

تشریح

حضانت کے لغوی معنی تربیت کے ہیں ۔ شرعی اصطلاح میں ماں یا کسی شرعی مستحق کے چھوٹے بچے کو پرورش کرنے کو ''حضانت،، کہتے ہیں ۔

اجماع :

اس امر میں امتّ مسلمہ کا اجماع ہے کہ بچہ کی پرورش کی مستحق سب سے پہلے اس کی ماں ہے ۔ دوسرے رشتہ داروں کا درجہ اس کے بعد ہے ۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ اس لڑکے یا لڑکی کی پرورش کا حق ماں کو کتنی عمر تک رہتا ہے ؟

حنفیہ مسلک :

امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب لڑکا خود کھانے پینے، لباس پہننے اور استنجا کرنے لگے تو اس کی پرورش کا حق ماں سے باپ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے ۔ لڑکے کی اس حالت کو پہنچنے کی عمر کا اندازہ علامہ خصّاف نے سات آٹھ سال بیان کیا ہے ۔ البتہ ماں کو لڑکی کی پرورش کا حق اس

marfat.com

کے بالغ ہونے تک ہے - یہی قول امام ابو یوسف کا ہے - امام محمد کے نزدیک جب لڑکی میں نفسانی خواہش ظاہر ہو تو اس وقت تک ماں کو پرورش کا حق حاصل ہے - متاخرین احناف نے امام محمد کے قول کو پسند کیا ہے - [1]

ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر :

امام مالک کے نزدیک ماں کو لڑکے کی پرورش کا حق اس وقت تک ہے جب تک وہ لڑکا واضح طور پر بات چیت کر سکے اور لڑکی کا شادی ہونے تک - امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے نزدیک لڑکے اور لڑکی کی پرورش کا حق دونوں کی سات سال عمر ہونے تک ماں کو حاصل ہے - اس کے بعد بچے کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ ماں اور باپ میں جس کو پسند کرے اس کے سپرد کر دیا جائے - [2]

شیعہ فقہاء کی رائے :

شیعی فقہ کی رو سے ماں کو لڑکے کے متعلق دو سال اور لڑکیوں کے متعلق سات سال کی تکمیل تک حق حضانت حاصل رہتا ہے - جب بچے مذکورہ بالا عمر کی حد کو پہنچ جائیں تو باپ کو حق حضانت حاصل ہو جاتا ہے - [3] اس ضمن میں اہلسنت و الجماعت کا مسلک صواب سے قریب تر معلوم ہوتا ہے - نابالغوں کی مصلحتیں بھی اسی کے متقاضی ہیں اور اسی بنیاد پر قانون سازی مناسب ہوگی -

قرآن میں ظاہر نص نہیں :

ماں کے حق حضانت کے بارے میں قران کریم میں کوئی آیت ظاہر

---

(۱) مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ ھجری، جلد ۱، صفحات ۸۲-۳۸۱
بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ھجری، جلد ۴، صفحہ ۴۲
فتح القدیر، ابن ہمام مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ھجری، جلد ۳، صفحہ ۳۱۶
(۲) المغنی، ابن قدامہ مطبوعہ مصر، ۱۳۶۷ ھجری، جلد ۷، صفحات ۱۶-۶۱۴
(۳) شرائع الاسلام، نجم الدین جعفر، مطبوعہ تہران، القسم الثانی صفحات (۱ و ۲)

marfat.com

نص کے طور پر اس مسئلہ میں موجود نہیں البتہ اقتضاء نص کے طور پر فقہاء نے آیت رضاعت ''والوالدات یرضعن اولاد ھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة،، سے ثابت کیا ھے کہ اللہ تعالی فرماتا ھے کہ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں،یہ حکم اس شخص کے لیے ھے کہ جو رضاعت مکمل کرنا چاھتا ھے ۔ چنانچہ اس آیت سے اقتضاء نص کے طور پر یہ ثابت ھوتا ھے کہ صغر سنی میں بچے کی پرورش کا حق اولاً ماں کو حاصل ھے ۔

احادیث نبوی :

فقہاء نے ماں کے حق حضانت میں مذکورہ آیت قرانی کے ساتھ متعدد احادیث سے بھی استدلال کیا ھے چنانچہ جن احادیث سے اس مسئلہ میں استنباط کیا گیا ھے وہ حسب ذیل ھیں ۔

(۱) ''پس نکلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ کے بعد) حمزہ کی بیٹی نے آپ کا تعاقب کیا اور آواز دی اے چچا، اے چچا، پس اس بچی کا ھاتھ حضرت علی نے پکڑ لیا اور فاطمہ سے کہا : اپنے چچا کی بیٹی کو لو ۔ چنانچہ فاطمہ نے اس کو اٹھا لیا ۔ اس بارے میں حضرت علی ، زید اور جعفر نے جھگڑا کیا ، حضرت علی نے کہا کہ میں نے اسے لے لیا ھے اور وہ میرے چچا کی بیٹی ھے ۔ اور جعفر نے کہا کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ھے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ھے , اور زید نے کہا کہ وہ میرے بھائی کی بیٹی ھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کے درجے میں ھے ۔،،[۳]

---

(۳) فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتبعته ابنة حمزة تنادی یاعم یاعم فتناولها علی فاخذ بیدها وقال لفاطمة دونک ابنة عمک فحملتها فاختصم فیها علی و زید و جعفر ، قال علی انا اخذ تها و هی بنت عمی ، وقال جعفر ابنة عمی و خالتها تحتی ، وقال زید ابنة اخی فقضیٰ بها النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخالتها ۔ وقال الخالة بمنزلة الام ۔ الخ (بخاری، مطبوعہ مصر، جلد ۳ ، صفحہ ۵۷ ۔ والسنن الکبری بیہقی ، مطبوعہ دکن ، جلد ۸ ، صفحہ ۵)

marfat.com

(۲) ''عمرو بن شعیب نے اپنے باپ اور ان کے باپ نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے روایت کی کہ ایک عورت رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی (اور عرض کیا) یہ میرا بیٹا ہے جس کے لیے میرا پیٹ ظرف تھا اور میری چھاتی مشکیزہ اور میری گود اس کے لیے پناہ گاہ تھی - اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور چاہتا ہے کہ اسے مجھ سے لے لے پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو اپنے بچے کی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تو (دوسرا) نکاح نہ کر لے -''[5]

(۳) ''حدیث بیان کی مجھ سے رافع بن سنان نے کہ تحقیق انھوں نے اسلام قبول کیا اور ان کی بیوی نے اسلام لانے سے انکار کیا پس وہ نبی کریم صلعم کے پاس آئی اور کہا کہ میری بیٹی کا دودھ چھوٹ گیا اور رافع نے کہا کہ وہ میری بیٹی ہے نبی صلعم نے رافع سے کہا کہ ایک طرف بیٹھ جاؤ اور اس کی عورت سے کہا کہ تم بھی ایک طرف بیٹھ جاؤ اور کہا کہ بچی کو درمیان میں بٹھاؤ پھر کہا کہ تم دونوں بلاؤ پس وہ بچی اپنی ماں کی طرف مائل ہوئی - پس نبی صلعم نے دعا کی ، کہ اے اللہ اس لڑکی کو ہدایت فرما پس وہ اپنے باپ کی طرف مائل ہو گئی - چنانچہ رافع نے اس سے بیٹی کو لے لیا ''[6]

---

(۵) عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عبدالله بن عمرو ان امراة قالت یا رسول الله ان ابنی هذا کان بطنی له وعاء و ثدلی له سقاء و حجری له حواء و ان اباه طلقنی اراد ان ینزعه منی فقال لها رسول‌الله صلی الله علیه وسلم انت احق به مالم تنکحی - (السنن الکبریٰ بیہقی ، مطبوعہ دکن ، جلد ۸ ، صفحات ۵-۴

(۶) حدثنی رافع بن سنان انه اسلم و ابت امرأته ان تسلم فاتت النبی صلعم فقالت ابنتی وهی فطیم وقال رافع ابنتی فقال النبی صلعم لرافع اقعد ناحیة وقال لامراته اقعدی ناحیة ، قال واقعد الصبیة بینهما ثم قال ادعواها فمالت الصبیة الی امها ، فقال النبی صلعم ، اللهم اهد ها فمالت الی ابیها فاخذها - (السنن الکبری بیہقی مطبوعہ دکن ، جلد ۸ ، صفحہ ۳ ابوداؤد ، مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب کراچی جلد اول ، صفحہ ۳۰۵)

marfat.com

(۴) ”ابی میمونہ سے مروی ہے ، انہوں نے کہا کہ ہم ابی ہریرہ کے پاس تھے پس ابو ہریرہ نے کہا کہ ایک عورت رسول اللہ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میرا باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں میرا شوہر چاھتا ہے کہ میرے بیٹے کو لے جائے اور وہ مجھے نفع دیتا ہے اور ابی عیینۃ کے کنویں سے پانی پلاتا ہے پس اس کا شوہر آیا اور کہا کون جھگڑا کرتا ہے مجھ سے میرے بیٹے کے بارے میں ؟ پس فرمایا رسول اللہ نے کہ اے لڑکے ! یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے پس جس کا ھاتھ چاہے تھام لے ۔ لڑکے نے ماں کا ھاتھ تھام لیا اور وہ عورت اس لڑکے کو لے کر چلی گئی ۔“[۷]

(۵) ”عمارۃ الجرمی سے مروی ہے ، انہوں نے کہا کہ حضرت علی نے مجھے اختیار دیا درمیان میں ماں اور چچا کے ، پھر کہا میرے بھائی کے واسطے جو مجھ سے چھوٹا تھا ، اور یہ ایسا ھی ہے ۔ اگر اس کی عمر کو پہنچے گا اس کو یہی اختیار میں دوں گا ۔“[۸]

(۶) ”بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن ابی الزناد نے ، وہ روایت کرتے ھیں اپنے باپ سے جو روایت کرتے ھیں فقہاء سے جن کا قول

---

(۷) عن ابی میمونۃ قال بینا انا عند ابی ھریرۃ فقال ان امراۃ جأت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت فداک ابی وامی ان زوجی یرید ان یذھب بابنی وقد نفعنی وسقانی من بئر ابی عیینۃ فجاء زوجھا وقال من یخاصمنی فی ابنی فقال : یا غلام ھذا ابوک و ھذا امک فخذ بیدایھما شئت فاخذ بیدامہ فانطلقت بہ ۔ (نسائی ، مطبوعہ اصح المطابع ، کراچی ، جلد ۲ ، صفحہ ۹۳ السنن الکبری بیہقی ، مطبوعہ دکن ، جلد ۸ ، صفحہ ۳)

(۸) (عن عمارۃ الجرمی ۔ قال خیرنی علی رضی اللہ عنہ بین امی و عمی ثم قال لاخ لی اصغر منی ، و ھذا ایضاً لوقد بلغ مبلغ ھذا لخیرتہ ۔ (السنن الکبریٰ البیہقی ، مطبوعہ دکن ، جلد ۸ ، صفحہ ۴)

marfat.com

پہنچتا ہے اہل مدینہ سے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ فیصلہ کیا ابوبکر نے عمرالخطاب کے خلاف ، ان کے بیٹے عاصم کے حق میں عمر کی نانی کے واسطے ، اس کی حضانت کے بارے میں یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گیا اور ام عاصم اس دن زندہ تھی اور (دوسرے شخص) کے نکاح میں تھی ۔،،۹

(۷) ''قاسم بن محمد سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ عمربن‌الخطاب کے پاس انصار میں سے ایک عورت تھی جس نے ایک لڑکا عاصم بن عمر جنا ۔ پس حضرت عمر نے اس کو طلاق دے دی ۔ پس ایک دن حضرت عمر گھوڑے پر سوار قبا کی طرف جا رہے تھے کہ اپنے بیٹے کو مسجد کے سامنے کھیلتا ہوا پایا ۔ اس کے بازو کو پکڑ لیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان سواری پر بٹھا لیا ، لڑکے کی نانی نے اس کو پا لیا ۔ پھر نانی اور حضرت عمر کا اس لڑکے میں جھگڑا ہوا ۔ دونوں ابوبکر صدیق کی خدمت میں آئے ۔ حضرت عمر نے کہا یہ میرا بیٹا ہے ۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اے عمر اس عورت اور اس لڑکے کو چھوڑ دے ۔ پس حضرت عمر نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا (اس فیصلے سے کوئی تعرض نہیں کیا) ۔،،۱۰

---

(۹) ثنا عبدالرحمن بن ابیه الزناد ' عن ابیه عن الفقهاء الذین ینتهی الی قولهم من اهل المدینة کانو یقولون' قضی ابوبکرالصدیق علی عمر بن الخطاب رضی الله عنهما لجدة ابنه عاصم بن عمر بحضانته حتی یبلغ وام عاصم یومئذ حیة متزوجة (السنن الکبریٰ ' بیهقی ' مطبوعه دکن ' جلد ۸ صفحه ۵)

(۱۰) عن القاسم بن محمد قال : کانت عند عمر بن الخطاب رضی الله عنه امرأة من الانصار فولدت له عاصم بن عمر ۔ ثم فارقها عمر رضی الله عنه فرکب یوماً الی قباء فوجدابنه یلعب بفناء المسجد فاخذ بعضده فوضعه بین یدیه علی الدابة فادرکته جدة الغلام فنازعته ایاه فا قبلاحتی انیا ابابکر الصدیق رضی الله عنه فقال عمر رضی الله ابنی ۔ فقال ابوبکر رضی الله عنه خل بینها و بینه فما راجعه عمر الکلام ۔ (السنن الکبریٰ بیهقی مطبوعه دکن جلد ۸ ' صفحه ۵)

marfat.com

(۸) ''مسروق سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ام عاصم کو طلاق دی ۔ وہ(عاصم) اپنی نانی کی زیر پرورش تھا ۔ پس اس نانی نے ابوبکر کی خدمت میں تنازعہ پیش کیا ۔ حضرت ابوبکر نے فیصلہ دیا کہ لڑکا اپنی نانی کے پاس رہے گا اور حضرت عمر کو نفقہ دینا ہوگا اور فرمایا کہ یہ (نانی) اس لڑکے کی (پرورش کی) زیادہ حقدار ہے ۔''[۱۱]

(۹) ایک اور روایت میں ہے کہ پس فیصلہ کیا ابوبکر نے اس لڑکے کی ماں کے حق میں ، پھر فرمایا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا نہیں چھڑاؤ والدہ کو اس کے بیٹے سے ۔''[۱۲]

علامہ ابن قدامہ مقدسی کی رائے :

کتاب المغنی کے مصنف علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی نے لکھا ہے کہ ''الام احق بکفالۃ الطفل والمعتوہ اذا طلقت'' بچے اور عدیم العقل کی پرورش کی ماں زیادہ حق دار ہے ، جبکہ اسے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کی دلیل میں مذکورہ بالا نمبر ۲ حدیث عمرو بن شعیب کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اثر مذکورہ بالا ۶، ۷ اور ۸ پیش کیا ہے ۔ پھر فرمایا ہے ''ولا نہا اقرب الیہ و اشفق علیہ ولا یشار کہا فی القرب الاابوہ ولیس لہ مثل شفقتہا ولا یتولی الحضانۃ بنفسہ و انما یدفعہ الی امرأتہ و امہ اولی بہ من اُمّ ابیہ'' یعنی بچے سے زیادہ قریب اور زیادہ شفقت رکھنے والی ماں ہوا کرتی ہے ۔ اس قرب و شفقت میں باپ کے علاوہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا اور حقیقت تو یہ ہے ۔ کہ باپ بھی ماں

(۱۱) عن مسروق ان عمر رضی اللہ عنہ طلق ام عاصم فکان فی حجرجدتہ فخاصمتہ الی ابوبکر رضی اللہ عنہ فقضی ان یکون الولد مع جدتہ و النفقۃ علی عمر رضی اللہ عنہ وقال ھی احق بہ (السنن الکبریٰ بیہقی مطبوعہ دکن جلد ۸ صفحہ ۵)

(۱۲) فقضی بہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لامہ ثم قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول لاتولہ والدۃ عن ولدھا ۔ (السنن الکبریٰ بیہقی ، مطبوعہ دکن ، جلد ۸ ، صفحہ ۵)

marfat.com

جیسی شفقت نہیں رکھتا اور نانی دادی کی نسبت سے اولیٰ ہو گی ۔ نیز والدہ کی حضانت کے تقدّم میں ایک اور مقام پر اسی کتاب میں ابن مقدسی نے لکھا ہے کہ ''والحضانة انما تثبت لحظ الولد فلا تشرع علی وجه یکون فیه هلاکه و هلاک (دینه)'' اور حضانت بچے کی بہبودی و فلاح کے پیش نظر مقرر کی گئی ہے ۔ لہٰذا کسی ایسے طریقے پر درست نہ ہوگی جس سے بچے کی ذات اور دین کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو ۔[۱۳]

ابن ہمام کی تصریح :

اسی طرح برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ اور کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے سابقہ دونوں روایات کا حوالہ دیا ہے اور اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے ''ولان الام اشفق و اقدر علی الحضانة فکان الدفع الیها انظر و الیه اشار الصدیق رضی اللہ عنه بقوله، ریقها خیر من شہدو عسل عندک یا عمر رضی اللہ عنه'' یعنی اس لیے کہ ماں بچے کے حق میں انتہا سے زیادہ شفیق ہوتی ہے اور نگرانی و حفاظت پر مرد کی نسبت سے زیادہ قدرت رکھتی ہے ۔ اسی شفقت کی طرف حضرت صدیق رضی اللہ عنه نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے کہ ''اے عمر ! بچے کی ماں کا لعاب دہن بچے کے حق میں تمہارے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہو گا ''صاحب فتح القدیر اس کی شرح میں فرماتے ہیں ''و انما کانت اشفق علیه لانه کان جزأ لها حقیقة ، حتی قد یقرض باالمقراض و اقدر علی الحضانة لتبتلها بمصالحا والرجل اقدر علی الاکتساب ولذاجعلت نفقته علیه'' یعنی ماں باپ کی نسبت سے اس لیے زیادہ شفیق ہوتی ہے کہ حقیقت میں بچہ ماں کے جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ بعض اوقات بچے کو قینچی کے ذریعہ کاٹ کر ماں سے جدا کیا جاتا ہے ، اور عورت اسی پرورش میں مشغول

(۱۳) المغنی، ابن قدامہ، مطبوعہ مصر، ۱۳۶۷ ہجری، جلد ۷، صفحات ۶۱۳-۶۱۴

marfat.com

ہونے کی وجہ سے حضانت پر زیادہ قدرت رکھتی ہے، بخلاف مرد کے کہ وہ مال حاصل کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے ، چنانچہ بیہقی کی منقولہ روایت (۷) ' (۹) اس کی دلیل میں پیش کی ہیں ۔ و نیز موطا ، امام مالک و مصنف ، ابن ابی شیبہ کے حوالے سے بھی ان روایات کو نقل کیا ہے ۔[۱۴]

ماں کے حق فائق کی علّت :

اسی طرح امام شافعی رحمة اللہ علیہ نے استدلال میں یہی احادیث پیش کی ہیں اور والدہ کے تقدم کی علت ان الفاظ میں بیان فرمائی ''فلما کان لا یعقل کانت الام اولی به علی ان ذلک حق للولد لا للابوین لان الام احنی علیه وارق من الاب ،،[۱۵] پس جب کہ بچہ ناسمجھ ہو تو ماں اس کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے ۔ کیونکہ یہ حق بچے کا ہے نہ کہ والدین کی محبت و الفت و شفقت کے درجات کا ، جس کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل احادیث سے بھی ہوتا ہے ۔

''عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اتقبلون الصبیان فما نتقبلهم ، فقال النبی صلعم او املک لک ان نزع اللہ من قبلک الرحمة،، متفق علیه ۔ یعنی حضرت عائشه رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں ایک دیہاتی عرب حاضر ہو کر کہنے لگا آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ، ہم تو ایسا نہیں کرتے ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا جب کہ اللہ نے تیرے دل سے رحم کو نکال دیا ہے تو اس میں میں کیا کر سکتا ہوں ؟ ''و عنہا قالت جائتنی امرأة و معها ابنتان لها تسالنی فلم اجد عندی غیر تمرة واحدة فاعطیتها ایاها فقسمها بین ابنتیها ولم تاکل منها الخ،، یعنی حضرت عائشه

(۱۴) فتح القدیر ، ابن همام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵۶ هجری ، صفحہ ۳۱۴ -
(۱۵) کتاب الام ، امام شافعی مطبوعہ مصر ، ۱۳۸۱ هجری ، جلد ۸، صفحہ ۲۳۵

marfat.com

رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک سائلہ آئی جس نے مجھ سے سوال کیا اس وقت میرے پاس سوائے ایک چھوارے کے اور کچھ موجود نہ تھا ۔ میں نے وہ چھوارہ اس عورت کو دے دیا اس نے اس کے دو حصے کرکے اپنی ان دونوں بچیوں کو دے دیا (جو ہم راہ تھیں) اور خود نہ کھایا ۔۱٦

تجزیہ :

مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے ماں اور باپ کی شفقت و محبت کا اندارہ کرنا اور اس سے پرورش کے حق میں ماں کا مقدم ہونا واضح ہو جاتا ہے ، الاّ یہ کہ ایسے عوارض پیش آ جائیں جن کی بناء پر بچے کے حق میں ماں کی اس محبت‌وشفقت کے معدوم ہو جانے کا ظن غالب پیدا ہوجائے، چنانچہ سابقہ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا ''انت احق بہ مالم تنکحی،، اس وقت تک تو بچے کی زیادہ مستحق ہے جس وقت تک دوسرا نکاح نہ کرلے ، اس امر کی طرف اشارہ ہےکہ دوسرا نکاح کرنے کے بعد عورت کو چونکہ دوسرے شوہر سے ازدواجی تعلق پیدا ہونے کی بناء پر اس کی اولاد سے شفقت و محبت کا لگاؤ پیدا ہوجائے گا اور ساتھ ہی شوہر ثانی کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہنا ہو گا اس لیے اپنے اول شوہر کے بچے کی پرورش‌کا حق ادا نہ‌کر سکےگی ۔ (اس مسئلہ پر تفصیلی بحث آگے آئے گی) ۔ اسی طرح فقہا نے ماں کے فاسقہ یا غیر مامونہ ہونے کی صورت میں بھی حق حضانت کو ساقط تصور کیا ہے ۔

نتیجۂ فکر :

ان تمام احادیث و آثار سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حق پرورش میں بچے کی بہبودی اور حفاظت کا لحاظ رکھا جائے گا ۔ اور حالات

---

(۱٦) بخاری و مسلم بحوالۂ مشکوۃ مطبوعہ نور محمد کراچی ، جلد ۲ ، صفحہ ۳٦۱

marfat.com

کے تقاضے کو نظر انداز نہ کیا جائے گا ۔ اور جہاں تک ممکن ہو ماں کو تقدم حاصل ہوگا اگر کوئی مانع موجود نہ ہو اور بعض مواقع میں ایسے حالات پیش آ سکتے ہیں کہ بچے کو ماں اور باپ کے درمیان اختیار دینا مناسب ہو گا ۔ اور ایسے حالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں کہ ماں اور باپ کے ہوتے ہوئے ماں کے سلسلہ کے دوسرے رشتہ داروں ، نانی یا ماموں کے زیر پرورش دینا بہتر ہو گا ۔ اگر حالات کا تقاضا یہ ہے کہ والدہ کی زیر پرورش دینے سے بچے کو دنیوی یا دینی نقصان پہنچے گا تو اس وقت حاکم عدالت کو بچے کے حق میں بہتر طریقہ کا انتخاب از خود کرنا ہوگا۔ اس طرح اگر ایسے افراد جن کو اولاً یا ثانیاً بچے کی پرورش کا حق حاصل تھا موجود نہ ہوں تو خود حاکم کو یہ حق منتقل ہو جائے گا اور پھر حاکم بچے کے عصبات کے علاوہ ایسے رشتہ داروں میں سے کسی کو انتخاب کرے گا جو حتی الامکان بچے کا ذی رحم محرم ہو اور سلسلہ نسب بچے تک عورت کے واسطے سے پہنچا ہو ۔ چنانچہ محمد بن حسن رحمة اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر بچے کا چچا زاد بھائی ہو اور ماموں بھی تو ایسی صورت میں ماموں کو مقدم سمجھا جائے گا کیونکہ چچا زاد بھائی محرم نہیں ہے اور ماموں محرم ہے اور اس کا سلسلہ نسب بچے تک ماں کے واسطے سے پہنچا ہے ۔[۱۷]

ممالک اسلامیہ میں رائج الوقت قوانین

قانون الاحوال الشخصیہ ، عراق :

دفعہ ۵۷۔ (الف) ماں اپنے بچے کی حضانت اور تربیت کی ، دوران زوجیت اور بعد تفریق ، سب سے زیادہ مستحق ہے ۔

(ب) شرط ہوگا کہ حاضنہ عورت ، بالغ ، عاقل اور بچے کے تربیت و

(۱۷) بدائع الصنائع ، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ھجری، جلد ۴، صفحہ ۴۳

marfat.com

تحفظ پر قادر ہو اور کسی ایسے شخص کے نکاح میں نہ ہو جو محضون کے لیے اجنبی (غیر محرم) ہو۔

(ج) جب زوجین حضانت کی اجرت اور مدت کے تعین میں اختلاف کریں تو قاضی اس کا تعین نابالغ کے مصلحت کے پیش نظر کرے گا۔

(د) باپ اور اس کے علاوہ جو بھی ولی ہو ان پر لازم ہے کہ وہ محضون کے معاملے میں اس کی تربیت اور تعلیم کا خیال رکھیں یہاں تک کہ وہ اپنے عمر کے ۷ سال مکمل کر لے۔ لیکن وہ بچہ سوائے حاضنہ کے کسی اور کے پاس نہ رہے گا، جب تک کہ قاضی اس کے خلاف حکم نہ دے۔

(ہ) قاضی اس امر کا مجاز ہے کہ وہ بچے کی حضانت کی برقراری کے لیے اجازت دے، جب کہ اس پر یہ ظاہر ہو جائے کہ بچے کی مصلحت اس امر کی متقاضی ہے۔

قانون الأحوال الشخصیہ، مصر:

دفعہ ۲۰۔ قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ عورت کو حضانت کی اجازت دے دے، لڑکے کی صورت میں سات سال کے بعد نو سال تک اور لڑکی کے واسطے نو سال کے بعد گیارہ سال تک جب کہ ان دونوں کی مصلحتیں اس بات کی مقتضی ہوں۔

قانون الاحوال الشخصیہ تیونس:

دفعہ ۶۰۔ باپ اور اس کے علاوہ دوسرے اولیاء کے لیے لازم ہے کہ وہ محضون پر نگاہ رکھیں اور اس کو درس گاہ میں بہ غرض حصول تعلیم بھیجیں۔

دفعہ ۶۱۔ جب حاضنہ سفر کرے تو ولی پر اس کے واجبات نہ ہوں گے۔

دفعہ ۶۲۔ جب تک کہ اس کی ماں کی حضانت قائم ہے اور محضون کی مصلحت اس کے خلاف متقاضی نہیں ہے، باپ کو منع کیا جائے گا بچے

marfat.com

کو اس کی ماں کے شہر سے باہر لے جانے سے ، الا یہ کہ اس کی ماں کی رضامندی ہو ۔

دفعہ ۶۳۔ جو عورت بغیر جسمانی معذوری کے حق حضانت کو کسی دوسرے پر منتقل کر دے تو بلا رضائے ولی ایسا نہ ہوگا الّا یہ کہ وہ عورت اپنے حق حضانت کو ساقط کر لے ۔

دفعہ ۶۴۔ مستحق حضانت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا حق حضانت ساقط کر لے ، پس حق اس کی طرف جو رتبے میں اس کے بعد ہو ، منتقل ہو جائے گا ، جس کا ذکر فصل ۵۷ میں کیا گیا ہے اور اگر وہ شخص جو رتبے میں اس کے بعد ہے جس کا ذکر فصل ۵۷ میں کیا گیا ہے ، انکار کر دے یا کوئی دوسرا مستحق حضانت موجود نہ ہو تو اس کا حق حضانت ساقط نہ ہو گا ۔

دفعہ ۶۵۔ حاضنہ اجرت حضانت کی مجاز نہ ہوگی سوائے معاوضہ خدمت کے مثلاً کھانا پکانے اور اسی قسم کی دیگر خدمتیں مطابق معروف طریقے کے۔

دفعہ ۶۶۔ اگر بچہ ماں یا باپ میں سے کسی ایک کے پاس رہتا ہو تو دوسرے کو اس سے ملنا جلنا منع نہ ہوگا اور جو شخص دیکھنے کے واسطے اس بچے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا چاہے تو اس کی مشقت اسی پر ہو گی ۔

دفعہ ۶۷۔ متعین ہو گا کہ محضون بالغ ہونے سے پہلے لڑکے کی صورت میں ۷ سال اور لڑکی کی صورت میں ۹ سال حاضنہ کے پاس رہے ، اور اس کے بعد جب باپ انتقال حضانت کی خواہش کرے تو اس کی خواہش کو پورا کیا جائے گا ، جب کہ حاکم کوئی ایسی بات نہ دیکھے جو اس بچے کی بقا کے لیے ضروری ہو ۔

marfat.com

قانون الاحوال الشخصیه ، اردن :

۱۲۳- نابالغ بچے کی حضانت ختم ہو جائے گی جب کہ وہ اپنی عمر کے ۷ سال پورے کر لے اور لڑکی کی صورت میں جب کہ وہ ۹ سال مکمل کرلے- قاضی کے لیے جائز ہو گا کہ وہ اجازت دے لڑکے کی حضانت کے واسطے عورتوں کو ۷ سال کے بعد نو سال تک اور لڑکی کی صورت میں نو سال کے بعد گیارہ سال تک ، جب کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ان دونوں کی مصلحتیں ایسے حکم کا تقاضہ کرتی ہیں -

قانون الاحوال الشخصیه ، شام :

دفعه ۱۴۲- حضانت کی اجرت اس شخص پر ہے جو نابالغ کے نفقے کا ذمہ دار ہے اور وہ اس کے (بچے کے) نفقے سے نصف سے زائد نہ ہو گی-

دفعه ۱۴۳- ماں قیام زوجیت یا عدت طلاق کے دوران اجرت حضانت کی مستحق نہ ہوگی -

دفعه ۱۴۴ - جب بچہ کے نفقہ کا ذمہ دار شخص اجرت حضانت ادا کرنے سے بہ سبب تنگدستی عاجز ہو اور نابالغ بچہ کے کسی محرم نے نابالغ کی پرورش کا ذمہ بطور احسان لے لیا تو حاضنہ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس بچے کو بلا اجرت اپنے پاس روکے رکھے یا اس شخص کے حوالے کر دے جس نے احسان کیا ہو -

۱۴۵- جب عورت نافرمان ہو اور اولاد پانچ سال سے زیادہ عمر کی ہو تو قاضی کے لیے اس اولاد کی حضانت کے بارے میں فیصلہ کرنا جائز ہے کہ کس کے پاس رکھے- قاضی ان دونوں کی سلامتی کا لحاظ کرے گا -

دفعه ۱۴۷- قاضی اس امر کا مجاز ہے کہ وہ عورتوں کو بچے کی حضانت ۹ سال کے ختم تک اور بچی کی حضانت ۱۱ سال کے ختم تک کی اجازت دے دے -

marfat.com

دفعہ ۱۴۸- (الف) ماں کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے لڑکے کے ساتھ دوران قیام نکاح سفر کرے ، ماسوائے باپ کی اجازت کے -

(ب) عورت مجاز ہے کہ وہ انقضائے عدت کے بعد بچے کے باپ کی اجازت کے بغیر اپنے شہر ، جہاں اس کا عقد نکاح ہوا ہو ، سفر کرے۔

دفعہ ۱۴۹- اگر حاضنہ ماں کے علاوہ کوئی دوسری عورت ہے تو اس کو لڑکے کے ولی کی اجازت کے بغیر لڑکے کے ساتھ سفر کرنے کا اختیار نہیں -

دفعہ ۱۵۰- باپ اپنی حضانت کی مدت میں بلا اجازت حاضنہ مجاز نہیں ہے کہ لڑکے کے ساتھ سفر کرے -

دفعہ ۱۵۱- عورتوں کے ولی کے واسطے لازم ہے کہ وہ اس عورت کو اپنے گھر میں رکھے جب کہ عورت چالیس سال کی عمر سے کم ہو خواہ وہ عورت ثیبہ ہو ، پس جب کہ وہ بغیر وجہ جائز کے اس ولی سے سرکشی کرے تو اس ولی پر اس کے نفقے کی ذمہ داری نہ ہوگی -

ماں کے بعد رشتة دار عورتوں کا حق

۱۵۴- ماں کے نہ ہونے یا اپنے حق سے دست بردار ہو جانے یا شرعاً غیر مستحق قرار دیے جانے کی صورت میں سات سال سے کم عمر لڑکوں اور نابالغ لڑکیوں کی حضانت کا حق مفصلۂ ذیل رشتہ دار عورتوں کو علی الترتیب حاصل ہوگا :

نانی (پڑنانی بھی شامل ہے) ، دادی (پڑدادی بھی شامل ہے)، حقیقی بہن ، اخیافی بہن ، علّاتی بہن ، حقیقی بہن کی بیٹی ، اخیافی بہن کی بیٹی ، علاتی بہن کی بیٹی ، خالہ اور پھوپی -

تشریح

اگر بچے کی ماں موجود نہ ہو یا اس کا شرعی حق کسی بناء پر ساقط ہو گیا ہو تو حضانت کا حق کس کو حاصل ہوگا ؟ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے -

marfat.com

احناف کے نزدیک ایسی صورت میں استحقاق کی ترتیب حسب ذیل ہو گی :

ماں کے بعد نانی ، خواہ کتنے ہی اوپر کی ہو - نانی کے سلسلے میں نہ ہونے پر ، دادی خواہ کتنے ہی اوپر کی ہو - پھر حقیقی بہن ، پھر مادری ، پھر پدری ، اس کے بعد خالہ کا سلسلہ پھر پھوپی کا سلسلہ ، اس کے بعد حقیقی بہن کی لڑکیاں اس کے بعد بھائی کی لڑکیاں پھر پھوپی کی لڑکیاں[۱۸] -

امام احمد ابن حنبل کے نزدیک بھی ماں کے سلسلے کی عورتیں باپ کے سلسلے کی عورتوں سے مقدم ہوں گی اور ان سب کے نہ ہونے کی صورت میں بہنوں کا سلسلہ قائم ہو گا تقریباً یہی ترتیب تھوڑے سے فرق کے ساتھ امام مالک و شافعی کے نزدیک بھی ہے - بہر حال یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ بچے کی ماں کے سلسلے کی عورتوں کو باپ کے سلسلے کی عورتوں پر مقدم کیا جائے گا -

ممالک اسلامیہ میں رائج الوقت قوانین

قانون الاحوال الشخصیہ ، تیونس ،

دفعہ ۵۴- حضانت بچے کے تحفظ کے لیے ہے اس کے رہن سہن اور تربیت کے بارے میں -

دفعہ ۵۵- اگر عورت حضانت سے انکار کرے تو اس پر جبر نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ کوئی دوسرا شخص موجود نہ ہو -

دفعہ ۵۶- زیر حضانت بچے کے اخراجات اس کے مال سے پورے کیے جائیں گے بشرطے کہ اس کا مال ہو ورنہ اس کے باپ کے مال سے - اور اگر حضانت میں رکھنے والی عورت کے پاس مکان نہ ہو تو باپ پر لازم ہے کہ

(۱۸) مجمع الانہر ، داماد آفندی مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۷ ہجری ، جلد ۱ ، صفحہ ۴۸۱

marfat.com

وہ زیر پرورش بچے کے ساتھ اس کے لیے گھر کا بندوبست بھی کرے۔

دفعہ ۱۵۷- حضانت والدین کے حقوق میں سے ہے ، جب ان کے درمیان رشتہ زوجیت قائم ہو - جب کہ زوجیت بوجہ طلاق یا موت ختم ہو جائے تو حضانت کے حسب ذیل اشخاص مستحق ہوں گے - بچے کی ماں ، پھر نانی ، پھر بچے کی خالہ ، پھر ماں کی خالہ ، پھر ماں کی پھوپی ، پھر بچے کی دادی ، پھر اس کا باپ ، پھر اس کی بہن ، پھر اس کی پھوپی ، پھر اس کے باپ کی پھوپی ، پھر اس کے باپ کی خالہ ، پھر اس کے بھائی کی لڑکی ، پھر اس کی بہن کی بیٹی ، پھر وصی ، پھر بچے کا بھائی پھر اس کا دادا ، پھر اس کا نانا ، پھر اس کے بھائی کا لڑکا ، پھر اس کا چچا ، پھراس کے چچا کا لڑکا ، اور مقدم کیا جائے گا حقیقی بھائی . . . .

اور اسی طرح دوسرے تمام مراتب میں جہاں تک ممکن ہو پہلے مادری رشتہ دار کو فوقیت دی جائے گی اور ان رشتے داروں کو جو پدری ہوں - اگر دو مستحق حضانت ایک درجے میں برابر ہوں تو اس کو فوقیت دی جائے گی جو ان دونوں میں بلحاظ عمر بڑا ہو - اور لڑکے کے عصبہ ہونے میں اتحاد دین شرط ہو گا۔ (یعنی لڑکا اور اس کا سرپرست ہم مذہب ہوں) -

قانون الاحوال الشخصیہ ، شام :

دفعہ ۱۳۹- حضانت کا حق ماں کے واسطے ہے اور پھر اس کی ماں یعنی نانی کے واسطے ہے ، خواہ کتنے ہی اونچے درجے میں ہو پھر دادی کے واسطے ہے، خواہ کتنے ہی اونچے درجے میں ہو ، پھر حقیقی بہن کے لیے ہے پھر اخیافی بہن کے لیے ہے پھر علاتی بہن کے لیے ہے ، پھر اخیافی بہن کی لڑکی ، پھر علاتی بہن کی لڑکی کے لیے ہے ، پھر پھوپیوں کے لیے ہے اسی ترتیب سے پھر بترتیب وراثت -

marfat.com

دفعہ ۱۴۰ - جب اصحاب حضانت چند ہوں تو قاضی کو بہترین شخص انتخاب کر لینے کا حق ہے جو محضون کے حق میں زیادہ سودمند ہو۔

مردوں کا حق حضانت

۱۵۵- جب کہ حضانت کی مستحق عورتوں میں سے کوئی موجود نہ ہو یا اس کے لیے آمادہ نا ہو یہ اس کا حق ساقط ہو گیا ہو تو پھر مردوں کو بہ ترتیب عصوبت حضانت کا حق ہوگا ۔

تشریح

یہ امر ثابت ہے کہ مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو حضانت کا حق فائق حاصل ہے اور مردوں کو حق حضانت صرف اس صورت میں حاصل ہوتا ہے جب کہ حضانت کی مستحق عورت موجود نہ ہو یا اس کے لیے آمادہ نہ ہو یا کسی شرعی سبب سے اس کا حق حضانت ساقط ہو گیا ہو۔ ایسی صورت میں جو عصبی رشتہ دار وراثت میں مقدم ہے وہ حضانت میں بھی مقدم ہوگا جیسے باپ پھر دادا، (خواہ کتنا ہی اوپر کے درجہ کا ہو) پھر حقیقی بھائی پھر پدری بھائی پھر حقیقی بھائی کی اولاد[۱۹]۔ لیکن لڑکی کی حضانت کے موقع پر عصبات میں اس امر کا لحاظ رکھنا ہوگا کہ وہ دیانت دار و امانت دار ہو ۔ فاسق یا خائن ہونے کی صورت میں اس کو حق حضانت نہ ہو گا اسی طرح عصبات کے لیے مسلمان ہونا بھی شرط ہے۔[۲۰]

بچوں کی پرورش کرنے والوں کی شرائط

۱۵۶- بچے کی پرورش کرنے کے لیے لازم ہے کہ بالغ اور عاقل ہو اور بچہ کی مناسب پرورش پر قادر ہو اور اس میں کوئی ایسا امر مانع موجود نہ ہو جو اُسے بچے کی حضانت کے ناقابل بنا دے ۔

---

(۱۹) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد، ۳ صفحہ ۴۳
فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۱۶
المحرر فی الفقہ، ابوالبرکات مطبوعہ مصر، جلد ۳، صفحہ ۱۱۸
(۲۰) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۴۳
فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۱۶

marfat.com

تشریح

بچے کی پرورش کرنے کے لیے حسب ذیل شرائط کا ہونا لازمی ہے :
عاقل ہو ، بالغ ہو ، آزاد ہو ، فاسق نہ ہو ۔

ان شرائط میں تمام ائمہ متفق ہیں ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ بچے کی پرورش کرنے والا مسلمان ہو کافر نہ ہو لیکن احناف اور ابن قاسم و ابو ثور کے خیال میں بچہ کی ماں کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے ۔[21]

ماں کے حق میں ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ اگر والدین میں تفریق ہوگئی ہو تو ماں نے کسی دوسرے اجنبی سے نکاح نہ کیا ہو نیز یہ کہ وہ مرتد نہ ہوئی ہو ۔ البتہ حسن بصری کے نزدیک یہ شرط نہیں ۔ ان کے نزدیک ماں کے دوسرا نکاح کر لینے سے اس کا حق حضانت ساقط نہیں ہوتا ۔[22]

اس امر میں سب کا اتفاق ہے کہ بچے کے کسی ایسے رشتےدار سے جو بچے کا محرم ہے نکاح کر لینے سے ماں کا حق حضانت ساقط نہیں ہوتا مثلاً چچا[23] ۔

ممالک اسلامیہ میں رائج الوقت قوانین

قانون الاحوال الشخصیه ، تیونس :

دفعه ٥٨ ۔ مستحق حضانت کے لیے شرط ہوگا کہ وہ مکلف ہو ، امین

---

(٢١) المغنی ، ابن قدامه مقدسی' مطبوعه مصر' ١٣٦٧ هجری' جلد ٧' صفحه ٦١٦.
فتح القدیر' ابن ہمام' مطبوعه مصر' ١٣٥٦ ' هجری' جلد ٣' صفحه ٣٠٥
مجمع الانہر' داماد آفندی' مطبوعه مصر' ١٣٢٧ هجری' جلد ١ ' صفحه ٣٨١
بدائع الصنائع' امام کاسانی' مطبوعه مصر' ١٣٢٨ هجری' جلد ٣' صفحه ٣١

(٢٢) المغنی' ابن قدامه مقدسی' مطبوعه مصر' ١٣٦٧ هجری جلد ٧' صفحات ٦١٩-٦٢٠

(٢٣) مجمع الانہر' داماد آفندی مطبوعه مصر' ١٣٢٧ هجری' جلد' ١ ' صفحه ٣٨١
بدائع الصنائع' امام کاسانی' مطبوعه مصر' ١٣٢٨ هجری ' جلد ٣ ' صفحه ٣٢
فتح القدیر' ابن ہمام' مطبوعه مصر' ١٣٥٦ هجری' جلد ٣' صفحه ٣١٣

marfat.com

ہو اور حضانت پر قدرت رکھتا ہو ، متعدی امراض سے محفوظ ہو ۔ مزید یہ کہ جب مستحق حضانت مرد ہو تو اس لیے ضروری ہوگا کہ وہ بچی کی حضانت کے لیے اس بچی کا محرم بالنسب ہو ۔ مستحق حضانت عورت ہو تو اس کے واسطے شرط ہوگا کہ وہ عورت اس زوج سے خالی ہو جس نے اس کے ساتھ صحبت کی ہو الا یہ کہ وہ شوہر زیر حضانت بچی یا بچے کا محرم یا اس کا ولی ہو ۔

دفعہ ۵۹ ۔ اگر حضانت کی مستحق عورت محضون کے باپ کے مذہب کے خلاف ہو تو اس عورت کی حضانت اس بچے کے لیے جائز نہ ہوگی ۔ الّا یہ کہ محضون کی عمر پانچ سال نہ ہوئی ہو ۔ اور اگر اس امر کا خوف ہو کہ وہ بچہ اپنے باپ کے دین کے خلاف دین کی طرف متوجہ ہو جائے گا تو اس فصل کے احکام اس کی حاضنہ ماں کے اوپر لاگو نہ ہوں گے ۔

قانون الاحوال الشخصیہ ، شام :

دفعہ ۱۳۷ ۔ حضانت کے واسطے بلوغ اور عقل اور بچے کو صحت اور اخلاق کے ساتھ پرورش کرنے پر قدرت شرط ہے ۔

مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں

۱۵۷ ۔ ماں کا ترجیحی حق حضانت کسی ایسے اجنبی سے نکاح کر لینے سے ساقط ہو جائے گا جو بچہ کا محرم نہ ہو الّا یہ کہ عدالت کی رائے میں نابالغ کا اپنی ماں کی حضانت میں رہنا اس کی بہبود میں ہو ۔

تشریح

ائمہ اربعہ اس امر میں متفق ہیں کہ اگر بچہ کے والدین میں فرقت واقع ہو چکی ہو تو ماں کا حق حضانت اس وقت ساقط ہو جائے گا جب عورت کسی ایسے اجنبی سے نکاح کر لے جو اس بچہ کا محرم نہ ہو ۔ البتہ حضرت حسن بصری کے نزدیک دوسرا نکاح کر لینے سے حق حضانت ساقط نہیں ہوتا [۲۴]۔

(۲۴) المغنی، ابن قدامہ مقدسی، مطبوعہ مصر، ۱۳۶۷ ہجری، جلد ۷، صفحہ ۶۱۹

marfat.com

امام شافعی اور احمد بن حنبل کے ایک قول کے بموجب نکاح (ثانی) منعقد ہوتے ہی حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے لیکن امام مالک کے نزدیک اور احمد بن حنبل کے دوسرے قول کے بموجب نکاح کے بعد جب تک شوہر (ثانی) سے ہم بستری نہ ہو جائے اس وقت تک حق حضانت ساقط نہ ہوگا۔ لیکن امام احمد کا پہلا قول زیر عمل رہا ہے[۲۵]۔

اسلامی ممالک کے متعلقہ قوانین

قانون الاحوال الشخصیہ، تیونس :

دفعہ ۸۵ ۔ مستحق کے لیے شرط ہوگی کہ وہ مکلف ہو ، امین ہو ، اور حضانت پر قدرت رکھتا ہو ، متعدی امراض سے محفوظ ہو ۔ مزید یہ کہ جب مستحق حضانت مرد ہو تو اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ بچی کے حضانت کے لیے اس بچی کا محرم بالنسب ہو ۔ اگر مستحق حضانت عورت ہو تو اس کے واسطے شرط ہوگی کہ وہ عورت اس زوج سے خالی ہو جس نے اس کے ساتھ صحبت کی ہو ، الا یہ وہ شوہر زیر حضانت بچی یا بچے کا محرم یا اس کا ولی ہو ۔

قانون الاحوال الشخصیہ ، شام :

دفعہ ۱۳۸ ۔ حاضنہ کا ایسے شخص سے نکاح جو از روئے قرابت محضون کا محرم نہ ہو اس عورت کے حق حضانت کو ساقط کر دے گا ۔

دفعہ ۱۴۱ ۔ حق حضانت عود کر آئے گا جب کہ اس کے ساقط ہونے کا سبب زائل ہو جائے ۔

پاکستانی عدالتوں کے فیصلے :

اجنبی سے نکاح ثانی کر لینے کی صورت میں زوجہ کے حق حضانت سے محرومی کے سلسلے میں ہمارے ملک کی اعلیٰ عدالتوں نے متعدد فیصلے

(۲۵) المغنی، ابن قدامہ مقدسی، مطبوعہ مصر، ۱۳۶۷ ہجری، جلد ۷، صفحہ ۶۲۰

marfat.com

دے ہیں جن کا ذکر مسئلہ کو سمجھنے میں مدد دے گا ۔

مقدمہ محمد بشیر بنام غلام فاطمہ جسٹس کیکاؤس نے قرار دیا کہ بیوہ عورت کے نکاح ثانی کی صورت میں شوہر ثانی کا نابالغ کا بذریعہ قرابت محرم ہونا ضروری ھے ۔ حضور صلعم کا ارشاد ھے جس پر یہ قاعدہ قائم ھے کہ عورت حق حضانت کھو دیتی ھے جب کہ وہ ایک اجنبی سے نکاح (ثانی) کر لے ۔ یہ کہنا کہ دوسرا شوہر جوں ھی اس عورت سے نکاح کرتا ھے اور تعلق زنا شوئی قائم ہو جاتا ھے وہ شوہر اس نابالغ کے محرم کے درجے میں آ جاتا ھے، درست نہ ہوگا اور عورت کا حق حضانت محفوظ نہ رہ سکے گا ۔

جسٹس کیکاؤس نے مقدمۂ بالا میں مزید قرار دیا کہ اگرچہ ماں اپنے نابالغ بچے کا (قانونی) حق حضانت رکھتی ھے لیکن باپ حقیقی ولی ہوتا ھے اور بچے پر نگرانی اور کنٹرول استعمال کرنے کا حق رکھتا ھے ۔ چنانچہ اگر عورت بچے کو ایسی جگہ لے جائے جہاں باپ اس پر اپنی نگرانی اور کنٹرول نہیں رکھ سکتا تو ماں بچے کے حق حضانت کو کھو دیتی ھے ۔[۲۶]

جسٹس کیکاؤس نے ایک اور مقدمے نیاز بی بی بنام فضل الٰہی میں یہ قرار دیا کہ بالعموم عورت کا حق حضانت اس بناء پر ختم نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے پاس بچے کی پرورش کے لیے سرمائے کی کمی ھے ۔ اسلامی قانون اس امر کو عورت کی نااہلیت بسلسلہ حضانت تصور نہیں کرتا ۔ بلکہ ہم کو یہ تصور کرنا ہوگا کہ نابالغ کا مفاد اسی شخص کی زیر حضانت رہنے میں ھے جس کو اسلامی قانون قرار دیتا ھے تا آں کہ اس کے خلاف امر ثابت نہ ہو ۔[۲۷]

ایک اور مقدمے عمر الٰہی بنام رشیدہ اختر جسٹس اخلاق حسین نے

---

(۲۶) پی' ایل' ڈی' ۱۹۵۳ع' لاہور' صفحہ ۷۳
(۲۷) پی' ایل' ڈی' ۱۹۵۳ع' لاہور' صفحہ ۴۴۲

marfat.com

یہ قرار دیا کہ اسلامی قانون ایک ایسی ماں کے حق حضانت کو جس نے ایک ایسے شخص سے نکاح کر لیا ہو جو اس کی نابالغ لڑکی کے درجات محرم میں نہ ہو ، سرپرست (ولی) مقرر کیے جانے سے تمام صورتوں میں منع نہیں کرتا ۔ کسی اجنبی سے نکاح (ثانی) کر لینے سے عورت کا حق حضانت مطلقاً ختم نہیں ہوگا ۔ وہ محض اپنا بچے کی حضانت کا ترجیحی حق کھو دیتی ھے ۔ اس کے معنی یہ ھیں کہ اگر بچے کا کوئی دوسرا رشتہ دار ھے جو اسلامی قانون کے تحت بچے کی حضانت کا حق رکھتا ھے اور جس پر بچے کی بہبود کا صحیح اور اطمینان بخش طریقے سے اعتماد کیا جا سکتا ھے تو ماں ایسی صورت میں بچے کی حضانت کا بطور استحقاق ادّعا نہیں کر سکتی ۔

جسٹس اخلاق حسین نے اسی مقدمے میں یہ اظہار خیال کرتے ہوئے کہ اے ، آئی ، آر ، ۱۹۲۸ع صفحہ ۲۲۰ اور پی ، ایل ، ڈی ، ۱۹۵۲ع ، بغداد الجدید ، صفحہ ۵۳ میں قانون کو صحیح طور پر پیش نہیں کیا گیا ، قرار دیا کہ ایک باپ جو دفعہ ۲۵ ”گارجین اینڈ وارڈز ایکٹ“ کے تحت اس امر کی درخواست کرتا ھے کہ ماں نے ایک اجنبی سے نکاح کر لیا ھے اس لیے بچہ ماں کی حضانت سے نکال کر اسے دلایا جائے محض اس وقت کامیاب ہو سکتا ھے جبکہ ایسا کرنا اس نابالغ لڑکی کے مفاد میں ہو ۔ جسٹس اخلاق حسین نے مزید قرار دیا کہ جب عدالت دفعہ ۲۵ کے تحت ایک ایسی درخواست پر غور کر رہی ہو جس میں بچے کی واپسی بہ حضانت ولی کی درخواست کی گئی ہو تو عدالت پر لازم نہیں ھے کہ وہ ایک ایسا حکم دے جو اس قانون کے مطابق ہو جس کا وہ نابالغ تابع ھے جیسا کہ دفعہ ۱۷ (۱) کے تحت مذکور ھے ۔ ایک باپ بچے کے نفقے کی ذمہ داری اور اس کی ماں کے مہر سے بچنے کے لیے اپنے حق حضانت سے دستبردار ہوگیا ہو اور بچہ کے عہد طفولیت میں اور اس کی زندگی میں کوئی دلچسپی نہ لی ہو اور بچے کی نگرانی ماں اچھی طرح کر رہی ہو اور

marfat.com

بچہ سن تمیز کو پہنچ چکا ہو اور باپ کے پاس جانے سے منع کر چکا ہو تو باپ کی درخواست زیر دفعہ ۲۵ "گارجین اینڈ وارڈز ایکٹ" اس بناء پر منظور نہیں کی جا سکتی کہ نابالغ کی ماں نے ایک اجنبی سے نکاح (ثانی) کر لیا ہے ۔ پی ۔ ایل ۔ ڈی ، ۱۹۵۲ع بغداد الجدید ، صفحہ ۵۳ میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ اگر کوئی ماں ایک ایسے اجنبی شخص سے نکاح (ثانی) کر لے جو نابالغ کا محرم نہ ہو تو اس کا یہ فعل اس کو نابالغ کے سرپرست کی حیثیت سے عمل کرنے کا نا اہل بنا دے گا اور اس ضمن میں اس قانون کے احکام کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے جس کا وہ بچہ تابع ہے خواہ ایسا کرنا بچے کے مفاد ھی میں کیوں نہ ہو[۲۸]۔

پی ، ایل ، ڈی ، ۱۹۵۶ع ، لاہور ، صفحہ ۴۸۴ میں یہ قرار دیا گیا کہ اسلامی قانون کے تحت بچے کا اپنے ولی کی طرف لوٹنا یہ تصور کیا جائے گا کہ نابالغ کے مفاد میں ہے چنانچہ ایک لڑکا جس کی عمر ۷ سال سے زیادہ ہو باپ اس کی حضانت کا مستحق ہے ۔

پی ، ایل ، ڈی ، ۱۹۵۳ع ، لاہور ، صفحہ ۳۷ میں یہ قرار دیا گیا کہ بچے کا مفاد اسی شخص کی حضانت میں تصور کیا جائے گا جو شخصی قانون کے تحت نابالغ کی حضانت کا مستحق ہے الا یہ کہ پیش آمدہ واقعات اس کے خلاف نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ثابت کیے جائیں ۔

جسٹس محمد شفیع نے بمقدمہ رشیدہ بیگم بنام شہاب الدین[۲۹] قرار دیا کہ اگر نابالغ بچے کی ماں ایک ایسے شخص سے شادی کر لے جو نابالغ کا محرم نہ ہو تو اس کا ایسا کرنا اس بچے کے لیے ماں کے حق حضانت کے لیے رکاوٹ نہ ہوگا ۔ سب سے بڑھ کر خیال (نظریہ) بچے کی بہبود ہے ۔

(۲۸) پی، ایل، ڈی، ۱۹۵۵ع، لاہور، صفحہ ۳۱۲
(۲۹) پی، ایل، ڈی، ۱۹۶۰ع، لاہور، صفحہ ۱۱۴۲

marfat.com

فاضل جج نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں ایسی کوئی ہدایت نہیں کہ ایک عورت طلاق پا کر اگر دوسری شادی کر لے تو پہلا شوہر اس سے اپنا بچہ لے سکتا ہے ۔ اگر محض اس بنا پر کہ اس نے دوسری شادی کر لی ہے وہ بچہ سے محروم ہو سکتی ہے تو میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا کہ ایک مرد دوسری شادی کر لینے کی صورت میں کیوں نہ اپنے بچے سے محروم ہو ۔ سوتیلی ماں اگر سوتیلے باپ سے زیادہ نہیں تو کم از کم اس کے برابر تکلیف‌دہ اور خطرناک ضرور ہے ۔ بہرحال نابالغوں کے متعلق قانون بنانا ریاست کا کام ہے کیونکہ قرآن اس بارے میں قطعاً ساکت ہے ۔ گارجین اینڈ وارڈز ایکٹ کے بارے میں یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ نابالغان کے معاملات اس کے تابع ہیں ۔ پاکستان کی اسلامی ریاست کے وجود میں آنے کے بعد ملک کے منتخب نمائندوں نے اس قانون کو منظور کر لیا تھا لیکن اس قانون میں بھی اس بارے میں کوئی واضح اور متعین ضابطہ نہیں ہے کہ والدہ کے نکاح ثانی کے بعد نابالغ بچے کا حق حضانت اس کے حائل ہوگا ۔ قرآن اور اس ایکٹ دونوں کے مطابق واحد قابل لحاظ امر بچے کی فلاح و بہبود ہے ۔ ہر مقدمے کا فیصلہ اس کے خاص حالات و کوائف کی بنا پر ہوگا[۳۰] ۔

(۳۰) اس فیصلہ میں فاضل جج نے کافی تفصیل کے ساتھ اسلامی قانون کے ماخذوں کے ضمن میں سنت کی تشریعی حیثیت، قانون سازی کے طریق (اجماع اور اجتہاد) اور اسلامی فقہی سرمایے کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جن کا براہ راست واقعات مقدمہ سے تعلق نہ تھا ۔ چونکہ یہ بحثیں براہ راست ''اصول فقہ اسلام'' کے تحت آتی ہیں، اس لیے ہمارے موضوع سے خارج ہیں، اور ان سے صرف نظر کیا جا رہا ہے ۔ البتہ یہاں اس قدر اشارہ کرنا بے جا نہ ہوگا کہ بہتر ہوتا اگر یہ اصولی مباحث عدالتی فیصلے کا جزو نہ ہوتے اور ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں شائع کر کے دعوت فکر دی جاتی ۔ ایک جج کے فیصلے پر کھلی اور مکمل تنقید ہمارے معاشرے میں خاصی پیچیدگیوں کا موجب ہوتی ہے ، کیونکہ ججوں کو ''عدالتی تحفظ'' حاصل ہوتا ہے اور ناقدین کو عدالتی وقار کے مجروح ہونے کا خدشہ بھی دامنگیر رہتا ہے ۔

marfat.com

عدالت عالیہ مغربی پاکستان کراچی بینچ نے بمقدمہ مساۃ نظیر بیگم بنام عبدالستار قرار دیا کہ "شرع اسلام میں ماں تمام اشخاص کے مقابلے میں زمانہ ازدواج میں نیز تنسیخ نکاح کے بعد بھی اپنے بچوں کی حضانت کی بہترین مستحق ہے (چنانچہ) ماں کے اپنے نابالغ بچوں کی حضانت کے حق پر لڑکی کی صورت میں بلوغت تک اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اس مقدمے میں ماں نے اپنا قانونی حق حضانت شرع اسلام کے تحت کھو دیا کیونکہ اس نے ایک اجنبی مرد سے نکاح کر لیا۔ لیکن کسی اجنبی شخص سے نکاح کر لینا اس (ماں) کو اپنے بچوں کے حضانت سے محروم نہیں کرتا، اگر عدالت کی رائے ہو کہ اجنبی مرد سے نکاح (ثانی) کرنے کے باوجود یہ امر نابالغوں کی بہبود میں ہوگا کہ وہ ماں ہی کے پاس رہیں"[۳۱]۔

بمقدمہ اختر احمد بنام مساۃ حضور بیگم جسٹس وحیدالدین احمد نے قرار دیا کہ "محض یہ امر واقعہ کہ ماں نے اپنے نابالغ بچے کا حق حضانت کھو دیا ہے بچے کی آئندہ حضانت کے سوال کو قطعی طور پر طے نہ کرسکے گا۔ یہ سوال ہمیشہ نابالغ کے مفاد اور بہبود کے تقاضوں کی روشنی میں طے کرنا ہوگا"۔

جسٹس وحیدالدین احمد نے مقدمے کے واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمایا کہ "تنسیخ نکاح کے بعد فریقین میں ایک باہمی تصفیہ ہوا جس کے تحت شوہر نے ماں کے دین مہر اور نفقہ سے دست برداری کے عوض اپنی نابالغ لڑکی (عمر ۴ سال) کے حق حضانت سے ماں کے حق میں دست برداری اختیار کر لی۔ بعد ازاں ماں نے نکاح ثانی کر لیا۔ پھر باپ نے اس دلیل کی بنا پر کہ شوہر (ثانی) نابالغ کا محرم نہیں ہے، نابالغ کی

---

(۳۱) پی' ایل' ڈی' ۱۹۶۳ع' کراچی' ۶۵۴

marfat.com

حضانت کا دعویٰ دائر کر دیا ۔ عدالت ابتدائی نے یہ قرار دیا کہ اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ نابالغ لڑکی کی اپنی ماں کی زیر حضانت مناسب طور پر دیکھ بھال نہیں ہو رہی یا اس سے برا سلوک کیا جا رہا ہے یا یہ کہ ماں ایک غیر اخلاقی زندگی گذار رہی ہے۔"

مقدمہ مذکورہ میں یہ بھی ظاہر ہوا کہ باپ نے بھی دوسرا نکاح کر لیا ہے جس سے اس کے ایک بچہ بھی ہے ۔ چنانچہ عدالت ماتحت نے اس امر کو مناسب نہ سمجھا کہ لڑکی کو باپ کی حضانت میں دیا جائے کیونکہ سوتیلی ماں سے لڑکی کے لیے اچھے سلوک کی توقع نہ تھی ۔ عدالت عالیہ نے قرار دیا کہ "حالات مقدمہ کے پیش نظر عدالت ماتحت نے جس صواب دید کا استعمال کیا اس میں مداخلت کا کوئی جواز موجود نہیں اور یہ کوئی مناسب مقدمہ نہیں ہے جس میں ماں کو اپنے نابالغ بچے کی حضانت سے محروم کردیا جائے ۔"[۳۲]

نابالغ کی بہبود ــــ حضانت کا بنیادی اصول :

بمقدمہ خوشی محمد بنام محمد النساء جسٹس شبیر احمد و جسٹس بشیر احمد نے قرار دیا کہ "حضانت کے معاملے میں نابالغ کی بہبود کو فوقیت حاصل ہے شخصی قانون کے تحت عام اصولوں سے انحراف محض اس صورت میں ہونا چاہیے جب کہ یہ خیال ہو کہ نابالغ ایک ایسے فائدے سے محروم ہو جائے گا جو زیادہ بنیادی نوعیت کا ہے ۔"

اس مقدمے میں فاضل ججان نے نابالغ بچوں کو اس بنا پر ماں کی حضانت سے نکال کر باپ کی حضانت میں دے دیا کہ ماں غیر اخلاقی زندگی بسر کر رہی ہے اور اپنے لیے ایک ایسے ماحول کا انتخاب کر لیا ہے جس میں رہ کر نابالغ بچے مستقلاً ایسے اثر میں رہیں گے جو ان کے اخلاق اور روحانی

---

(۳۲) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۵ع ، کراچی ، صفحہ ۶۵

marfat.com

اقدار کو متاثر کرنے کا فی نفسہ خطرہ اپنے اندر رکھتے ہیں ۔[۳۳]

نابالغ بچوں کی حضانت کے سلسلے میں عدالت عالیہ مغربی پاکستان لاہور نے بمقدمہ زہرہ بیگم بنام لطیف احمد منور یہ اقرار دیا کہ ”جہاں کہیں کسی قانونی مسئلے میں قرآن ، حدیث یا اجماع کے ذریعے نص موجود نہ ہو اور ائمہ اور فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہو تو عدالت قانونی مسئلے میں اپنی رائے قائم کر سکتی ہے ۔ چنانچہ عدالتیں اس امر کی مجاز ہوں گی کہ وہ فقہ اسلام کی کتب میں حضانت کے قاعدے سے اختلاف کر سکیں جب کہ اس مسئلے میں قرآن و سنت سے کوئی نص موجود نہ ہو ۔ عدالتوں نے قاضیوں کی جگہ لے لی ۔ اس لیے وہ اجتہاد کے ذریعہ خود نتائج تک پہنچ سکتی ہیں ۔ امام شافعی کے نزدیک اجتہاد اصول قیاس میں شامل ہے ۔ حضانت کے مسئلے میں مختلف کتب فقہ میں جو اصول پیش کیا گیا ہے وہ یکساں نہیں ہے ۔ اس لیے عدالتوں کو اس امر کی اجازت ہوگی کہ وہ کتب فقہ میں بیان کردہ اصول سے انحراف کریں ، اگر واقعات مقدمہ کے پیش نظر ان اصولوں کی پیروی نابالغ کے مفاد کے خلاف ہو ۔“

مقدمہ مذکورہ بالا میں ماں نے اپنے دو نابالغ بچوں کی نو سال تک بغیر کسی خطا و قصور کے پرورش کی تھی اور اس تمام عرصے میں باپ نے اپنے بچوں کو نہ کبھی دیکھا اور نہ ہی ان کے نفقے کے سلسلے میں ایک پائی دی ۔ چنانچہ عدالت عالیہ نے یہ قرار دیا کہ ان بچوں کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ اپنی ماں کے پاس رہیں ۔[۳۴]

عدالت عالیہ آزاد جموں و کشمیر نے بمقدمہ زدھا بیگم بنام محمد نظیر خان یہ قرار دیتے ہوئے کہ ماں نکاح ثانی کی صورت میں اپنے نابالغ بچے کے حق حضانت سے محروم ہو جاتی ہے تحریر فرمایا کہ نابالغ کی بہبود کا تصفیہ

---

(۳۳) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۱ع ، ۱۹۶۱ع ، لاہور ، ۶۸۷

(۳۴) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۵ع ، لاہور صفحہ ۶۹۵

marfat.com

خود اختیار کردہ طور پر جج کی آزاد مرضی پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس قانون کے ماتحت کیا جانا چاہیے جس کا نابالغ تابع ہے ۔ قانون یہ تصور کرتا ہے کہ جہاں قانونی حضانت ہے وہاں بچے کی بہترین بہبود بھی ہے ۔ عدالت نابالغ کی بہبود کے لیے کہ کس کی حضانت بہترین ہے ، قانونی احکام کی پابند ہے ۔ اپنی رائے کی تشکیل میں وقتاً فوقتاً اس ضرب المثل کا مفہوم کہ نابالغ کی بہبود سب سے زیادہ اہم ہے اس طرح لیا جانا چاہیے کہ وہ اصل جس پر قانون ساز ادارہ آگے بڑھتا ہے یہ ہے کہ نابالغ کی بہبود سب سے اہم اور غور طلب مسئلہ ہے ۔ یہ حقیقت قانون کے الفاظ کی تعبیر کے وقت ذہن میں رہنی چاہیے کہ بعض اوقات نابالغ کی بہبود واضح طور پر اشارہ کرتی ہے کہ کون شخص سرپرست کی حیثیت سے منتخب کیا جانا چاہیے ، اس اعتماد کے ساتھ کہ قانون کا آخری مقصد نابالغ کی بہبود ہے ۔ چنانچہ یہ ضرب المثل اس محفوظیت کے ساتھ پڑھی جانی چاہیے کہ جج صاحبان اپنے ذاتی نظریات کو قانون ساز ادارے کے اوپر حیثیت نہیں دے سکتے اور اگر قانون یہ تجویز کرتا ہے کہ ایک مخصوص شخص بچے کی حضانت کا حق رکھتا ہے تو عدالتیں اس امر کی پابند ہیں کہ اس طریقے کو عمل میں لائیں ، جس کا قانون مقتضی ہے ، کیونکہ عدالتیں قانون ساز ادارے کی خواہش سے بالا رہ کر اپنے ذاتی خیالات کو روبکار نہیں لا سکتیں کہ ان کے نزدیک نابالغ کی بہبود کیا ہے ۔ جہاں قانون جج کی صواب دید کا لحاظ رکھتا ہے وہاں وہ صواب دید اوّلین طور پر نابالغ کی بہبود کو زیادہ کرنے کے مقصد سے جج کی سمجھ کے مطابق استعمال کی جائے گی ، لیکن ایسا کرنے میں جج اس قانون کے مطابق عمل کرتا ہے جس کا کہ نابالغ تابع ہوتا ہے اور جو چاہتا ہے کہ جج اپنی صواب دید استعمال کرے ۔ فاضل جج نے آگے چل کر قرار دیا کہ گارجین اینڈ وارڈز ایکٹ اور شرع اسلام میں کوئی تصادم نہیں ہے ۔[۳۵]

(۳۵) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۶ء ، آزاد جموں و کشمیر ، صفحہ ۱

بمقدمہ مسماۃ بیوی بنام شاہ نواز خان ، جسٹس جمیل حسین رضوی نے قرار دیا کہ اسلامی قانون کے تحت ایک ماں اپنی لڑکی کی حضانت کی اس کے بالغ ہونے تک اور لڑکے کی ۷ سال کی عمر کو پہنچ جانے تک مستحق ہے ۔ ایک ماں اپنا حق حضانت محض اس بناء پر نہیں کھو دیتی کہ وہ اپنے شوہر سے علیحدہ رہ رہی ہے ۔ حضانت کے بارے میں شرع اسلام کا اصول بنیادی طور پر اس امر واقعہ پر مبنی ہے کہ نابالغوں کا اپنے سرپرستوں کے ساتھ رہنا جیسا کہ قانون میں ہدایت کی گئی ہے ، ان کے مفاد میں ہے اگر زوجین کے تعلقات کشیدہ ہیں جس کی بناء پر وہ علیحدہ رہتے ہیں تو زوجہ اپنے بچوں کے حق حضانت سے اس مدت کے دوران جس میں کہ قانون اسے بچوں کی حضانت کا حق دیتا ہے ، محروم نہ ہوگی ۔۳۶

نابالغ کی ماں کا اپنی اولاد کے نفقے کی استطاعت نہ رکھنا اس کے حق حضانت کو محروم نہیں کر سکتا ۔۳۷

باپ تعبیری حضانت رکھتا ہے :

بمقدمہ محمد صادق بنام مسز صادق صفورا قرار دیا گیا کہ باپ اپنے بچوں کا قانونی اور حقیقی سرپرست ہے ، تاآنکہ وہ بچے بالغ ہوں ۔ ماں لڑکے کی صورت میں ۷ سال اور لڑکی کی صورت میں بلوغت یعنی ۱۵ سال کی عمر تک حق حضانت رکھتی ہے لیکن اس عرصے میں بھی ماں کا حق حضانت باپ کی نگرانی اور کنٹرول میں ہوگا ۔ باپ اپنے بچوں کے نفقہ کا ذمہ دار ہے ۔ باپ کے متعلق ہمیشہ یہ تصور کیا جائے گا کہ وہ اپنے بچوں کی تعبیری حضانت (constructive custody) رکھتا ہے خواہ ماں یا کوئی دوسری رشتہ دار عورت یا کوئی دیگر شخص جو باپ کا نامزد ہو حقیقی حضانت(actual custody) رکھتا ہو ۔۳۸

(۳۶) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۱ع ، لاهور ، صفحہ ۵۰۹
(۳۷) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۱ع ، لاهور ، صفحہ ۷۶۸
(۳۸) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۳ع ، لاهور ، صفحہ ۵۳۴

marfat.com

نتیجۂ فکر :

ہماری عدالتوں کا یہ نقطۂ نظر کہ حضانت کے معاملے میں "بچے کی بہبود" کا تصور ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے ، شرع اسلام کے عین مطابق ہے ۔ لیکن اس سلسلے میں یہ امر ملحوظ رکھنا ہوگا کہ بچے کی بہبود کا تصفیہ جج کے موضوعی (subjective) انداز نظر پر نہیں چھوڑا جاسکتا ۔ اس کا تصفیہ معروضی (objective) طور پر کرنا چاہیے ۔ معروضی طور پر تصفیہ کرنے کے لیے شرعی قاعدہ کا لحاظ رکھا جائے گا کیونکہ شرعی قاعدہ کے بارے میں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اس کا اطلاق بچہ کی بہبود میں ہے الا یہ کہ حالات مقدمہ اس کے متقاضی ہوں کہ ایک شرعی قاعدہ کو چھوڑ کر دوسرا شرعی قاعدہ (یعنی بچے کی بہبود کا خیال) اختیار کرنا انسب ہے ۔ مثال کے طور پر یہ ایک شرعی قاعدہ ہے کہ عورت کا ایک ایسے اجنبی مرد سے نکاح ثانی کرنا جو بچے کا محرم نہ ہو اس کے حق حضانت سے محرومی کا موجب ہوگا لیکن دوسرا شرعی قاعدہ یہ ہے کہ "حضانت کا مدار بچے کی منفعت پر ہے" چنانچہ اگر حالات مقدمہ کے تحت عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ دوسرے قاعدے کے اتباع میں پہلے قاعدے سے صرف نظر کرنا چاہیے تو ایسا کرنا شرع کے مطابق ہوگا ۔ چنانچہ ہماری عدالتوں کا یہ نقطۂ نظر کہ اگر حالات مقدمہ کے پیش نظر بچے کی بہبود اسی میں ہو کہ وہ ماں کے پاس رہے تو محض کسی عورت کا اجنبی مرد سے نکاح (ثانی) کر لینا اس کے حق حضانت کو ساقط نہیں کرے گا ، صحیح ہے ۔ بلکہ اس کی تائید خود فقہاء کے اقوال سے بھی ہوتی ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین نے اپنی مشہور تصنیف رد المحتار میں (جلد دوم ، صفحہ ۶۹۴ مطبع بولاق ، مصر) حضانت کے باب میں اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"اگر حاضنہ عورت کھانے پینے میں شوہر سے علیحدہ ہے اور بیٹا اس

marfat.com

عورت کے ساتھ ہے تو اس کو حق حضانت حاصل ہے کیونکہ اس مرد کو اس عورت یا بچہ پر کوئی دخل نہیں ہے ، برخلاف اس صورت کے جبکہ حاضنہ اجنبی شوہر کی عیال (زیر پرورش) ہو یا اس اجنبی مرد کے ایک اور زوجہ ہو یعنی اس عورت کی سوکن موجود ہو (تو بچہ اس کی ماں کی حضانت سے لے لیا جائے گا) ۔"

ماں کے غیر محرم مرد سے نکاح کرنے کی صورت میں اس کے حضانت کے حق کا ساقط ہو جانا نابالغ کے ضرر کو دور کرنے کی غرض سے ہے ۔ لہذا مفتی کو چاہیے کہ صاحب بصیرت ہو اور بچہ کی مصلحت کا لحاظ رکھے کیونکہ کبھی بچہ کا قریبی رشتہ دار اس بچہ سے بغض رکھتا ہے اور اس کی موت کا طلب گار ہوتا ہے اور (کبھی) اس کی ماں کا اجنبی شوہر بچہ کے لیے مشفق ہوتا ہے اور اس پر بچے کی جدائی شاق ہوتی ہے ۔ کیونکہ اس بچے کا قریبی رشتہ دار اس بچے کو لینے کا (کبھی اس غرض سے) ارادہ کرتا ہے کہ اس کو اور اس کی ماں کو تکلیف پہنچائے یا اس غرض سے لیتا ہے کہ اس (بچہ) کے نفقہ ہی سے کھائے یا اور کچھ اس کے مانند ۔ اور کبھی اس مرد کی زوجہ ہوتی ہے جو اس بچہ کو دگنی امداد دیتی ہے یہ مقابلہ اس کے اجنبی شوہر کے — کبھی اس (قریبی رشتہ دار) کے اولاد ہوتی ہے جس کے سبب لڑکی کے لیے فتنہ کا خدشہ ہوتا ہے بوجہ یکجا رہائش کے ۔ جب مفتی یا قاضی اس بارے میں واقف ہو جائیں تو ان کے لیے اس بچہ کو ماں کی حضانت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں ہے ، کیونکہ امر حضانت کا مدار بچہ کی منفعت پر ہے"

تجویز

پاکستان میں بچوں کی حضانت کے سلسلے میں رائج الوقت قانون گارجین اینڈ وارڈز ایکٹ ، ۱۹۲۵ء نافذ ہے لیکن یہ

marfat.com

قانون مسلمانوں کی معاشرتی ضروریات پر پورا نہیں اترتا ۔ اس کمی کو ہماری عدالتوں کے فیصلوں نے کسی حد تک پورا کیا ہے ۔ البتہ یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان عدالتی فیصلوں کی روشنی میں اور مسلم ممالک میں رائج الوقت قوانین (جن کے تفصیلی حوالے اس باب میں دیے گئے ہیں کی مدد سے حضانت کا ایک جامع قانون مرتب کر کے مقننہ سے منظور کرا لیا جائے تو اس سے مسلمانوں کی عائلی زندگی کے ایک اہم پہلو سے متعلق بہت سی الجھنیں دور ہونے میں مدد ملے گی ۔ ہم نے حتی الامکان اپنے بیان کردہ نظریہ کو کتاب ہذا کی دفعات میں ملحوظ رکھا ہے چنانچہ یہ اصول کہ(حضانت کا مدار بچے کی بہبود پر ہے)اور یہ قاعدہ کہ(عورت کا غیر محرم سے نکاح اس کے حق حضانت کو ساقط کر دیتا ہے) واقعات و حالات کے پیش نظر اپنی اپنی جگہ دونوں صحیح ہیں البتہ ان کا اطلاق مقدمہ کےمخصوص واقعات کے پیش نظر کیا جانا چاہیے ۔

---

marfat.com

نفقۂ اولاد وآباء واجداد

marfat.com

تئیسواں باب

نفقۂ اولاد

اولاد کے نفقے کی ذمہ داری

۱۵۸ - باپ اپنے بیٹوں کے بالغ ہو جانے تک اور بیٹیوں کے نکاح ہو جانے تک حسب استطاعت نفقہ دینے کا ذمہ دار ہوگا ۔

تشریح

اسلام سے قبل عرب میں والدین پر اپنے بچوں کے نفقے کی ذمہ داری نہ تھی ۔ بالخصوص لڑکیوں کو ایک نحوست شمار کیا جاتا تھا اور انہیں زندہ دفنا دیا جاتا تھا ۔ اسلام جہاں نفس انسانی کی عظمت پر زور دیتا ہے وہاں انسانی جان کے تحفظ کے قواعد بھی مرتب کرتا ہے ۔ چنانچہ اسلام اہل و عیال کے نفقے کو ایک عبادت قرار دیتا ہے ۔ بہ روایت ابو مسعود انصاری آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "جب مسلمان اپنے بیوی بچوں کی ذات پر ثواب سمجھ کر خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے ۔" یعنی وہ صدقے کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے ۔

نابالغ اولاد کا نفقہ صرف باپ پر واجب ہوتا ہے اس میں باپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوتا جیسے کہ اس کی زوجہ کے نفقے میں کوئی شریک نہیں ہوتا ۔[1] لیکن باپ پر اولاد کا نفقہ اس صورت میں واجب ہوگا جب کہ بچے کا ذاتی مال موجود نہ ہو ۔ اگر بچے کا مال موجود ہو تو اس کا نفقہ اپنے مال سے ہوگا اور نابالغ بچے کا مال ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس نے کسی سے ترکے میں حاصل کیا ہو یا کسی نے ہبہ کیا ہو ۔ فقہ کی مشہور کتاب "ذخیرہ" میں مذکور ہے کہ اگر نابالغ

(۱) ہدایہ جلد دوم مطبوعہ قرآن محل کراچی صفحہ ۴۴۴

marfat.com

کے پاس زمین یا کپڑے (زائد از ضرورت) ہوں اور اس کے نفقے کے واسطے ان کی ضرورت پڑے تو باپ بحیثیت ولی کے ان کو بیچ کر نفقے میں خرچ کرنے کا مجاز ہوگا ۔[۲]

باپ پر اولاد کے نفقے کی ذمہ داری غیر مشروط اور مطلق ہے ۔[۳] محض اس بناء پر کہ اولاد نافرمان ہے یا ماں کی زیر پرورش ہے باپ اپنی اولاد کو نفقہ دینے کی ذمہ داری سے نہیں بچ سکتا ۔[۴] چنانچہ از روئے شرع باپ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ بیٹوں کو بالغ ہونے تک اور بیٹیوں کو نکاح ہو جانے تک حسب استطاعت نفقہ دے ۔ اگر اولاد خود صاحب جائداد ہے اور اس کی پرورش اس سے ہو سکتی ہے تو باپ پر نفقہ کی ذمہ داری نہ ہوگی ۔[۵] جہاں تک بیٹوں کے بالغ ہونے کا تعلق ہے از روئے شرع بلوغ کی عمر ۱۵ سال ہے الا یہ کہ اس سے قبل بالغ ہو جائیں ۔ قانون بلوغ مجریہ ، ۱۸۷۵ع کا اولاد کے بلوغ کے تعلق سے باپ کی ذمہ داری نفقہ پر اطلاق نہیں ہو سکتا ۔[۶]

مسٹر رولینڈ ولسن نے اپنی کتاب اینگلومحمڈن لاء (دفعات ۱۴۰، ۱۴۲) پر تحریر کیا ہے کہ نفقہ آن امور میں شامل نہیں ہے جو قانون بلوغ کے اطلاق سے مستثنی قرار دئے گئے ہیں ۔ اس لیے ولسن کے خیال میں نفقہ کی ذمہ داری بھی اولاد کے ۱۸ سال کی عمر تک رہتی ہے ۔ لیکن ولسن کا یہ خیال درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ قانون بلوغ نے حقوق اور اس

---

(۲) ھدایہ عربی مطبوعہ قرآن محل کراچی ، جلد دوم صفحہ ۴۴۵

(۳) فتح القدیر شرع ھدایہ مطبوعہ مصر ۱۳۵٦ھ جلد ۳ صفحہ ۳۴۴

(۴) فتح القدیر شرح ھدایہ مطبوعہ مصر ۱۳۴٦ھ جلد ۳ صفحہ ۳۴۴

(۵) صغرا بیگم بنام محمد یونس ' پی ایل ڈی ' لاھور ' ۱۹۵۷ع ' صفحہ ۱۴۴
فتح القدیر مطبوعہ مصر ۱۳۵٦ھ جلد ۳ صفحہ ۳۴۴ ۔
المسبوط السرخسی مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ جلد ۵ صفحہ ۱۸۵

(٦) Majority Act, 1875.

marfat.com

کے بالمقابل وجوب کے قائم رہنے کی مدت میں کوئی اضافہ نہیں کیا ۔ اس لیے ایک مسلمان کے بیٹوں کو بالغ ہو جانے کے بعد باپ سے نفقہ پانے کا حق باقی نہیں رہتا اور نہ اس عمر کو پہنچنے کے بعد والدین پر ان کا نفقہ واجب رہتا ہے ، الاّ یہ کہ کسی نقص یا بیماری کے سبب کسب معاش پر قادر نہ ہوں ۔

عام اصول یہ ہے کہ نفقہ محتاج پر واجب نہیں ہوتا کیونکہ اس کا واجب ہونا صلۂ رحمی کے طور پر ہوتا ہے جب کہ محتاج خود اس بات کا مستحق ہے کہ کوئی دوسرا اس کے ساتھ احسان کرے تو اس پر کیوں کر نفقہ واجب ہو سکتا ہے ؟ لیکن اس عام اصول کا اطلاق زوجہ اور نابالغ اولاد کے نفقے کی صورت میں نہیں ہوتا ، کیونکہ زوجہ اور نابالغ اولاد کا نفقہ شوہر اور والد پر نادار ہونے کے باوجود واجب ہوتا ہے کیونکہ جب اس نے نکاح کیا تو نفقہ دینا اس پر لازم ہوگیا ۔

خوش حالی کے بارے میں امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ شخص بقدر نصاب مالک ہو یعنی اس پر زکٰوۃ واجب ہوتی ہو (یا بالفاظ دیگر اس پر زکٰوۃ لینا حرام ہو) ۔ امام محمد الشیبانی سے مروی ہے کہ خوش حالی کا اندازہ یہ ہے کہ ایک ماہ تک اس کی ذات اور اہل و عیال کے خرچے کے بعد پس انداز ہو یا اس کی مستقل کمائی سے اس طرح پس انداز ہوتا ہو تو اس پر ذی رحم محرم کا نفقہ واجب ہوتا ہے ورنہ نہیں ، بندوں کے حقوق کی ادائی میں صرف قادر ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ نصاب کا ، کیونکہ نصاب مالدار ہی کے واسطے ہے ۔ لیکن فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہے ۔ چنانچہ آدمی کی بنیادی ضروریات سے اتنا مال زائد ہو جس پر زکٰوۃ واجب ہوتی ہو تو اس پر اپنے ذی رحم رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہوگا ۔

marfat.com

جب قاضی نے مرد پر اس کے فرزند ، والدین اور قریبی رشتہ داروں کا نفقہ متعین کرکے ادائی کا حکم دیا اور پھر بغیر نفقے کے کچھ عرصہ گزر گیا تو اس مدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا کیونکہ فرزند ، والدین یا قرابت داروں کا نفقہ تکمیل ضرورت کے واسطے واجب ہوتا ہے ۔ چنانچہ اگر یہ لوگ خوشحال ہوں تو نفقہ واجب نہیں ہوتا ، لہذا مدت گزرنے سے وہ نفقہ ساقط ہوگیا ۔ البتہ زوجہ کا نفقہ بالخصوص جب قاضی نے مقررکر دیا ہو تو ساقط نہیں ہوتا کیونکہ شوہر پر زوجہ کا نفقہ اس کی خوشحالی کے باوجود واجب ہوتا ہے ۔ زوجہ کا نفقہ دراصل معاوضۂ حبس ہے جب کہ اولاد ، والدین اور دیگر رشتہ داروں کا نفقہ بربناء احسان واجب ہوتا ہے ۔

اولاد کا صحیح النسب ہونا ضروری ہے

۱۵۹ ۔ باپ صرف صحیح النسب اولاد کے نفقہ کا ذمہ دار ہوگا ۔

تشریح

باپ صرف اپنی صحیح النسب اولاد کےنفقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ چنانچہ اس پر غیر صحیح النسب اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ۔

ضابطہ فوجداری پاکستان کی دفعہ۴۸۸ کے تحت باپ کوغیرصحیح النسب اولاد کا نفقہ دینے پر مجبورکیا جا سکتا ہے ۔[7] عدم ادائی کی بناء پر اس کو سزائے قید بھی دی جا سکتی ہے ۔ نہ صرف یہ بلکہ از روئے قانون رائج الوقت اولاد غیر صحیح النسب ہے تو باپ ادائی نفقہ کے حکم کی تعمیل سے محض اس بناء پر انکار کرنے کا مجاز نہیں ہے کہ ماں اس اولاد کو باپ کے حوالے کرنے سے انکار کرتی ہے ۔

---

(7) If any person having sufficient means neglets or refuses to maintain his wife or his legitimate or illegitimate child unable to maintain itself, may order such person to make a monthly allowance for the maintenance of his wife or such child, at such monthly rate, not exceeding (four hundred) rupees in the whole.

marfat.com

تجویز

از روئے شرع اسلام باپ ناجائز اولاد کے نفقہ کا ذمہ دار نہیں ھے ، جب کہ رائج الوقت قانون (دفعہ ۴۸۸ ضابطۂ فوجداری) کے تحت اس کو ذمہ دار قرار دیا گیا ھے ۔ ضرورت ہے کہ مذکورہ دفعہ ۴۸۸ ضابطہ فوجداری میں شرع اسلام کے مطابق ترمیم کی جائے ۔

ماں اور دادا کی ذمہ داری

۱۶۰ - (۱) باپ کے مفلس ھونے کی صورت میں اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری بشرط مقدرت ماں پر ھوگی ۔

(۲) والدین کے مفلس ھونے کی صورت میں اولاد کے نفقے کی ذمہ داری بشرط مقدرت ان کے دادا پر عائد ھوگی ۔

تشریح

باپ کے مفلس ھونے کی صورت میں اولاد کے نفقے کی ذمہ داری جب کہ خود اولاد کی کوئی جائداد نہ ھو ، بچوں کی ماں اور ماں کے مفلس ھونے کی صورت میں دادا پر منتقل ھو جاتی ھے ۔ چنانچہ عدالت اس امر کی مجاز ھوگی کہ باپ کی عدم استطاعت کی صورت میں ماں اور ماں کی عدم استطاعت کی صورت میں بچوں کے دادا کو بچوں کے نفقے اور پرورش کا انتظام کرنے کا حکم دے ۔ البتہ ماں اور دادا کی یہ ذمہ داری باپ کی طرح غیر مشروط اور مطلق نہیں ۔ جوں ھی باپ کی مالی حالت بہتر ھو جائے اور وہ اس قابل ھو کہ بچوں کے نفقے اور پرورش کے اخراجات کا بار اٹھا سکے ، اس کی ذمہ داری عود کر آئے گی اور وہ اپنے بچوں کے نفقے کا ذمہ دار ھوگا ۔

کسی عورت کا شوھر غائب ھو جائے اور باپ ، بچے یا ماں کا مال موجود نہ ھو تو عورت حسب ضرورت اور دستور کے مطابق اپنے اور اپنے بچوں کے گزارے کے لیے باپ کے نام پر قرض لے کر گزارہ کر سکتی ھے ۔

marfat.com

آبا و اجداد کا نفقہ

۱۶۱ - اولاد پر اپنے حاجت مند آباو اجداد کو نفقہ دینا واجب ہے - خواہ وہ اس کے ہم مذہب نہ ہوں -

تشریح

بالغ اولاد پر واجب ہے کہ اپنے والدین اور دادا ، دادیوں کو نفقہ دے جب کہ وہ حاجت مند ہوں خواہ وہ اس کے ہم مذہب ہوں یا نہ ہوں - اس کی دلیل قرآن پاک کی آیت "وصاحبھا فی الدنیا معروفا" ہے ، کہ دنیا میں والدین کے ساتھ اعتدال (خوش اسلوبی) کے طور پر رہو - اس آیت کا نزول ایسے ماں اور باپ کے حق میں تھا جو کافر تھے - اعتدال (خوش اسلوبی) کے طور پر رہنے کا یہ مطب نہیں ہے کہ اولاد خود تو اللہ کی نعمتوں سے مستفیض ہو اور والدین کو چھوڑ دے کہ بھوکے مر جائیں ، اولاد پر والدین کے نفقے کے علاوہ دادہ اور دادیوں کے نفقے کی ذمہ داری کی دلیل یہ ہے کہ وہ بھی باپ اور ماؤں میں سے ہیں کیونکہ باپ کی غیر موجودگی میں دادا اس کا قائم مقام ہوتا ہے - چونکہ وہ بھی اس اولاد کے زندہ ہونے کا سبب ہیں اس لیے وہ اس اولاد پر اپنی زندگی کا استحقاق رکھتے ہیں جیسا کہ والدین کی صورت میں ہے - شرع اسلام نے آباء و اجداد کے نفقے کی ذمہ داری میں محتاجی کی شرط اس لیے لگائی ہے کہ اگر وہ مال دار ہیں تو ان کے نفقے کا وجوب دوسرے کے مال میں قائم ہونے کی به نسبت اپنے مال میں قائم ہونا اولیٰ ہے - جہاں تک اختلاف دین کا تعلق ہے تو یہ اختلاف نفقہ واجب ہونے میں مانع نہیں ہوتا ، جیسا کہ مذکرہ بالا آیات سے ظاہر ہے - (کیونکہ آیت قرآنی مطلق ہے اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ والدین خواہ مسلمان ہوں یا کافر ان کے ساتھ اعتدال (خوش اسلوبی) کا برتاؤ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے) - لیکن اگر یہ لوگ ایسے کافر ہوں جو مسلمانوں سے لڑتے ہوں تو مسلمان اولاد پر ان کا نفقہ واجب نہ ہوگا کیونکہ جو شخص مسلمان سے دین کے بارے

marfat.com

میں لڑائی کرے خواہ کوئی ہو اس کے ساتھ احسان کرنے سے منع کیاگیا ہے۔[۸]

والدین کے نفقے میں فرزند کے ساتھ کوئی شریک نہ ہوگا یعنی اگر والدین کا فرزند موجود ہے اور نفقہ دے سکتا ہے تو قاضی یہ حکم نہیں دے سکتا کہ اور رشتہ دار بھی شریک ہو کر نفقہ دیں ۔ نفقہ صرف ان کا فرزند دےگا ، کیونکہ والدین کے واسطے اپنے فرزند کے مال میں حق ہے آنحضرت (صلعم) نے فرمایاکہ تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے واسطے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ غیر کے مال میں باپ کا حق ثابت نہیں ہوسکتا ۔ دوسرے یہ کہ والدین کے حق میں ان کا فرزند سب سے زیادہ قریب ہے ۔ ظاہر الروایت میں ہے کہ محتاج والدین کے واسطے نفقے کا استحقاق ان کے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں پر برابر ہے کیونکہ سبب قرابت لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو شامل ہے ۔ امام سرخسی نے شرح کافی میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی ہےکہ میراث کی طرح دو حصہ لڑکا ایک حصہ لڑکی دے ۔[۹] فتویٰ ظاہر الروایت پر ہے ۔

دیگر رشتہ داروں کا نفقہ

١٦٢ - مسلمان رشتہ داروں پر واجب ہے کہ اپنے حاجت مند رشتہ داروں کو جن سے میراث کا باہمی تعلق ہو ، حسب قاعدۂ وراثت نفقہ دیں ۔

تشریح

نفقے کا تعلق میراث کے ساتھ ہے چنانچہ جن میں باہم میراث ہے ان میں نفقہ بھی ہوتا ہے ۔ بنابریں ایک مسلمان پر واجب نہیں کہ اپنے غیر مسلم بھائی کو نفقہ دےکیونکہ غیر مسلم مسلمان کی میراث نہیں لے سکتا ۔[۱۰]

---

(۸) فتح القدیر شرح ہدایہ مطبوعہ مصر ۱۳۵٦ھ جلد ۳ صفحہ ۳۴۷
بحرالرائق مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ جلد ۳ صفحہ ۲۲۳
(۹) فتح القدیر مع ہدایہ مطبوعہ مصر ۱۳۵٦ھ جلد ۳ صفحہ ۳۴۸
بحرالرائق جلد ۳ صفحہ ۲۲۳/۲۲۴ مطبوعہ مصر
(۱۰) فتح القدیر مطبوعہ مصر ۱۳۵٦ ہجری جلد ۳ صفحہ ۳۴۸
بحرالرائق جلد ۳ مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ ہجری صفحہ ۲۲۴

marfat.com

نفقہ ہر ذی رحم محرم کے لیے واجب ہوتا ہے جب کہ وہ نابالغ یا محتاج ہو یا عورت بالغہ نادار ہو یا مرد بالغ نادار ، لنجہ یا اندھا ہو کیونکہ قریبی رشتہ داری میں احسان کرنا واجب ہوتا ہے ۔ جو رشتہ دار محرم ہو وہ قریب ہوتا ہے یعنی جس سے نکاح کی دائمی حرمت ہو ورنہ دور کی رشتہ داری میں نفقہ واجب نہیں ہوتا ۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے "علی الوارث مثل ذلک" یعنی وارث پر اس کے مثل واجب ہے ۔ بالفاظ دیگر استحقاق اور ذمہ داری دونوں کا تعلق یکساں طور پر ہوتا ہے یعنی جس درجے میں جو رشتہ دار استحقاق رکھتا ہے اسی درجے میں اس پر ذمہ دادی عائد ہوتی ہے ۔

علامہ ابو الحسن نے جو قدری کے نام سے مشہور ھیں اپنی کتاب "المختصر" میں لکھا ہے کہ نفقہ کا واجب ہونا میراث کی مقدار پر ہے ۔ کیونکہ آیت میں وارث کا لفظ کہنے میں یہ تنبیہ ہےکہ مقدار میراث معتبر ہے ، کیونکہ حالات کے بقدر آدمی تاوان اٹھاتا ہے یعنی جتنا اسے میراث سے ملے گا اسی حساب سے بالفعل مورث کو نفقہ دے رہا ہے ۔

دیگر رشتہ داروں کے نفقے کی صورت میں ایسی قرابت موجود ہونے کے باوجود جس سے دائمی نکاح حرام ہوتا ہے اگر باہم دین میں اختلاف ہو تو نفقہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ باہم وارث ہونے کی اہلیت (capacity) موجود نہیں ہے جب کہ دیگر رشتہ داروں کے نفقے کا وجوب میراث پر قائم ہے ۔

اسلامی ممالک میں قوانین نفقہ

عراق کا قانون نفقہ :

دفعہ ۵۸ ۔ ہر انسان کا نفقہ اس کے مال میں ہے ماسوائے زوجہ

(۱۱) فتح القدیر مع ھدایہ جلد ۳ صفحہ ۳۵۰.
بحرالرائق جلد ۳ صفحہ ۲۲۸

marfat.com

کے جس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ ہے ۔

دفعہ ٥٩ - (١) لڑکے کا مال موجود نہ ہونے کی صورت میں اس کا نفقہ اس کے باپ پر ہے جب تک کہ وہ (باپ) نادار یا کسب معاش سے عاجز نہ ہو ۔

(٢) اولاد کا نفقہ جاری رہے گا بصورت لڑکی کے نکاح تک اور بصورت لڑکے کے اس وقت تک کے لیے جب تک کہ اس کے مثل دیگر لڑکے کمانے کے لائق نہ ہو جائیں ، جب کہ وہ طالب علم نہ ہو ۔

دفعہ ٦٠ (١) جب کہ باپ اپنی اولاد کا نفقہ دینے سے مجبور ہو تو نفقہ اس شخص پر واجب ہوگا جس پر باپ کی عدم موجودگی کی صورت میں ہوتا ۔

(٢) ایسا نفقہ خرچ کرنے والے کی طرف سے (جو باپ کے قائمقام نے کیا ہو) باپ کے ذمہ قرض ہوگا جو باپ کے صاحب فراغت ہو جانے کے بعد واپس دلایا جائے گا ۔

دفعہ ٦١ - صاحب استطاعت لڑکے پر خواہ بالغ ہو یا نابالغ ، اپنے نادار والدین کا نفقہ واجب ہے خواہ وہ (والدین) کسب معاش پر قادر ہوں تا آنکہ یہ ظاہر نہ ہوتا ہو کہ باپ کاہلی اختیار کرنے پر تُلا ہوا ہے ۔

دفعہ ٦٢ - ہر نادار کسب معاش سے عاجز شخص کا نفقہ اس کے ایسے صاحب استطاعت رشتہ داروں پر جو اس کے وارث ہوں بقدر حصۂ ترکہ واجب ہوگا ۔

دفعہ ٦٣ - رشتہ داروں کے نفقہ کا حکم تاریخ دعوے سے دیا جائے گا۔

شام کا قانون نفقہ:

دفعہ ١٥٤ - ہر انسان کا نفقہ اس کے مال میں ہے مگر زوجہ کا اس کے شوہر پر ہے ۔

marfat.com

دفعه ۱۵۵ (۱) ۔ اگر لڑکے کا مال موجود نہ ہو تو اس کا نفقہ اس کے باپ پر ہے الاّ یہ کہ اس کا باپ نفقہ دینے سے عاجز اور جسمانی یا عقلی آفت کے سبب کمانے سے مجبور ہو ۔

(۲) اولاد کا نفقہ لڑکی کی صورت میں نکاح تک اور لڑکے کی صورت میں جب کہ اس کے مثل لڑکے کمانے کے لائق ہوں قائم رہے گا ۔

دفعه ۱۵۶ (۱) ۔ جب کہ باپ نفقہ دینے سے عاجز ہو اور (در آں حالے کہ) وہ کمانے سے عاجز نہ ہو تو اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری اس شخص پر ہوگی جس پر باپ کی غیر موجودگی میں ہوتی ۔

(۲) نفقہ باپ کے ذمہ قرض کے طور پر ہوگا اور جب وہ خوشحال ہو جائے تو اس کو دلایا جائے گا ۔

دفعه ۱۵۷ (۱) ۔ اپنے بیٹے کی زوجہ کا نفقہ باپ پر واجب نہ ہوگا جب وہ (بیٹا) خوشحال ہو ۔

(۲) عسرت کی حالت میں باپ کا نفقہ پر خرچ کرنا بیٹے کے ذمہ قرض ہوگا تاآنکہ وہ خوشحال ہو ۔

دفعه ۱۵۸ ۔ خوشحال اولاد پر خواہ مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ ، اپنے محتاج والدین کا نفقہ واجب ہوگا ، خواہ وہ (والدین) کمانے پر قادر ہوں، جب تک کہ باپ کی طرف سے کمانے کے معاملے میں اس کے مثل اشخاص کے مانند کسل اور سستی ظاہر نہ ہو ۔

دفعه ۱۵۹ ۔ نادار اور آفت بدنی یا عقلی کے سبب کمانے سے قاصر شخص کا نفقہ اس صاحب فراغت شخص پر واجب ہے جو اس کا وارث ہو ، بمقدار ان کے حصص وراثت کے ۔

دفعه ۱۶۰ ۔ اختلاف دین کی بناء پر نفقہ واجب نہیں ہوتا مگر آباءو اجداد اور اولاد کے واسطے ۔

marfat.com

دفعہ ۱٦۱ - رشتہ داروں کا نفقہ تاریخ دعویٰ سے دلایا جائے گا (یعنی جس تاریخ سے عدالت میں درخواست پیش کی جائے) ۔

تیونس کا قانون نفقہ :

دفعہ ۴۳ - بذریعہ قرابت نفقہ کے مستحقین کی دو قسمیں ھیں ۔ باپ و دادا خواہ درجے میں کتنے ھی اونچے ھوں ۔ صلبی اولاد خواہ درجے میں کتنے ھی نیچے ھوں ۔

دفعہ ۴۴ - بیٹے اور خوشحال اولاد لڑکے ھوں یا لڑکی ان پر محتاج والدین ، دادا ، دادی کو نفقہ دینا واجب ھے ۔

دفعہ ۴۵ - اگر اولاد ایک سے زائد ھو تو خوشحال سے نفقہ دلایا جائے گا نہ کہ انفرادی طور پر ھر ایک سے اور نہ ھی ورثہ کی بنیاد پر ۔

دفعہ ۴٦ - باپ پر خواہ درجے میں کتنا ھی بلند ھو اپنی نابالغ اور کسب معاش سے عاجز اولاد کا نفقہ خواہ درجہ میں کتنا ھی نیچے ھو واجب ھے ۔ عورت کا نفقہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ اس کا نفقہ اس کے شوھر پر واجب نہ ھو جائے اور لڑکی کا نفقہ اس وقت تک ھے جب تک کہ سولہ سال کی عمر بلوغ کو نہ پہنچ جائے اور کسب معاش پر قادر نہ ھو ۔

دفعہ ۴۷ - باپ کے تنگدست ھونے کی صورت میں ماں پر اپنی اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری دادا کے مقابلے میں مقدّم ھے ۔

دفعہ ۴۸ - اگر ماں بچہ کی رضاعت سے معذور ھو تو باپ پر واجب ھے کہ عرف و عادت کے بموجب بچے کو دودھ پلانے کے قائمقام انتظام کرے ۔

دفعہ ۴۹ - جس شخص نے کسی غیر کے نفقہ کی ذمہ داری جو بالغ ھو یا نابالغ ، اپنے اوپر ایک معین مدت تک کے لیے لازم کر لی تو اس کی

marfat.com

تکمیل اس پر لازم ہوگی اور اگر مدت غیر معین ہو اور اس نے خود اس مدت کا تعین کر لیا تو اس بارے میں اس کا قول مانا جائے گا ۔

دفعہ ۵۰- خوراک ، لباس ، مکان ، تعلیم اور جن اشیاء کا عرف کے تحت ضروری ہونا معتبر ہو ، نفقہ میں شامل ہوں گی ۔

دفعہ ۵۱ - نفقہ اپنے سبب کے زائل ہو جانے سے ساقط ہو جاتا ہے اور جو کچھ نفقہ دینے والے سے جبراً بلا سبب لیا گیا ہے وہ اس کو واپس لوٹا دیا جائے گا ۔

دفعہ ۵۲- نفقہ دینے والے کی استطاعت اور نفقہ پانے والے کے حال ، زمانہ اور نرخوں کے بموجب مقرر کیا جائے گا ۔

دفعہ ۵۴ - اگر نفقے کے مستحق ایک سے زائد ہوں اور نفقہ دینے والا ان سب کو نفقہ دینے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زوجہ کے نفقہ کو اولاد کے نفقہ پر تقدم حاصل ہوگا اور نابالغ اولاد کے نفقہ کو والدین کے نفقہ پر ۔

اردن کا قانون نفقہ :

دفعہ ٦٥ (ج) جس اولاد کا نفقہ اس کے باپ پر واجب ہے اس کی تعلیم کا خرچ بھی نفقہ کی طرح اس پر واجب ہے اور معتبر ہوگا ۔ طلب علم ان اسباب میں سے بطور ایک سبب کے ہے ، جن کی بنیاد پر اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ لازم ہوتا ہے اور اسی طرح برابر ہے کہ تعلیم ابتدائی ہو یا ثانوی یا جامعی (یعنی یونیورسٹی کی) اور تعلیم کے لیے اس کا تعین لڑکے کی سمجھ اور اہلیت کے پیش نظر باپ کی خوشحالی یا تنگدستی کے مطابق کیا جائے گا ۔

(د) اگر باپ تنگدست ہے اور ڈاکٹری فیس یا علاج کی قیمت یا تعلیم کا خرچہ ادا نہیں کر سکتا اور ماں خوشحال ہے اور قدرت رکھتی ہے

marfat.com

تو وہ نفقہ اس پر لازم ہو جائے گا باین طور کہ باپ کے ذمہ قرض ہو گا اور خوشحالی کے وقت وہ اس سے لے سکتی ہے اور یہی صورت اس وقت ہو گی جب کہ باپ غائب ہو ۔ (اور اس کا مال اولاد کے نفقہ کی ادائی کے لیے موجود نہ ہو ۔)

تجویز

پاکستان میں مسلمان بچوں یا آباء و اجداد کے نفقہ سے متعلق کوئی مفصل قانون موضوعہ (enacted law) موجود نہیں البتہ کتب فقہ سے اخذ کردہ احکام پر عمل کیا جاتا ہے ۔ ضرورت ہے اس سلسلہ میں مفصل ضابطوں کے ساتھ قانون سازی کی جائے جیسا کہ دفعات مندرجہ بالا میں کوشش کی گئی ہے ۔ اس ضمن میں ممالک اسلامیہ میں رائج الوقت قوانین سے کافی مدد مل سکتی ہے جن کے تفصیلی اقتباسات سطور بالا میں پیش کیے گئے ہیں ۔

marfat.com

هبه

marfat.com

چوبیسواں باب

ھبہ

ھبہ کی تعریف

۱۶۳۔ ایک شخص کا دوسرے شخص کی طرف کسی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کا فوری اور بلا معاوضہ منتقل کرنا اور اس دوسرے شخص کا خود یا اس کی طرف سے کسی اور صاحب مجاز کا اس شے موھوبہ کو قبول کر لینا ھبہ کہلاتا ہے :

مگر شرط یہ ہے کہ واھب (ھبہ کرنے والا) موھوبہ (ھبہ کی ھوئی) جائداد کے حق ملکیت اور اس پر اختیارات سے کلیتاً دستبردار ھو جائے۔

تشریح

ھبہ اپنے لفظی معنی میں کسی ایسی شے کا دے دینا ھے جس سے وہ شخص جس کے نام ھبہ کیا جائے فائدہ حاصل کر سکتا ھو۔ ھبہ کی تعریف کنز الدقائق میں ''ھی تملیک العین بلاعوض،، کے الفاظ میں بیان کی گئی ھے۔[1] یعنی ھبہ (دوسرے شخص کو) بلا معاوضے کے مالک بنانا ھے۔

شرعاً کسی مخصوص شے کی ملکیت کا حق بغیر کسی معاوضے کے عطا کرنا ''ھبہ،، کہلاتا ھے۔

علامہ نجم الدین ابی جعفر الحلّی نے شیعی فقہ پر اپنی مشہور کتاب شرائع الاسلام میں ھبہ کی تعریف یوں بیان کی ھے کہ ''ھبہ وہ عقد ھے جو بلا عوض عین مال کے اس طرح مالک کر دینے کو مقتضی ھے کہ فوری (غیر معلّق) اور نیت قربت سے مجّرد (خالی) ھو۔ کبھی ھبہ کی تعبیر

---

(۱) (کنزالدقائق ' عبداللہ بن محمود النسفی ' مطبوعہ مصر . . . صفحہ ۳۵۲
فتح القدیر ' ابن ھمام ' مطبوعہ مصر . . . ' جلد ۷ ' صفحہ ۱۱۳

marfat.com

لفظ '' نحلہ '' اور '' عطیہ '' سے بھی کی جاتی ہے ۔''[۲]

ہبہ کے اصول کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''تہادوا تحابوا'' ہے یعنی باہم ایک دوسرے کو ہدیہ دو تا کہ محبت بڑھے ۔[۳]

پاکستان میں رائج الوقت قانون انتقال جائداد ایکٹ ۱۸۸۲ء کی دفعہ ۱۲۲ کے تحت ہبہ کی حسب ذیل تعریف بیان کی گئی ہے :

''ہبہ کسی ایسی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد کا انتقال ہے جو وجود میں ہو اور جو رضا کارانہ طور پر بلا معاوضہ ایک شخص کی طرف سے جس کو واہب (Donor) کہا جاتا ہے دوسرے شخص کے حق میں جس کو موہوب لہ (Donee) کہا جاتا ہے کیا جائے اور جو موہب لہ یا اس کی طرف سے قبول کر لیا جائے'' ۔

ایسی قبولیت واہب کی زندگی میں دی جائے نیز جب کہ وہ ہبہ کرنے کا اہل ہو ۔

اگر موہوب لہ قبولیت سے پہلے مر جائے تو ہبہ کالعدم ہو جائے گا ۔''

حق ملکیت و اختیار سے دستبرداری :

ہبہ کے لیے یہ امر لازمی ہے کہ ہبہ کرنے والا ہبہ کی ہوئی جائداد کے حق ملکیت اور اس سے متعلق اختیارات سے کلیتاً دستبردار ہو جائے ۔

ہبہ صاف اور صریح ہونا چاہئے ۔ ہبہ کرنے والوں کی نیت کا انحصار ہبہ کی ہوئی شے کو موہوب لہ (donee) کے حق میں قطعی طور پر چھوڑ دینے پر ہے ۔ چنانچہ اگر ہبہ کرنے والا ہبہ کی ہوئی شے پر اپنے مالکانہ اختیارات استعمال میں لاتا رہے تو وہ ہبہ کالعدم متصور ہوگا ۔

ہبہ رضا کارانہ ہونا چاہئے ۔ جبراً ہبہ ناجائز اور کالعدم متصور ہوگا ۔

---

(۲) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلّی ، (۶۷۶ھ) مطبوعہ بیروت ، القسم الرابع ، جلد اول ، صفحہ ۲۵۳

(۳) ہدایہ ، برہان الدین مرغینانی ، مطبوعہ قرآن محل ، جلد ۳ ، صفحہ ۲۸۳

marfat.com

انعقاد ہبہ

۱۶۴ ـ ہبہ ایک عقد ہے جو ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے ۔

تشریح

دیگر عام معاہدات کی طرح ہبہ کا انعقاد بھی ایجاب و قبول پر منحصر ہے جیسا کہ المختصر للقدوری ، کنزالدقائق اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ ہبہ ایجاب و قبول اور قبضے سے صحیح ہوتا ہے ۔[۳]

در اصل ہبہ کی نوعیت ایک معاہدے کی ہے اور معاہدہ ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے ۔ جہاں تک قبضے کا تعلق ہے ، قبضہ ثبوت ملک کے لیے ضروری ہے نہ کہ انعقاد ہبہ کے لیے ۔ چنانچہ اگر عقد ہبہ میں ایجاب اور قبول پایا جائے تو کہا جائے گا کہ ہبہ منعقد ہو گیا البتہ عدم قبضہ کی صورت میں ہبہ نامکمل اور غیر نافذ قرار پائے گا۔

شہادت ہبہ

۱۶۵ ـ انعقاد ہبہ کے لیے شہادت لازم نہیں ۔

تشریح

ہبہ کے ارکان ایجاب اور قبول ہیں ۔ اس کی تکمیل قبضہ دینے سے ہوتی ہے ۔ کوئی ہبہ جس میں مطلوبہ ارکان پائے جائیں اور قبضہ بھی دے دیا گیا ہو ، محض اس بناء پر ناجائز نہ ہوگا کہ اس ہبہ میں گواہ نہیں ۔

ہبہ کی تکمیل

۱۶۶ ـ ہبہ اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ ہبہ کرنے والا ہبہ کی ہوئی جائداد کا قبضہ موہوب لہ کے حوالے نہ کر دے ۔

استثناء : جن اشیاء کا قبضہ نہیں دیا جاسکتا ان کے ہبہ کی تکمیل واہب کے کسی ایسے فعل سے ثابت ہو جائے گی جس سے صاف طور پر یہ واضح ہوتا ہو کہ وہ جائداد کے حق ملکیت سے دست بردار ہو گیا ہے ۔

---

(۳) المختصر للقدوری ، مطبوعہ قرآن محل کراچی ، صفحہ ۱۲۸
کنزالدقائق ، عبداللہ ابن محمود نسفی ، مطبوعہ مصر . . . صفحہ ۳۵۲
ہدایہ ، برہان الدین مرغینانی ، مطبوعہ قرآن محل ، جلد ۳ ، صفحہ ۲۸۳

marfat.com

تشریح

ہبہ کی تکمیل قبضہ کے بعد ہوتی ہے یا اس کی تکمیل کے لیے قبضہ کی حاجت نہیں، اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ۔

حنفیہ اور مالکیہ کا اختلاف :

حنفیہ کے نزدیک ہبہ ایجاب و قبول سے منعقد ہو جائے گا ، لیکن موہوب لہ (donee) کی ملکیت اسی وقت کامل ہوگی جب کہ شے موہوبہ (gifted property) پر اس کا قبضہ ہو جائے ۔

امام مالک کے نزدیک شے مبعیہ (جو شے فروخت کی گئی ہو) کی طرح ہبہ کی صورت میں بھی بلا قبضہ ملکیت ثابت ہو جاتی ہے ، لیکن احناف کے نزدیک بلا قبضہ ملکیت ثابت نہیں ہوتی ۔ احناف اپنے قول کی دلیل میں حدیث نبوی ''لایجوز الھبة الا مقبوضة'' پیش کرتے ہیں ۔ یعنی ہبہ جائز نہیں الا یہ کہ شئے موہوبہ پر موہوب لہ کا قبضہ ہوگیا ہو۔[۵]

احناف کی دلیل :

احناف ہبہ کے سلسلے میں مذکورہ بالا حدیث سے استناد کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ عبدالرزاق کے بقول ابراہیم نخعی (تابعی) کا قول ہے ۔ تاہم یہ بات صحیح ہے کہ ہبہ کی تکمیل بلا قبضے کے نہیں ہوتی ۔ امام مالک کا بلا قبضہ شے موہوبہ کو شے مبعیہ پر قیاس کرنا درست نہیں ۔ ہبہ در اصل احسان کا معاملہ ہے اس کو بیع پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ بیع عقد معاوضہ یا مبادلہ (contract for consideration or exchange) ہے ۔ چنانچہ اگر محض ہبہ (بلا قبضہ) سے موہوب لہ کی ملکیت ثابت قرار دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہبہ کرنے والے پر یہ ذمہ داری عائد ہو گی کہ وہ

---

(۵) ہدایہ، برہان الدین مرغینانی ،مطبوعہ قرآن محل کراچی، جلد۳ ، صفحہ۲۸۳

marfat.com

شے موھوبہ بلا تاخیر موھوب لہ کے سپرد کر دے ۔ حالانکہ ھبہ میں احسان کا معاملہ ھونے کے سبب یہ کیوں کر لازم ھو سکتا ھے ، جب کہ موھوب لہ کا واھب پر کوئی حق واجب نہیں ۔ لہذ امام مالکرح کا یہ نقطۂ نظر درست نہیں معلوم ھوتا کہ بلا قبضہ شے موھوبہ میں موھوب لہ (donee) کی ملکیت ثابت ھو جائے گی ۔

اس ضمن میں احناف کا یہ نظریہ درست معلوم ھوتا ھے کہ قبضے سے پہلے شئے موھوبہ میں ملکیت ثابت نہیں ھوتی ۔ چنانچہ اگر الف نے اپنی کوئی جائداد ب کو ھبہ کر دی مگر ابھی قبضہ اسی کے پاس ھے تو ب الف کو بر بناء ھبہ اس جائداد سے بے دخل نہیں کرا سکتا ۔

حضرت عائشہ کی حدیث :

موطاء امام مالک میں حضرت عائشہ سے ایک روایت بیان کی گئی ھے کہ حضرت ابوبکر نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ کو ۲۰ وسق* کھجوریں جو ابھی درختوں سے توڑی نہ گئی تھیں ھبہ کی تھیں اور ابھی وہ کھجوریں توڑی نہ گئی تھیں کہ حضرت ابوبکر کی وفات کا وقت آ پہنچا ۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ سے فرمایا ۔ اگر تو نے ان کھجوروں پر قبضہ کر لیا ھوتا تو وہ تیری ھو جاتیں ۔ اب بموجب احکام وراثت سب وارثوں میں تقسیم کرنا ۔

نیز عبدالراق نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ھے کہ حضرت عمر نے بھی ھبہ کی تکمیل کے لیے قبضے کو شرط قرار دیا ھے ۔ عمر بن عبدالعزیز سے بھی یہی مروی ھے کہ ھبہ میں قبضہ شرط ھے اور بلا قبضہ ملکیت ثابت نہیں ھوتی ۔[5]

---

*ایک وسق ٦۰ صاع کے برابر ھوتا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کے برابر ھوتا ہے یعنی تقریباً پانچ من دس سیر کھجوریں ھبہ کی تھیں ۔

(۵) الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ ، محبوب المطابع دھلی ۱۳۵۰ھ ، صفحہ ۳۰۳

marfat.com

المبسوط :

قبضه کے سلسله میں امام سرخسی اپنی مشہور تصنیف ''المبسوط،،میں لکھتے ہیں کہ : ہمارے (احناف کے) نزدیک ہبه میں ملکیت عقد ہبه کے سبب قبضه سے پہلے ثابت نہیں ہوتی ، اور امام مالک کے نزدیک ثابت ہو جاتی ہے کیوں که امام مالک کے نزدیک ہبه ایک عقد تملیک ہے ۔ لہذا ملکیت کا ثبوت (قیام) عقد ہبه کے ساتھ قبضه پر موقوف نہیں رہے گا، جیسا که عقد بیع میں ہے، بلکه اس سے بھی افضل صورت ہے کیوں که بیع میں ملک کے اثبات کے لیے حاجت دونوں جانب سے ہوتی ہے اور ہبه میں صرف ایک طرف سے ۔ پس جب محض قول دونوں طرف سے ملکیت کو واجب کر دیتا ہے تو ایک جانب سے ہونے کی صورت میں بدرجه اولیٰ ملک ثابت ہو جائے گی ۔

اس مسئله میں ہماری (احناف کی) دلیل وہ ہے جو حضور علیه السلام کی جانب سے روایت کی گئی ہے که ''ہبه جائز نہیں ہوتا مگر قبضه سے،، اس کے معنی ہیں که حکم ثابت نہیں ہوتا اور وہ (حکم) ملکیت ہے ، اس واسطے ہبه کا انعقاد بالاتفاق قبضه سے پہلے ثابت ہو جاتا ہے ۔ دوسری علت یه ہے که یه عقد (ہبه) احسان کا معامله ہے پس اس میں ملکیت مجرد قبول سے ثابت نہیں ہوتی جیسا که وصیت میں ہے ۔ اس کا حکم یه ہے که عقد تبرّع (عقد احسان) فی نفسه (اپنی ذات میں) کمزور ہوتا ہے ۔ اور اسی واسطے اس کے ساتھ لزوم متعلق نہیں ہوتا اور واہب کی ملکیت جو قائم ہوتی ہے قوی ہوتی ہے ۔ وہ ایک ضعیف سبب کے ذریعے زائل نه ہوگی یہاں تک که اس میں وہ شے شامل ہو جائے جو اس کو مضبوط بنا دے اور وصیت میں یه شے (وصیت کرنے والے) کی موت ہے کیوں که وہ ملک کی منافی ہوتی ہے ۔[٦]

(٦) المبسوط ، امام سرخسی مطبوعه مصر ، ۱۳۲۴ھ جلد ۱۲ ، صفحه ۴۸

marfat.com

المبسوط میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ''کہ میرے باپ نے اپنے باغ میں سے جو عالیہ میں تھا کٹی ہوئی کھجور کے بیس و سق ہبہ کئے ۔ جب آپ کا وقت آخر آ پہنچا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا کہ اے بیٹی ! میں لوگوں میں تجھ سے بہ اعتبار تیرے غنی ہونے کے سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں اور تیری دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بہ اعتبار تیرے فقیر ہونے کے سب سے زیادہ عزت کرتا ہوں۔ میں نے تجھے بیس و سق کٹی ہوئی کھجور اپنے باغ میں سے عالیہ مقام میں ہبہ کیں ۔ تو نے ان کا قبضہ نہیں لیا اور اس مال کو علیحدہ بھی نہ کیا ۔ پس وہ مال وارثوں کا ہے ۔ وہ تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنوں کا ہے ۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ وہ تو صرف ام عبداللہ یعنی اسماء ہیں ۔ ابوبکر نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ بنت خارجہ کے رحم میں لڑکی ہے ۔ شعبی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ ابوبکر نے (کھجوروں کے عوض) حضرت عائشہ کو اپنی زمین ہبہ کر دی تھی ۔''(۷)

مندرجہ بالا حدیث سے اخذ نتائج :

اس واقعہ میں یہ دلیل پائی جاتی ہے کہ ہبہ بلا قبضہ مکمل نہیں ہوتا اور قبضہ کے سلسلے میں یہ امر برابر ہے کہ وہ اجنبی ہو یا بیٹا ، جب کہ وہ دونوں بالغ ہوں ۔

حضرت عائشہ کی اس حدیث میں یہ دلیل بھی پائی جاتی ہے کہ ہبہ بلا تقسیم مکمل نہیں ہوتا جب کہ وہ شئے قابل تقسیم ہو ، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدم قبضہ اور عدم تقسیم دونوں کی بناء پر اس ہبہ کو ، جو حضرت عائشہ کو کیا تھا ، باطل قرار دے دیا ۔

(۷) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ھ جلد ۱۲ ، صفحہ ۴۹

marfat.com

حضرت ابوبکر کے قول میں ''کہ تو نے نہ قبضہ لیا اور نہ تقسیم کیا،، میں ''حیازت،، سے مراد تقسیم ہے اور اس حدیث سے یہ دلیل بھی نکلتی ہے کہ غیر منقسمہ شے کا ہبہ جو قابل تقسیم ہو (فی الاصل) باطل نہیں ہوتا ، البتہ مشاع قابل تقسیم کی صورت میں ملک حاصل نہیں ہوتی تاوقتیکہ مشاع تقسیم نہ ہو جائے جس طرح قبضے کے بغیر ملکیت حاصل نہیں ہوتی اور ہم (احناف) یہ نہیں کہیں گے کہ ہبہ قبضے سے پہلے باطل ہے ۔ اس حدیث میں اس پر بھی دلیل ہے کہ ہبہ کا تسلیم کر دینا ابتداء تملیک کے مانند ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تسلیم کرنے سے بوجہ اپنے مرض کے رک گئے تھے کیونکہ مریض کا حالت مرض (مرض الموت) میں اپنے مال میں سے کوئی شے اپنے ورثاء کو بطور ہدیہ کے دینا ممنوع ہے ۔ اس سے یہ دلیل بھی نکلتی ہے کہ مرض الموت کی حالت میں مریض کے مال سے وارث کا حق متعلق ہو جاتا ہے نیز اس میں سے یہ دلیل بھی نکلتی ہے کہ حمل جملہ ورثاء میں شامل ہے ۔[8]

نابالغ کے حق میں ہبہ کی صورت میں قبضہ کی نوعیت :

امام سرخسی آگے لکھتے ہیں کہ ''حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے نابالغ بچے کے حق میں ہبہ کرے تو اس آدمی کے ہبہ کا اعلان کر دینے سے وہ ہبہ جائز ہو جاتا ہے ۔ حضرت عمر اور عثمان کے اس قول سے ہم (احناف) یہ اخذ کرتے ہیں کہ اس ہبہ میں حق قبضہ نابالغ کی جانب سے باپ کو ہوتا ہے ۔ اگر ہبہ کرنے والا خود قابض ہوتا ہے تو اسی قبضے سے ہبہ مکمل ہو جاتا ہے اور حصول مقصد کے لیے اس ہبہ کا اعلان کرنا لابدی ہوتا ہے ، کیونکہ لڑکا اس چیز کے مطالبے پر قادر نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے معلوم نہ ہو کہ کوئی شے اسے ہبہ کی گئی ہے اور یہی اس روایت

(۸) المبسوط ،امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۵۱-۵۰

marfat.com

کے معنی ہیں جو شریح نے بیان کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا چیز نابالغ بچے کے واسطے اس کے باپ کے ہبہ کو جائز کرتی ہے ؟ شریح نے کہا کہ ''اس ہبہ پر شہادت'' اور یہاں اس ہبہ پر شہادت سے مراد اس ہبہ کا اعلان ہے ۔ کیونکہ شہادت ہبہ میں اس کے تکمیل کی شرط نہیں ہے اور اعلان کا جو ذکر کیا گیا وہ مضبوطی کے واسطے ہے تا کہ بیٹا باپ کی موت کے بعد تمام ورثاء کے خلاف اپنی ملکیت دلیل کے ساتھ ثابت کرنے پر قادر ہو جائے ۔[9]

''امام محمد نے فرمایا کہ اگر قبضے سے پہلے واہب اور موہوب دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے خواہ واہب ، خواہ موہوب لہ تو ہبہ باطل ہو جائے گا کیونکہ ہبہ قبضے سے مکمل ہوتا ہے اور قبضہ ہبہ میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح بیع میں قبول، بایں طور کہ ملک اس سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ بائع اور مشتری (seller and purchaser) دونوں میں سے کسی کی موت ایجاب کے بعد اور قبول سے پہلے بیع کو باطل کر دیتی ہے اسی طرح ہبہ قبضے سے پہلے واہب یا موہوب کی وفات کے سبب باطل ہو جاتا ہے'' ۔[10]

قبضے کے لیے اجازت ضروری ہے :

امام محمد نے فرمایا کہ ''اگر شئے موہوبہ عقد ہبہ کی مجلس میں موجود ہو اور موہوب لہ نے واہب کی اجازت سے اس کا قبضہ لیا ہو تو شئے موہوبہ موہوب لہ کی ملک ہو جائے گی اور اگر اس کا قبضہ واہب کی اجازت کے بغیر لیا ہو تو اس طرح قبضہ لینا بر بناء قیاس موہوب لہ کو شئے موہوبہ کا مالک نہیں بناتا مگر از روئے استحسان وہ اس کا مالک ہو

---

(۹) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۵۱
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۸۸
(۱۰) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۵۷

marfat.com

جائے گا ۔ کتاب الزیادات میں اس قول پر نص ہے ،،۔۱۱

دلیل بر بناء قیاس یہ ہے کہ شئے موہوبہ واہب کی ملک میں باقی رہتی ہے اور کسی دوسرے شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کی ملک پر اس کی اجازت کے بغیر قبضہ کر لے ، کیونکہ ایسا قبضہ بہ طور تعدّی (ظلم و زبردستی) کے ہوتا ہے نہ کہ بطور تملیک کے ۔ عقد کا ایجاب بیع کی طرح قبضے کے حق میں اذن نہیں ہوتا ۔ چنانچہ اگر مشتری بائع کی اجازت کے بغیر زر ثمن کی ادائی سے پہلے شئے مبعیہ پر قبضہ کر لے تو یہ قبضہ ''اجازت کے ساتھ،، نہیں کہلائے گا اگرچہ شئے مبعیہ حاضر ہو تب بھی عقد کی بناء پر بائع کا اس شے کو روک لینے کا حق ساقط نہیں ہوتا باوجودیکہ مشتری شئے مبعیہ کا مالک ہوتا ہے اس لیے وہ اپنی ملک پر قبضہ کرتا ہے ۔ جب کہ موہوب لہ بربناء عقد مالک نہیں ہوتا تو اس کا قبضہ بربناء اجازت کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے ۔

دلیل بربناء استحسان یہ ہے کہ ہبہ میں قبضہ بیع میں قبول کی مانند ہے لہٰذا بیع کا ایجاب قبول میں اذن ہو جاتا ہے ۔ اس طرح ہبہ کا ایجاب قبضے میں اذن ہو جاتا ہے کیونکہ ایجاب کنندہ کا مقصود تبرع (احسان) کی تکمیل ہے ۔ اور یہ قبضے سے حاصل ہوتا ہے ۔ چنانچہ قبضہ ہبہ کے مقصود کی تحصیل ہے ۔

اگر شئے موہوبہ مجلس ہبہ میں موجود نہ ہو اور موہوب لہ نے اس کا قبضہ لے لیا ہو جب کہ واہب اور موہوب لہ جدا ہو گئے ہوں تو بغیر واہب کی اجازت کے ایسا قبضہ موہوب لہ کو مالک نہیں بناتا ۔ اگر موہوب لہ نے واہب کی اجازت سے قبضہ کیا ہو تو اس کی بھی دو صورتیں

(۱۱) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۵۷
مجمع الانہر مطبوعہ مصر ۱۳۲۷ھ ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۵۴
ہدایہ، برہان الدین مرغینانی مطبوعہ قرآن محل کراچی ، جلد ۳ ، صفحہ ۲۸۳

marfat.com

هیں - قیاسی و استحسانی - قیاسی یہ کہ ایسا قبضہ موهوب له کو مالک نہیں بناتا کیونکہ یہ قبضہ بیع میں بہ منزلہ قبول کے ہے اور قبول افتراق کے بعد ملک کو ثابت نہیں کرتا خواہ وہ قبول ایجاب کنندہ کی اجازت سے ہو یا اس کی اجازت کے بغیر - یہی صورت ایسے ہبہ میں قبضے کی ہے -

دوسری صورت یہ کہ استحسان کی بنیاد پر ایسا قبضہ موهوب له کو شئے موهوبہ کا مالک بنا دیتا ہے کیوں کہ عقد ایجاب و قبول کے پائے جانے سے منعقد ہو جاتا ہے اور قبضہ کی احتیاج اس لیے ہے ، تا کہ اس کے ذریعہ سبب کو قوی بنایا جائے - چنانچہ یہ تقویت ملکیت افتراق کے بعد بھی حاصل ہو سکتی ہے - قبضہ مالک کی صریح یا معنوی اجازت کا محتاج ہوتا ہے - پس جب شئے موهوبہ موجود نہ ہو تو معنوی طور پر اس کا قبضہ اجازت کو ثابت نہیں کرتا الا یہ کہ واهب کی ملک کا قبضہ اس کی اجازت سے صراحتاً لیا گیا ہو -۱۲

شیعی نقطۂ نظر :

علامہ نجم الدین ابی جعفر الحلّی نے شیعی فقہہ پر اپنی مشہور کتاب شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ عقد ہبہ ایجاب و قبول اور قبضے کا محتاج ہے۔ ایجاب سے ہر وہ لفظ مراد ہے جس سے تملیک (مالک) کرنا شئے مذکور کا قصد کیا جائے جیسے ''وهبتک،، (میں نے تجھ کو ہبہ کیا) ''ملکتک هذا،، (میں نے تجھ کو فلاں شے کا ماک کیا) وغیرہ -۱۳

علامہ نجم الدین ابی جعفر الحلّی نے آگے لکھا ہے کہ عقد ہبہ کی صحت میں واهب (ہبہ کرنے والا) کا بالغ اور کامل العقل اور جائز التّصرف ہونا شرط ہے اور اس مال کو ہبہ کرے جو کسی کے ذمے ہو پس اگر اس شخص کے لیے ہبہ کیا ہے جس پر واهب کا حق نہیں ہے تو علی الاشبہ

(۱۲) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۵۷
(۱۳) شرائع الاسلام ، نجم الدین ابی جعفر الحلی ، القسم الرابع ، صفحہ ۲۵۳

marfat.com

صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس کی صحت کے لیے حصول قبضہ شرط ہے جو محل قرض میں ممتنع ہے اور اگر اس شخص کے لیے ہبہ کیا جس پر واہب کا حق ہے تو صحیح ہوگا اور یہ ہبہ ابراء کی طرف منتقل ہو جائے گا اور صحت ابراء الراس (مال کا ساقط کرنا جو کسی کے ذمہ ہو) میں علی الاصح تحقق قبول شرط نہیں ہے۔[۱۴]

شیعی فقہاء کے نزدیک جب تک کہ مال موہوب (جو ہبہ کیا گیا ہے) پر قبضہ متحقق نہ ہوگا اس وقت تک ہبہ کے لیے کوئی حکم نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی مال کے ہبہ کرنے پر اس پر قبضہ دینے کا اقرار کرے تو موافق اس اقرار کے حکم کیا جائے گا اگرچہ مال موہوب (جو ہبہ کیا گیا ہے) واہب کے پاس ہو اور اگر اس کے بعد اپنے اقرار سے انکار کرے گا تو قبول نہ ہوگا۔[۱۵]

قبضہ موہوب لہ میں بعد عقد جب کہ تاخیر ہو (یعنی عقد ہبہ کے بعد مال موہوب پر فوراً قبضہ نہ ہو) پھر واہب اس کو مال موہوب پر قبضہ دے تو انتقال ملک کا وقت قبضہ سے لیا جائے گا نہ کہ وقت عقد سے بخلاف وصیت کے کہ وہاں پر انتقال وصیت کا موت موصی کے وقت سے حکم کیا جائے گا جب کہ وصی نے وصیت کو قبول کر لیا ہو، اگرچہ تحقیق قبضہ میں موت موصی اور قبول وصی سے تاخیر واقع ہو۔[۱۶]

اگر باپ یا دادا کوئی مال نابالغ بچے کو ہبہ کرے تو یہ ہبہ نفس عقد سے لازم ہو جائے گا اس لیے کہ قبضہ ولی کی طرف سے ہے اور اگر نابالغ بچے کو باپ، دادا کے علاوہ کوئی اور شخص ہبہ کرے خواہ واہب کو طفل مذکور پر ولایت حاصل ہو (جیسے وصی) یا حاصل نہ ہو تو طفل کی جانب

---

(۱۴) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الرابع، صفحہ ۲۵۳
(۱۵) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الرابع، صفحہ ۲۵۳
(۱۶) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الرابع، صفحہ ۲۵۴

marfat.com

سے قبضہ کا محقق ہونا ضروری ہوگا ۔ لہٰذا اگر شخص واہب غیر ولی ہوگا تو طفل کی جانب سے قبضہ کا متولی طفل کا ولی ہوگا یا حاکم شرع ، اور اگر شخص واہب طفل کا ولی ہوگا (جیسے وصی) تو طفل کی جانب سے قبضہ کی ولایت اس ولی یا حاکم شرع کو حاصل ہوگی ۔[۱۷]

شیعی فقہ کی مشہور کتاب شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ قبضہ کی صحت میں اجازت واہب شرط ہے پس اگر مال موہوب پر اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص قبضہ کرلے تو موہوب لہ (جس شخص کے لیے ہبہ کیا گیا ہو) کی طرف منتقل نہ ہوگا اور اگر اس مال کو ہبہ کرے جس پر موہوب لہ قابض ہو تو صحیح ہوگا ۔ صحت قبضہ میں اجازت واہب یا اس قدر مدت کے گزر جانے کی ضرورت نہ ہوگی جس میں موہوب لہ کو قبضہ کرنا ممکن ہو ۔[۱۸]

ظاہریہ فرقہ کا نقطۂ نظر :

ظاہریہ کے نزدیک ہبہ کے لفظ ہی سے ہبہ مکمل اور تام ہو جاتا ہے اس پر قبضہ کرنے کی اجازت دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی حکم ان کے نزدیک عطیے اور صدقے کا ہے ۔ ہبہ کے الفاظ استعمال کرنے کے بعد واہب کو رجوع کا حق باقی نہیں رہتا اور اگر ہبہ کے بعد واہب مالکانہ تصرفات بھی شئے موہوبہ میں کر ڈالے گا تب بھی ہبہ باطل نہ ہوگا بلکہ مالک کے تصرفات باطل ہوں گے اور وہ ضامن ہوگا ۔[۱۹]

بلا اجازت قبضہ کے بارے میں پاکستان سپریم کورٹ کا فیصلہ :

سپریم کورٹ پاکستان نے بمقدمہ شمشاد علی بنام سید حسن شاہ قرار دیا کہ شئے موہوبہ کے قبضے کی حوالگی موہوب لہ کے حق میں بذریعہ

(۱۷) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت القسم الرابع، صفحہ ۳۵۳

(۱۸) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت القسم الرابع، صفحہ ۳۵۳

(۱۹) المحلیٰ ، ابن حزم ، مطبوعہ مصر ، جلد ٦ ص ۱۳۷

marfat.com

واہب ہونا ضروری ہے چنانچہ موہوب لہ کا واہب کی اجازت کے بغیر قبضہ کر لینا بے اثر ہوگا ۔۲۰

امانت کی صورت میں جدید قبضے کی ضرورت نہیں :

"جب کوئی شخص دوسرے شخص کے پاس کوئی شے بطور امانت رکھے اور پھر وہ اس سے ملاقات کرے اور وہ شے اس کو ہبہ کر دے درآن حالے کہ شئے موہوبہ ان دونوں کے سامنے موجود نہ ہو تو ایسا ہبہ جائز ہوگا جب کہ موہوب لہ کہے کہ میں نے اس شے کو قبول کیا ۔ ایسی صورت میں جدید قبضے کی ضرورت نہیں ۔"۲۱

شیعی نقطۂ نظر :

شیعہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے ۔

قبضہ لازمی ہے — پاکستانی عدالتوں کے فیصلے :

جسٹس کیانی و حبیب اللہ خان نے بمقدمہ اورنگ زیب بنام داؤد خان مندرجہ پی ایل ڈی ، ۱۹۵۷ء پشاور صفحہ ۳۸۵ قرار دیا کہ قبضے کی حوالگی کسی جائز ہبہ کی تین شرطوں میں سے ایک ہے ۔ لیکن اگر ہبہ باپ کی جانب سے اپنے نابالغ بیٹے کے حق میں یا ایک سرپرست کی جانب سے وارڈ (زیر ولادت بچہ) کے حق میں ہو تو قبضے کے منتقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ وہ سب کچھ جس کی ضرورت ہے نیک نیتی کے ساتھ دینا ثابت کرتا ہے ۔ چنانچہ ایسی صورت میں جبکہ دادا اپنے نابالغ پوتے کے حق میں ہبہ کرے جب کہ اس کا باپ مر چکا ہو تو دادا خود ہی قابض ہوگا اس کو قبضہ دینے کی ضرورت نہیں اور یہ تصور کر لیا جائے گا کہ

---

(۲۰) پی ، ایل ، ڈی ، ۱۹۶۴ء ، سپریم کورٹ ، صفحہ ۱۴۳

(۲۱) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۵۸
فتح القدیر ابن ہمام ، مطبوعہ مصر جلد ۷ ، صفحہ ۱۲۵
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، جلد ۷ صفحہ ۲۸۷
شرائع الاسلام، علامہ حلی، مطبوعہ بیروت ، جلد اول ، القسم الرابع صفحہ ۲۵۳

marfat.com

نابالغ پوتہ اپنے دادا کی زیر ولایت ہے ، جب کہ اس کا باپ مر چکا ہو ۔

جسٹس محمد یعقوب علی خان اور جسٹس چنگیز نے بہ اجلاس متفقہ بمقدمہ شمشاد علی بنام حسن شاہ مندرجہ پی ایل ڈی ، ۱۹۶۰ع ، لاہور صفحہ ۳۰۰ قرار دیا کہ اسلامی قانون کے تحت ہبہ کے جواز کے لیے ضروری ہے کہ :

(۱) واہب کی جانب سے ہبہ کا اظہار ہو ،

(۲) موہوب لہ کی جانب سے اس ہبہ کا صریحی یا معنوی طور پر قبول ہو ، اور

(۳) یہ کہ شئے مَوہوبہ کا جس طرح قبضہ دیا جانا ممکن ہو اس کا قبضہ موہوب لہ کے حوالے کیا گیا ہو ۔

یہ امر مسلّمہ ہے کہ جب ہبہ کی جانے والی شے حقیقی قبضہ دینے کے قابل نہ ہو تو ہبہ کرنے والے کے ایسے مناسب افعال سے ، جن کا منشاء اس شخص کی طرف جس کے نام ہبہ کیا گیا ہے ، جائداد منتقل کرنے کا ہو تو ہبہ کی تکمیل ہو جاتی ہے ۔ مثال کے طور پر جائداد مرھونہ (mortgaged property) کا حق انفکاک (right of redemption) ہبہ کرنا جب کہ وہ جائداد مرتہن (mortgagee) کے قبضے میں ہو ۔

مغربی پاکستان ھائی کورٹ ، لاھور نے بمقدمہ منصور بنام ثریا بیگم قرار دیا کہ ماں محض نابالغ بچوں کی ایک معینہ عمر تک حضانت کا حق رکھتی ہے ، وہ باپ کی زندگی میں نابالغ کی ذات کی سرپرست نہیں ہو سکتی باپ اس حقیقت کے باوجود کہ حضانت ماں کے حق میں ہو ، اپنے بچوں کا تمام اوقات میں سرپرست رہتا ہے ۔ ایک باپ یا سرپرست چونکہ نابالغ کی جائداد کا سرپرست ھوتا ہے اس لیے باپ یا سرپرست کے اپنے نابالغ بچے کے

marfat.com

نام جائداد ھبہ کرنے کی صورت میں قبضہ کی حوالگی کی لزومیت کی پابندی سے بری کر دیا جاتا ھے ۔ ماں نابالغ بچوں کی ذات یا جائداد کی سرپرست نہیں ھے (اس لیے ماں کے اپنے نابالغ بچوں کے نام جائداد ھبہ کرنے کی صورت میں قبضہ کی حوالگی کے اصول کی پابندی لازمی ھوگی) ۲۲۔

سپریم کورٹ پاکستان نے بمقدمہ شمشاد علی شاہ بنام حسن شاہ قرار دیا کہ جائداد موھوبہ کے قبضے کے متعلق شرع اسلام کا قاعدہ بالکل واضح ھے ۔ شرع اسلام میں شئے موھوبہ کے قبضے کی حوالگی موھوب لہ کے حق میں ھبہ کے جواز کے لیے شرط ماقبل کی حیثیت رکھتی ھے ۔ ھبہ کی دستاویز میں حوالگی قبضہ کا محض ذکر کافی نہیں الاّ یہ کہ واھب موھوب کا باپ اور سرپرست ھو (چنانچہ ھبہ بلا قبضہ من ابتداء باطل (void ab initio) ھے) ۔۲۳

بمقدمہ رابعہ خاتون بنام عزیز الدین بسواس سپریم کورٹ ، پاکستان نے قرار دیا کہ قانون اسلام میں ھبہ کی تکمیل کے لیے لازم ھے کہ شئے موھوبہ کا قبضہ موھوب لہ کو دیا جائے جو واھب کی کلیتاً دست برداری کی شہادت ھوگا ۔ اگر نابالغ کا حقیقی باپ زندہ ھے تو قبضہ اس حقیقی باپ کو دیا جانا چاھئے ۔ ایسی صورت میں جب کہ ایک باپ اپنے نابالغ بچے

---

(۲۲) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۶ع ، لاھور صفحہ
یہ حکم اس صورت میں ھے جبکہ ماں کے سوا بچہ کا کوئی ولی یا وصی موجود ھو ۔ لیکن اگر موجود نہ ھو اور صرف ماں ھی بچے کی نگران اور محافظہ ھے تو اس کو قبضہ کا حق حاصل ھوگا ۔ اس کا قبضہ بچے کا قبضہ متصور ھوگا (البحرالرائق ابن نجیم ، مطبوعہ مصر جلد ۷ ، صفحہ ۲۸۸)
امام سرخسی کے نزدیک ماں کا قبضہ باپ کے درجہ میں ھوگا جبکہ وہ نابالغ ماں کی زیر پرورش ھو ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ھو المبسوط مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، کتاب الھبة ۔

(۲۳) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۴ع سپریم کورٹ ، صفحہ ۱۴۳

marfat.com

کے حق میں هبه کرتا ہے تو وہ (نابالغ بچه) اس شئے موهوبه کا مالک هو جاتا ہے اور یہی قاعدہ اپنی جگه درست ہے۔ جب که اس نے پرورش کی اور جس کا باپ مر چکا تها اور جس کا کوئی سرپرست مقرر نہیں اور یہی صورت اس هبه کے معاملے میں هوگی جو کوئی دوسرا شخص جو اس بچے کو ان حالات میں پرورش کر رہا ہے اس بچے کے نام هبه کرے۔ اگر ایک نابالغ موهوب له کا باپ زندہ ہے تو حقیقی سرپرست کی حیثیت سے اپنے نابالغ لڑکے کی جائداد کی نگرانی اور انتظام کی ذمه داری اس پر عائد هوتی ہے اور قبضه اس کو دیا جانا چاهئے تاکه هبه مکمل هو سکے۔ لیکن اگر نابالغ کو واهب نے اپنا متبنیٰ بنا لیا اور وهی اس کی ذات اور جائداد کی تمام تر نگرانی کرتا ہے تب اصول کا اطلاق اس طرح کیا جائے گا که تبنیت میں لینے والا باپ واقعی سرپرست کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے جو بچے کی دیکھ بھال کرتا ہے جیسا که ایک باپ کے اپنے نابالغ بچے کے حق میں هبه میں صورت هوتی۔[۲۴]

زیر پرورش موهوب له کو قبضه دهی کی لزومیت :

ایک شوهر اپنی بیوی کے حق میں هبه کرتا ہے یا اپنے کسی بیٹے کے حق میں هبه کرتا ہے جو ابهی بالغ هوا ہے اور وہ اس کی زیر پرورش ہے تو اس کا هبه کرنا جائز هوگا ، جب که اس کا اعلان کر دیا گیا هو اور خواہ موهوب له نے شئے موهوبه کا قبضه نه لیا هو۔ اس قول سے ابن ابی لیلی یه اخذ کرتے هیں که جب موهوب له واهب کی زیر پرورش هو تو واهب کا شئے موهوبه کا قبضه کرنے میں اختیار اس اختیار کے مانند ہے جو نابالغوں کے هبه میں هوتا ہے لیکن احناف کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ احناف اس قول سے یه اخذ کرتے هیں که اس مرد کے لیے ایک قسم کی ولایت ضروری ہے تاکه وہ اس ولایت کے سبب شئے موهوبه کا

(۲۴) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۵ع سپریم کورٹ ، صفحه ۲۶۵

marfat.com

قبضہ موہوب لہ کے قبضے کے مانند کر سکے۔ اور (صورت یہ ہے کہ) بالغ ہو جانے کے بعد اس لڑکے پر اس مرد کی ولایت نہیں ہے اگرچہ وہ اس مرد کے زیر پرورش ہو۔ ظاہر ہے کہ غنی لوگ بعض مساکین کی پرورش کرتے ہیں اور ان پر خرچ کرتے ہیں پس اگر کوئی غنی ان پر صدقہ کرے تو وہ صدقہ محض اعلان سے مکمل نہیں ہوتا، تاآن کہ وہ غنی شئے موہوبہ کو اس کے قبضے میں نہ دے دے۔[٢٥]

باپ کا بالغ زیر پرورش بیٹے کے حق میں ہبہ :

ایک شخص نے اپنے بالغ بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا اور وہ بالغ بیٹا اس مرد کی زیر پرورش ہے اور اس مرد نے اس غلام کو اپنے لڑکے کے حوالے نہیں کیا یا یہ کہ اس شخص نے اپنی زوجہ کے حق میں ہبہ کیا (جب کہ شئے موہوبہ اپنی زوجہ کے حوالے نہ کی) تو ایسا ہبہ جائز نہ ہوگا مگر قاضی ابن ابی لیلی کے قول کے مطابق ایسا ہبہ جائز ہوگا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ بالغ لڑکا اس کے زیر پرورش ہونے کے سبب اس کے زیر اختیار ہے اس لیے اس شخص کا قبضہ اپنے اس بیٹے کے قائم مقام کی حیثیت سے ہوگا جیسے کہ وہ اپنے نابالغ بیٹے کے حق میں ہبہ کرتا۔ اس بارے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ نابالغ جب کسی اجنبی کی زیر پرورش ہو اور وہ اجنبی اس نابالغ کے حق میں ہبہ کرے یا کوئی دوسرا شخص ہبہ کرے اور شئے موہوبہ کا قبضہ وہ شخص لے لے جو نابالغ کی پرورش کرتا ہے تو ہبہ کی تکمیل ہو جائے گی۔ ان دونوں کے درمیان ماسوائے اس کے کہ وہ اجنبی اس نابالغ کی پرورش کرتا ہے کوئی اور حیثیت موجود نہیں ہے۔ لیکن احناف کہتے ہیں کہ باپ کو اپنے بالغ بیٹے پر حق ولایت حاصل نہیں اور اسی طرح اس کو ماسوائے حقوق نکاح کے اپنی زوجہ پر حق ولایت حاصل نہیں۔ ہبہ کا قبضہ حقوق نکاح میں نہیں ہے۔ اس لیے

---

(٢٥) المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر ١٣٢٤ھ، جلد ١٢، صفحہ ٥١

marfat.com

وہ (شوہر) اور اجنبی اس معاملے میں برابر ہیں ۔ نیز یہ کہ وہ شخص (باپ) اپنے بالغ بیٹے کے ساتھ بالاتفاق احسان کرنے والا ہے اور اس کی حیثیت ایک غنی کی ہے چنانچہ جب وہ (باپ بحیثیت غنی) بعض مسکینوں کے ساتھ احسان کرتا ہے اور ان کی پرورش کرتا ہے (اس پرورش کرنے کے سبب) صدقے اور ہبہ کی تکمیل کے لیے خود اس کا قبضہ ان مساکین کے قبضے کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور اس کا قبضہ جائز نہیں ، بخلاف باپ کے جو اپنے نابالغ بیٹے کے حق میں اس کا ولی ہوتا ہے اور اسی طرح احناف کہتے ہیں کہ وہ شخص جو کسی یتیم کی پرورش کرتا ہے تو اس کا قبضہ بجائے یتیم کے قابل اعتبار ہوگا ، جب کہ یتیم کا کوئی ولی نہ ہو جو اس کی طرف سے قبضہ لینے کا مستحق ہو ۔ موہوب لہ (جو بالغ ہو)اپنے نفس کا خود ولی ہوتا ہے اس کو اس امر کی حاجت نہیں کہ جو شخص اس کی پرورش کرتا ہے وہ اس کی جانب سے (شئے موہوبہ کا) قبضہ لے ، جیسا کہ نابالغ کی صورت میں ہے جب کہ وہ ایک اجنبی شخص کی زیر پرورش ہو اور اس کا باپ یا دادا موجود ہو ۔ پس ایسی صورت میں تکمیل ہبہ کے لیے ایسے شخص کا قبضہ جو اس نابالغ کی پرورش کرتا ہے جائز نہ ہوگا[۲٦]

نابالغ کے ماں کے زیر پرورش ہونے کی صورت میں ماں کے قبضے کی نوعیت :

ایک باپ نے کل اشیاء اپنے نابالغ بیٹے کی حق میں ہبہ کیں اور اس ہبہ پر شہادت بھی قائم کی اور وہ اشیا معلوم (متعین) ہیں تو ایسا ہبہ جائز ہوگا ۔ باپ نے (اپنے نابالغ بیٹے کے حق میں) شئے موہوبہ پر اعلان ہبہ کے ساتھ قبضہ کر لیا اور اس پر شہادت قائم کی تو اس کے واسطے شہادت شرط ہبہ نہیں ہے بلکہ ہبہ اعلان کے ساتھ (باپ کی جانب سے ہونے کے سبب سے)مکمل ہو جاتا ہے ۔ شہادت کا ذکر بطور احتیاط کیا تاکہ اس کی موت کے بعد دوسرے ورثاء کے انکار سے محفوظ رہا جا سکے

---

(۲٦) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ٦۱

marfat.com

یا لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد خود اس باپ کے انکار سے تحفظ ممکن ہو جب کہ دوسرے ورثا اس پر متفق ہوں ، کیوں کہ ہبہ بغیر شہادت کے مکمل ہو جاتا ہے اور اسی طرح جب کہ یہ لڑکا اپنی ماں کے زیر پرورش ہو تو اس کی ماں کو اس لڑکے پر ایک قسم کی ولایت حاصل ہوتی ہے ۔ ظاہر ہے کہ وہ ماں اپنے نابالغ لڑکے کی ذات کا اور مال کا تحفظ کرتی ہے اور یہ امر ولایت میں سے ہبہ کا قبضہ لینے کے واسطے کافی ہوتا ہے ۔

اگر ایک یتیم اپنی ماں کے زیر پرورش ہو اور اس کی ماں اس کے لیے ایک غلام ہبہ کرے اور اس پر گواہ قائم کرے اور اس کا باپ مر چکا ہو اور باپ کا کوئی وصی بھی نابالغ لڑکے کے واسطے نہ ہو تو اس ماں کا ہبہ جائز ہوگا اور ماں کا قبضہ باپ کے درجے کا ہوگا اگر وہ زندہ ہوتا ۔ کیونکہ قبضے کا مطلب احراز ہے ، جو محافظت کے مانند ہے اور ماں کے واسطے یتیم کے مال کی حفاظت کی ولایت ہے پس وہ ماں شئے موہوبہ کے قبضے کے معاملے میں باپ کی طرح ہو گئی ۔[۲۷]

یتیم لڑکے کے چچا کی زیر پرورش ہونے کی صورت میں ہبہ کی تکمیل :

اسی طرح ایک یتیم لڑکا جو اپنے چچا کی زیر پرورش ہو اور چچا اس کے بجائے شئے موہوبہ کا قبضہ لے لے درآں حالے کہ اس یتیم کا بھائی یا ماں بھی ہو تو چچا کا اس کے بجائے قبضہ لینا اسی کا قبضہ سمجھا جائے گا ، کیوں کہ چچا اس یتیم کے حفظ مال کی ولایت کے حکم میں بھائی کے مساوی ہے اور یہ قبضہ (یتیم) کے واسطے محض منفعت ہوگا ، چونکہ چچا کی یہ قرابت قریبہ بھائی کی قرابت قریبہ کی مانند ہے ۔ پھر چچا کی قربت کی تائید اس بات سے بھی ہوگئی کہ یتیم اس کی زیر پرورش ہے اس لیے چچا کے

---

(۲۷) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۶۱
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۸۸

marfat.com

قبضے سے اس کی زیر پرورش هبہ کی تکمیل هو گئی ۔[۲۸]

ایک اجنبی شخص ایک یتیم کو لے کر پرورش کرتا ہے اور وہ اس یتیم کا وصی نہیں ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی رشتہ داری بھی نہیں اور نہ ھی کوئی دوسرا اس یتیم کا اس کے سوائے وصی ہے تو یتیم کے هبہ کا قبضہ اس اجنبی کے لئے لینا بربنائے استحسان جائز ھو گا ۔[۲۹]

جب کہ باپ زندہ اور موجود ھو تو نابالغ کی جانب سے اس کے بھائی یا دادا کا شئے موھوبہ کا قبضہ لینا جائز نہ ھو گا ۔[۳۰]

ظاھریہ کے نزدیک چونکہ قبضہ شرط نہیں ہے اس لیے مذکورہ حالات میں هبہ صحیح ھوگا خواہ لڑکا بالغ ھو یا نابالغ ھو یا اجنبی ھو ۔[۳۱]

اهلیت هبہ

١٦٧۔ ہر عاقل و بالغ شخص بمتابعت احکام دفعہ ۱۷۲ مجموعہ ھذا اپنی جائداد منقولہ و غیرمنقولہ کسی دوسرے شخص کو بذریعہ هبہ منتقل کرنے کا مجاز ہے :

مگر لازم ھوگا کہ وہ شخص جس کے حق میں هبہ کیا جائے وجود میں آ چکا ھو :

مزید لازم ھوگا کہ هبہ بحالت مرض الموت یا دائنان کے حق کو متاثر کرنے یا فریب دھی کی نیت سے نہ ھو ۔

تشریح

هبہ کرنے کی اهلیت عقل اور بلوغ سے ثابت ھوتی ہے یعنی واھب (donor) کا عاقل اور بالغ ھونا ضروری ہے ، جب کہ موھوب لہ (donee)

(۲۸) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ٦١
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۸۸
(۲۹) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ٦٢
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۸۸
(۳۰) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ٦٣
(۳۱) المحلی ' ابن حزم ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ٦ ، صفحہ ۱۴۷

marfat.com

کا عاقل یا بالغ ہونا ضروری نہیں ۔ چنانچہ اگر موہوب لہ نابالغ (یا پاگل) ہو تو اس کے ولی کو قبضہ دینے سے ہبہ کی تکمیل ہو جائے گی ۔۳۲ اگر نابالغ نے خود قبضہ کر لیا ہو تب بھی ہبہ جائز ہے بشرطیکہ عاقل ہو۔۳۳ اگر باپ نے اپنے نابالغ بچے کے نام ہبہ کیا تو محض ہبہ سے ملکیت ثابت ہو جائے گی کیوں کہ باپ اپنے نابالغ بچے کی طرف سے قابض ہے ۔۳۴

یہ امر لازمی ہے کہ موہوب لہ (donee) زندہ ہو۔ چنانچہ ایسے بچے کے نام ہبہ جو ابھی شکم مادر میں ہو ناجائز ہوگا۔ اسی طرح مرض الموت کی حالت میں یا قرض خواہوں کے حقوق کو متاثر کرنے کی غرض سے یا دوسروں کو فریب دینے کی غرض سے ہبہ کرنا اہلیت ہبہ رکھنے کے باوجود ناجائز ہوگا ۔ البتہ مرض الموت کی حالت میں ہبہ کی صورت میں بعض صورتوں میں ہبہ بالوصیت کے احکام متعلق ہو سکتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں دفعات متعلق بہ ہبہ مرض الموت و ہبہ بالوصیت)

ہبہ بغرض دھوکہ دہی :

واہب کا محض قرض دار ہونا اس امر کے ثبوت کے لئے کافی نہیں کہ اس نے ہبہ قرض خواہوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے کیا ہے۔ اس شخص کو جو ایک ہبہ نامے کو اس بناء پر چیلنج کرتا ہے کہ وہ ہبہ قرض خواہان کو دھوکہ دینے کی غرض سے کیا گیا ہے واہب کی بدنیتی ثابت کرنے کے لیے اس امر واقعہ کے علاوہ کہ واہب بوقت ہبہ مقروض تھا مزید حقائق ثابت کرنا ہوں گے ۔۳۵

---

(۳۲) المختصر القدوری ، مطبوعہ قرآن محل ، کراچی ، صفحہ ۱۲۹
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ٧ ، صفحہ ۲۸۸
کنز الدقائق ، مطبوعہ مجتبائی ، صفحہ ۲۵۳

(۳۳) ہدایہ، برہان الدین مرغینائی، مطبوعہ قرآن محل، کراچی، جلد ۳، صفحہ ۲۸٧
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، جلد ٧ ، صفحہ ۲۸۸

(۳۴) ہدایہ ، مطبوعہ قرآن محل ، کراچی ، جلد ۳ ، صفحہ ۲۸٧
المختصر القدوری ، مطبوعہ قرآن محل ، کراچی ، صفحہ ۱۲۹

(۳۵) پی ایل ڈی ، ۱۹۵۰ ع ، پشاور ، صفحہ ۴۵

marfat.com

کن اشیاء کا ہبہ جائز ہے

۱۶۸ - ہر ایسی شے کا ہبہ جائز ہوگا جس پر لفظ مال یا قیمتی جائداد کا اطلاق ہو سکتا ہے -

تشریح

ہر ایسی شے جس پر مال متقوم (valuable property) اطلاق ہو سکتا ہو ہبہ کی جا سکتی ہے۔ ان اشیاء میں مادی اور غیر مادی دونوں اشیاء شامل ہیں - چنانچہ قابل نالش دعوئ (choses in action) دستاویزات قابل بیع و شرئ (negotiable instruments)، حق مالکانہ ، حق زمینداری ، جائداد زیر قرق ، انفکاک (right of redemption) کا ہبہ جائز ہے - اسی طرح ایسی جائداد کا ہبہ بھی جائز ہے جس پر ہبہ کرنے والے کے مقابلے میں دوسرا شخص قبضۂ مخالفانہ (adverse possession) رکھتا ہو۔ کسی ایسی جائداد غیر منقولہ کا ہبہ جو خریدار نیلام بہ تعمیل ڈگری (auction-purchaser in execution of decree)، نیلام کے وقت کرے جائز ہے ، گو اس وقت تک اس جائداد کی خریداری منظور نہ ہوئی ہو اور نہ ہبہ کرنے والے کو اس کا قبضہ ملا ہو ، بشرطیکہ جس کے نام ہبہ کیا گیا ہے اسے ہبہ کرنے والے نے قبضہ کرنے کی اجازت دے دی ہو - اس کی ایک صورت یہ ہے کہ خود ہبہ نامے میں موہوب لہ کو قبضہ کر لینے کا اختیار دیا گیا ہو -

ایسی شے کا ہبہ جو فی الحال معدوم ہو ناجائز ہے۔[۳۶] چنانچہ واہب کا یہ کہنا "کہ اس کے پیڑ جو پھل دیں، ان کا ہبہ" ہبہ کے وقت موجود نہ ہونے کے سبب جائز نہ ہو گا - اسی طرح واہب کا یہ کہنا "کہ جو کچھ اس کی حاملہ کنیز کے بطن میں ہے یا جو اس کی بھیڑ کے بطن میں ہے

(۳۶) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۷۱
بدائع الصنائع ، امام کاسانی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ ، جلد ۶ ، صفحہ ۱۱۹
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۸۷

marfat.com

اس کا ہبہ" ایسا ہبہ بھی باطل ہوگا۔[۳۷] یہی مسلک امام ابن حزم کا ہے۔[۳۸]

ہبہ کا تحریری ہونا ضروری نہیں

۱۶۹۔ جو ہبہ حسب شریعت اسلام کیا جائے اس کا تحریری ہونا لازمی نہیں ہے۔

تشریح

ہبہ زبانی اور تحریری دونوں طرح جائز ہے۔ اگر ایجاب و قبول اور قبضہ پایا جائے تو شرعاً ہبہ مکمل متصور ہو گا۔

زبانی ہبہ:

جسٹس وحیدالدین اور جسٹس اے۔ آر خان نے بہ اجلاس متفقہ بمقدمہ وزیر بیگم بنام نورجہاں (پی ایل ڈی ، ۱۹۶۱ع ، کراچی صفحہ ۱۶۵)قرار دیا کہ جائداد غیر منقولہ کا زبانی ہبہ جائز ہے بشرطیکہ اس کا قبضہ بھی موہوب لہ کو دے دیا گیا ہو۔

مشاع کا ہبہ

۱۷۰ - (۱) ایسی جائداد مشاع کا ہبہ جائز ہے جو ناقابل تقسیم ہو لیکن اگر مشاع قابل تقسیم ہو تو ہبہ فاسد ہوگا۔

(۲) جائداد مشاع کا ہبہ ، اگرچہ وہ قابل تقسیم ہو ، بلا تقسیم ہبہ سے مفصلۂ ذیل صورتوں میں جائز متصور ہوگا:

(الف) جب کہ ہبہ ایک وارث دوسرے وارث کے حق میں کرے۔

(ب) جب کہ ہبہ زمینداری یا تعلقداری کے ایک حصے کا ہو۔

(ج) جب کہ ہبہ ایسی جائداد قابل وراثت کا ہو جو کسی بڑے تجارتی شہر میں واقع ہو۔

تشریح

مشاع کے لفظی معنی (غیر منقسمہ) کے ہیں۔ منقسم حصہ "مشاع"

---

(۳۷) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۷۲
بدائع الصنائع ، امام کاسانی ، مطبوعہ ۱۳۲۴ھ ، جلد ۶ ، صفحہ ۱۱۹
(۳۸) المحلی ، ابن حزم ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ۹ ، صفحہ ۱۴۲
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۸۶

marfat.com

کہلاتا ہے - فقہی اصطلاح میں مشاع اس حصۂ مشترک کو کہتے ہیں جو کسی شے میں ہو -

مشاع کا اصول صرف ہبہ سے متعلق ہے- اس کا تعلق ان انتقالات سے نہیں ہے جو بدل کے ساتھ کئے جاتے ہیں - ان انتقالات میں ہبہ بالعوض کی صورت بھی شامل ہے -

مشترک شے اگر قابل تقسیم ہے تو اس کا ہبہ جائز نہیں لیکن اگر قابل تقسیم نہیں ہے تو جائز ہے -[۳۹] لیکن صحیح یہ ہے کہ مشاع قابل تقسیم کا ہبہ فاسد ہوگا اصلاً ناجائز یا باطل نہیں ہے - "جو شے قابل تقسیم ہو اس کا ہبہ فاسد ہو گا" کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ ہبہ جائز ہوگا مگر اس شے میں موہوبٌ لہ کی ملکیت ثابت نہیں ہو گی - چنانچہ مشاع کے ہبہ کرنے کی صورت میں ملکیت جب ہی ثابت ہو گی جب کہ تقسیم سے وہ حصہ جس کا ہبہ کیا گیا ہو علیحدہ کر دیا جائے - مثال کے طور پر ایک مکان الف و ب کی مشترک ملکیت ہے جو قابل تقسیم ہے الف نے ج کے حق میں اس مکان کا اپنا نصف حصہ ہبہ کر دیا اگرچہ ہبہ منعقد ہو جائے گا لیکن ج کی ملکیت اس وقت تک ثابت نہ ہوگی تاوقتیکہ الف اپنا حصہ علیحدہ کرکے ج کے قبضے میں نہ دے دے -

لیکن اگر وہ شے قابل تقسیم نہ ہو مثلاً گھوڑا تو اس کا نصف ہبہ کرنا جائز ہوگا ، کیونکہ اس کی تقسیم نہیں ہو سکتی - قابل تقسیم سے مراد یہ ہے کہ تقسیم کے بعد موہوب لہ اس حصے سے اسی طرح فائدہ اٹھا سکے جس طرح کہ تقسیم سے پہلے ممکن تھا- چنانچہ اگر فائدہ اٹھانا ممکن نہ ہو تو

---

(۳۹) قدوری، مطبوعہ قرآن محل کراچی، صفحہ ۱۲۹
فتح القدیر مع الہدایہ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵٦ع جلد ۷ ، صفحہ ۱۲۱
کنزالدقائق ، نسفی مطبوعہ مجتبائی دهلی ، ۱۳۳۸ھ ، صفحہ ۲۵۳
فتح القدیر مع الہدایہ ، مطبوعہ مصر ۱۳۵٦ھ ، جلد ۷ ، صفحہ ۱۲۳
ہدایہ ، برہان الدین مرغینانی ، مطبوعہ قرآن محل کراچی ، جلد ۳ صفحہ ۲۸۵

marfat.com

وہ شے ناقابل تقسیم قرار پائے گی مثلاً گھوڑا ، زینہ ، چکی وغیرہ ۔

لہٰذا اگر مشاع قابل تقسیم ہے تو ہبہ فی نفسہ ناجائز نہ ہوگا بلکہ فاسد کہلائے گا جو شئے موہوبہ کی تقسیم کے بعد صحیح ہو جائے گا ۔[۳۰] شیعی فقہ کی رو سے ایسی مشاع جائداد کا ہبہ جائز ہے جو قابل تقسیم ہو ۔[۳۱] لیکن شرائع الاسلام میں مطلقاً مشاع کا ہبہ جائز لکھا ہے ۔

اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنی بھیڑ (غنم) پر جو اون ہو ہبہ کرے تو ایسا ہبہ جائز نہ ہوگا یا اس کے تھنوں (ضروع) میں جو دودھ ہو اس کو ہبہ کرے تو ایسا ہبہ جائز نہ ہوگا ، کیونکہ اون اور دودھ حیوان کے ساتھ ہمیشہ متصل ہیں اور ان کی نوعیت مقصود بالذات نہیں ہے ۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اون اور دودھ ایک حصۂ شائع ہے جو علیحدہ کر کے ہبہ کیا جا سکتا ہے ۔[۳۲]

وارث کے حق میں مشاع کا ہبہ :

"مشاع" کی اصطلاح لفظ "شیوع" سے نکلی ہے جس کے معنی پراگندگی کے ہیں ۔ اگر جائداد کا غیر منقسمہ حصہ کوئی شریک جائداد کسی اجنبی کے حق میں ہبہ کر دے تو جائداد کے استفادے میں پراگندگی اور پریشانی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے ، لیکن اگر ایک شریک جائداد دوسرے شریک جائداد کے نام ہبہ کردے تو ایسی کوئی پراگندگی یا پریشانی نہیں پیدا ہو سکتی ۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایسی جائداد مشاع کے وارثوں میں سے جو قابل تقسیم ہو کسی ایک وارث کا اپنا حصہ کسی اجنبی کو ہبہ کر دینا ناجائز ہے

(۳۰) ہدایہ ، مطبوعہ قرآن محل، کراچی، صفحات ۸۹-۲۸۸۔
(۳۱) ڈائجسٹ آف محمڈن لاء ، بیلی ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۰۳
شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت، جلد اول، صفحہ ۲۵۳
(۳۲) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۷۱
ہدایہ ، برہان الدین مرغینانی، مطبوعہ قرآن محل کراچی، جلد ۳ ، صفحہ ۲۸۷
مجمع الانہر داماد، آفندی، مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ ، جلد ۲ , صفحہ ۳۵۶

marfat.com

مگر جائداد کے شریک کو ہبہ کر دینا جائز ہے ۔

ایسی شے کے ایک جزو کا ہبہ جو قابل تقسیم ہو ناجائز ہے جب تک کہ وہ جزو واہب کی جائداد سے تقسیم ہو کر علیحدہ نہ کر لیا جائے، لیکن ایسی شے کے ایک جزو کا ہبہ جائز ہے جو ناقابل تقسیم ہو ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ شے کے ناقابل تقسیم ہونے کی وجہ سے کامل قبضہ ناممکن ہے اور اس لئے غیر کامل قبضہ بھی کافی مان لیا جاتا ہے۔ ایسی شے کے متعلق یہی ہو سکتا ہے ۔[۴۳]

مال مشاع (وہ مال مشترک جس کے اجزا ممتاز نہ ہوں) کا ہبہ جائز ہے اور صورت ہبہ میں مال مشاع پر اسی طرح قبضہ متحقق ہو گا جس طرح کہ بیع میں متحقق ہوتا ہے ۔ اگر کوئی شخص کچھ مال دو شخصوں کو ہبہ کرے اور وہ دونوں قبول کرنے کے بعد مال موہوب پر قبضہ کر لیں تو ان دونوں میں سے ہر ایک شخص اسی قدر مال کا مالک ہوگا جس قدر کہ اس کو ہبہ کیا گیا ہے ۔ چنانچہ اگر ان دونوں میں سے ایک شخص قبول کرے اور قابض ہو جائے اور دوسرا انکار کرے تو فقط قابض کے لئے ہبہ صحیح ہو گا ۔[۴۴]

ظاہریہ فرقہ کا مسلک :

ظاہریہ فرقہ کے نزدیک مشاع کا ہبہ جائز و صحیح ہے خواہ شے قابل تقسیم ہو یا نہ ہو ، شریک کے لئے کیا گیا ہو یا غیر شریک کے لئے، غنی کے حق میں کیا گیا ہو یا فقیر کے ، عثمان البتی ، معمر ، مالک ، شافعی ، احمد ، اسحاق ، ابوثور اور ابوسلیمان تمام اسی کے قائل ہیں ۔ یہی

(۴۳) ہدایہ ' مطبوعہ قرآن محل ' کراچی ' جلد ۳ صفحہ ۲۸۷
شرح عنایہ بر حاشیہ فتح القدیر مطبوعہ مصر ۱۳۵۶ صفحہ ۱۲۲
مجمع الانہر' داماد آفندی ' مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ ' جلد ۲ ' صفحہ ۳۵۶

(۴۴) شرائع الاسلام' نجم الدین ابی جعفر الحلیؒ' مطبوعہ بیروت القسم الرابع' صفحہ ۲۵۳

marfat.com

قول ابراہیم نخعی کا ہے ۔[۳۵]

عدالتی نقطۂ نظر :

مشاع کا اصول معاشرے کی ترقی یافتہ حالت کے لیے بالکل ناقابل عمل (ناقابل اختیار) ہے اور اس کا اطلاق انتہائی محدود صورت میں کیا جانا چاہئے ۔ مشاع کا قاعدہ ایک شخص کے انتقال جائداد کی آزادی کے حق پر رکاوٹ کی نوعیت رکھتا ہے اور اس کا اطلاق صرف ان جائدادوں تک محدود ہونا چاہئے جن کی نسبت ماضی میں اس اصول کا حقیقی معنی میں اطلاق ہوتا رہا ہے ۔ عدالتوں کو مشاع کے قاعدے کے اطلاق کے لیے ان جائدادوں کی نسبت جو تجارتی شہروں میں ہوں انکار کر دینا چاہئے ۔[۳۶]

زمینداری کے غیر منقسمہ حصے کا ہبہ :

جسٹس وحیدالدین احمد نے بمقدمہ بہادر بنام جان محمد مندرجہ پی ایل ڈی، ۱۹۶۰ع کراچی ، صفحہ ۷۳۵ قرار دیا کہ مشاع کا قاعدہ اس صورت میں قابل اطلاق نہ ہو گا جب کہ زمینداری کے حصے کو ہبہ کیا گیا ہو۔

جسٹس چودھری نے بمقدمہ جبار پرمانک بنام نور جہاں بیوہ مندرجہ پی ایل ڈی ، ۱۹۶۰ع ڈھاکہ، صفحہ ۷۴۹ قرار دیا کہ اسلامی قانون میں غیر منقسمہ جائداد کا ہبہ ، جائز ہو یا ناجائز جب کہ ایسے ہبہ میں قبضہ حقیقت میں دیا اور لیا ہو ، جائداد کو موثر طور پر منتقل کر دیتا ہے ۔ دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے حق میں مشترک ہبہ جو غیر منقسمہ ، غیر منقولہ جائداد کے ایک حصے پر مشتمل ہو اور جو قابل تقسیم ہو بنفسہ باطل نہیں ہے اور موہوب لہ اشخاص کے مابعد تصفیہ کے تحت جائز کیا جا سکتا ہے ۔

---

(۳۵) المحلّی ابن حزم مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ۶ ، صفحہ ۱۸۲

(۳۶) جسٹس کانسٹن ٹائن اور ظہیرالحسنین لاری، بمقدمہ بیگن بنام کاز بانو، پی ایل ڈی، ۱۹۵۷ع ، کراچی صفحہ ۸۸۳

marfat.com

عدالت عالیہ مغربی پاکستان نے بمقدمہ محمد ابراهیم بنام محمد شاہ میں قرار دیا کہ حصہ غیر منقسمہ کا ہبہ ایسی جائداد میں جو قابل تقسیم ہو محض فاسد ہے باطل نہیں ۔ اگرچہ مشاع کا ہبہ اپنے وجود میں ناجائز ہے لیکن قبضے کی حوالگی سے صحیح کیا جا سکتا ہے ۔[۴۷]

سپریم کورٹ پاکستان نے بمقدمہ شمشاد علی شاہ بنام سید حسن شاہ قرار دیا کہ مشاع کے ہبہ میں قبضہ دینا بیع کی طرح ضروری ہے ۔[۴۸]

جب کہ ایک شخص دوسرے شخص کے حق میں ایک غیر منقسم مکان میں سے ایک مقرر حصہ ہبہ کرے اور اس کو کل مکان کا قبضہ بطور مشاع کے دے دے تو ایسا ہبہ جائز نہ ہوگا یعنی موہوب لہ کے واسطے تقسیم سے پہلے قبضے کے ساتھ احناف کے نزدیک ملک ثابت نہ ہوگی البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک ملک ثابت ہوگی اور ہبہ مکمل ہو جائے گا۔[۴۹]

اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک نے اپنا غیر منقسمہ حصہ جو قابل تقسیم نہ ہو دوسرے شریک کے حق میں ہبہ کر دیا تو ایساہبہ جائز ہوگا ۔[۵۰]

اگر ایک شخص نے اپنا ایک مکان دو شخصوں کے حق میں ہبہ کیا اور ان کو (مشترک) قبضہ دے دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا ہبہ جائز نہ ہوگا مگر صاحبین کے نزدیک جائز ہوگا ۔[۵۱]

---

(۴۷) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۳ع بغداد الجدید ، صفحہ ۱

(۴۸) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۴ع سپریم کورٹ ، صفحہ ۱۴۳

(۴۹) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۶۴
مجمع الأنهر ، داماد آفندی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۵۶

(۵۰) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۶۶
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۸۲

(۵۱) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد۱۲ ، صفحہ ۶۷
ہدایہ، برہان الدین مرغینانی ، قرآن محل کراچی ، جلد ۳ ، صفحہ ۲۸۸
مجمع الانہر ، داماد آفندی' مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ ، جلد ۲، صفحہ ۳۸۵
البحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۹۰

marfat.com

اگر ایک شخص ایک مکان کو دو آدمیوں کو اس طرح ہبہ کرے کہ ایک کو دو تہائی اور دوسرے کو ایک تہائی دے اور دونوں کو (مشترک) قبضہ دے دے تو ایسا ہبہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہ ہوگا ، لیکن امام محمد کے نزدیک ایسا ہبہ جائز ہے ۔[۵۲]

اگر ایک مکان میں دو شریک ہوں ایک شریک اپنا حصہ ایک اجنبی کو ہبہ کرے تو ایسا ہبہ جائز نہ ہوگا ۔[۵۳]

دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے نام ہبہ

۱۷۱ ۔ قابل تقسیم جائداد کا دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے نام بغیر تقسیم ہبہ سوائے ان صورتوں کے جن کا ذکر دفعہ ۱۶۹ (۲) میں کیا گیا ہے فاسد ہوگا ۔ اگر ہر ایک موہوب لہ جائداد کے اس حصے پر جو اسے دیا گیا ہے قابض ہو جائے تو وہ ہبہ صحیح ہوگا ۔

تشریح

اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ افراد کے نام جائداد قابل تقسیم کا ہبہ بغیر تقسیم کے جائز ہوگا یا ناجائز، متقدمین کے نقطۂ نظر کے مطابق ایسا ہبہ ناجائز ہے کیوں کہ بوقت ہبہ شئے موہوبہ قابل تقسیم ہونے کے باوجود تقسیم نہیں کی گئی اس لیے ہر ایک موہوب لہ کا حصہ متعین نہ کئے جانے کے سبب ہبہ ناجائز ہوگا ، کیوں کہ جائداد کی تقسیم ہبہ کے ساتھ ہی ہونی چاہئے ۔

متاخرین کے نقطۂ نظر کے مطابق ایسا ہبہ باطل نہ ہوگا بلکہ جن افراد کے نام ہبہ کیا گیا ہے ان میں آپس کی تقسیم کے بعد جائز ہو جائے گا ۔[۵۴] دوسرا نقطۂ نظر قرین صواب نظر آتا ہے ۔

(۵۲) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۶۸
ھدایہ ، برھان الدین مرغینانی ، مطبوعہ قرآن محل کراچی، جلد ۳ ، صفحہ ۲۸۸

(۵۳) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۶۹
الاختیار ، عبد اللہ بن محمود ، مطبوعہ مصر ، ۱۹۵۱ جلد ۳ ، صفحہ ۵

(۵۴) ھدایہ ، برھان الدین مرغینانی ، مطبوعہ قرآن محل کراچی، جلد ۳ ، صفحہ ۲۸۸

marfat.com

شیعہ فقہا کے نزدیک دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے حق میں قابل تقسیم جائداد کا هبہ من ابتدا جائز ہے خواہ هبہ کے بعد موهوب لہہ آپس میں اس کی تقسیم کریں یا نہ کریں ۔۵۵

عدالتی فیصلے :

جسٹس کیانی اور جسٹس حبیب اللہ خان نے بمقدمہ اورنگ زیب بنام داؤد خان مندرجہ پی ایل ڈی ، ۱۹۵۷ پشاور ' صفحہ ۸۵ قرار دیا کہ مشترک هبہ دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے حق میں جائز ہے ۔ انہوں نے لکھا "یہ وقت ہے کہ اس اصول پر سے همیشہ همیشہ کے لیے پردے اٹھا دیے جائیں جو اس معاملے میں ابو حنیفہ کی علمی لیاقت (اسکالرشپ) کو غیر ترقی یافتہ کہلانے کا باعث ہوا ہے۔اس اصول کا اطلاق خیراتی اور رفاہی انتقالات کے لیے ایک رکاوٹ کا باعث ہوا ہے اور ہم کوئی عقل ، منطق یا افادیت اس میں نہیں دیکھتے کہ ایک هبہ کو بے کار قرار دیا جائے جب کہ دو مشترک موهوب لہ آپس میں اس پر متفق ہو جائیں خواہ جائداد کی تقسیم پر یا اس سے مشترک طور پر فائدہ اٹھانے پر ۔ بہت سے لوگ اس بے کار قاعدے سے ناواقف ہوں گے اور بھائیوں یا بہنوں کے حق میں مشترک هبہ میں کوئی نقص نہ دیکھیں گے ۔ اسی بناء پر غالباً برطانوی هند میں جج صاحبان یہ قرار دینے پر آمادہ رہے کہ ایک مشترک هبہ جائز ہے گو موهوب لہ کے حصے تقسیم شدہ نہ ہوں یا ان کی صراحت نہ کی گئی ہو ۔

هبۂ تفضیلی

۱۷۲ - (۱) واهب اس امر کا مجاز نہ ہوگا کہ اپنی کل یا تہائی سے زائد جائداد و املاک بحالت صحت کسی غیر وارث یا اپنی کسی مخصوص اولاد کے حق میں دوسری اولاد کو ضرر پہنچانے کی نیت سے هبہ کرے الا یہ کہ اس کا تفضیلی عمل مصالح شرعی پر مبنی ہو ۔

---

(۵۵) شرائع الا سلام ، نجم الدین ابی جعفر الحلّی ،مطبوعہ بیروت،جلد ۲ ،صفحہ ۲۵۳

marfat.com

(۲) ہبہ تفضیلی کسی مصلحت شرعی پر مبنی نہ ہونے کی صورت میں قابل ابطال (voidable) ہوگا اور اولاد محروم بمتابعت احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۹ اُس ہبہ کو بذریعہ عدالت باطل قرار دلانے جانے کی مجاز ہوگی۔

(۳) عدالت اس اطمینان کے بعد کہ واہب کے تفضیلی عمل کے لیے کوئی شرعی مصلحت موجود نہ تھی واہب کو بمتابعت احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۹ اُس ہبہ سے رجوع کا حکم دے گی۔

(۴) واہب کے فوت ہو جانے کی صورت میں شئے موہوبہ بمتابعت احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۹ ، متوفی کے ترکہ میں شمار ہوگی اور بموجب قانون وراثت ، عمل درآمد کیا جائے گا ۔

(۵) دفعہ ھذا سے ہبہ بحالت مرض الموت یا ہبہ بالوصیت کے شرعی احکام متاثر نہ ہوں گے ۔

تشریح

ہبۂ تفضیلی اس ہبہ کو کہتے ہیں کہ واہب (ہبہ کرنے والا) ایک یا ایک سے زائد موہوب لہم کے حق میں اپنی جائداد و املاک بایں طور ہبہ کرے کہ ایک موہوب لہ کے مقابلہ میں دوسرے ورثاء کو یا تو بالکل محروم کر دے یا ایک کو دوسرے پر اتنی فضیلت دے کہ اُس ایک موہوب لہ اور دوسرے ورثاء کے درمیان شئے موہوبہ کے ہبہ کی بنا پر عادلانہ تناسب باقی نہ رہے ۔

قرآنی ہدایت :

ہبۂ تفضیلی کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں قرآن پاک میں ظاہر نص موجود نہیں لیکن ایک مسلمان کے اپنی ملک میں تصرف کرنے کے سلسلے میں جو ہدایات ملتی ہیں اُن سے بطریق اقتضاء یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک مسلمانوں کو ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مال کے خرچ کرنے کے سلسلے میں کچھ ہدایات دیتا ہے ، جن کی تفسیر احادیث رسول میں

marfat.com

ملتی ھے مثلاً :

(۱) کلواواشربو اولاتسرفوا[57] (کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو) ۔

(۲) وأت ذالقربی حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیراً ۔[58] (اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکینوں اور مسافروں کو (ان کا حق دو) اور فضول خرچی نہ کرو) ۔

(۳) والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالك قواماً ۔[59] (اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ھیں تو اسراف نہیں کرتے اور (خرچ کرنے میں) کمی نہیں کرتے اور اس میں (خرچ کے معاملے میں) میانہ روی اختیار کرتے ھیں یعنی خرچ میں عدل سے کام لیتے ھیں نہ زیادتی کرتے ھیں نہ کمی)۔

(۴) یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو[60] (اے محمد! لوگ آپ سے دریافت کرتے ھیں کہ وہ کیا خرچ کریں ، کہہ دیجئے ، جو بچ رھے)

(۵) ومما رزقنهم ینفقون[61] (اور جو ھم نے ان کو بخشا ھے (اس میں سے) خرچ کرتے ھیں)۔

(۶) وآتی المال علی حبه ذوی القربی والیتامی ، والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب[62] (اور دیا مال اللہ کی محبت میں ذوی القربی، یتامی ، مساکین ، مسافر ، سائلین اور غلامی سے چھٹکارا چاھنے والوں کو)

ان آیات کے مطالعہ سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ھے کہ قرآن پاک مال کے صحیح طور پر خرچ کرنے پر زور دیتا ھے ، خواہ وہ خود اپنی ذات

(۵۷) سورۂ اعراف ، آیت ۳۱
(۵۸) سورۂ اسراء ، آیت ۲۶
(۵۹) سورۂ فرقان ، آیت ۶۷
(۶۰) سورۂ بقرہ ، آیت ۲۱۹
(۶۱) سورۂ بقرہ ، آیت ۳
(۶۲) سورۂ بقرہ ، آیت ۱۲۲

marfat.com

پر کیوں نہ خرچ کیا جائے ۔ اسی طرح حقوق (مالی و غیر مالی) کی ادائیگی پر متوجہ کرتا ہے ۔ چنانچہ جہاں مال کو دوسروں پر خرچ کرنے کی تلقین کرتا ہے وہاں ذوی القربی کو اولیت دیتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک مالک کو اپنے اوپر بھی اسراف سے منع کرتا ہے تو دوسروں پر اسراف (حد سے گزر جانے کو) کیونکر پسند کر سکتا ہے ۔

قرآن پاک کے اس منشاء و مقصود کی روشنی میں جب ہبہ کے مسئلہ کا جائزہ لیا جائے تو اس نتیجہ پر بآسانی پہنچا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ذوی القربی کے حق میں عطیہ کو پسند فرماتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ خود عادل ہے اس لیے عدل کرنے والوں کو بنظر تحسین دیکھتا ہے ۔ اس کلّیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے جب ہبہ تفضیلی کے مسئلہ پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ایک باپ یا ماں کو اپنی اولاد کے درمیان ہبہ کے معاملہ میں (منجملہ دیگر معاملات کے) عدل و انصاف سے کام لینا چاہیے اور اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو احکام خداوندی کی صریح خلاف ورزی ہوگی اور عدل نہ کرنے والا ظالموں کے زمرہ میں شامل ہوکر ثواب سے محروم اور عذاب کا مستحق ہوگا ۔

احادیث رسول و آثار صحابہ و تابعین :

تفضیلی ہبہ کے سلسلہ میں جن روایات سے موافق یا مخالف استدلال کیا گیا ہے حسب ذیل ہیں :

(۱) عامر کہتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر کو منبر پر فرماتے سنا کہ میرے والد (بشیرؓ) نے مجھے عطیہ دیا۔ پس عمرہ بنت رواحہ نے اُن سے کہا کہ اُس وقت تک میں اس پر راضی نہ ہوں گی جب تک تم اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی نہ کرا دو گے ۔ چنانچہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے لڑکے کو ، جو عمرہ بنت

marfat.com

رواحہ سے پیدا ہوا ہے،عطیہ کیا ہے،اس نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ میں یا رسول اللہ اس ہبہ (عطیہ)پر آپ کی گواہی کرا دوں ۔ حضور نے دریافت فرمایا کیا تم نے اپنی باقی تمام اولاد کو اسی طرح عطیہ (ہبہ) کیا ہے ؟ بشیرؓ نے عرض کیا نہیں ۔ حضور اکرم نے فرمایا : "خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیانِ عدل اختیار کرو۔" نعمانؓ نے کہا لہذا انھوں نے رجوع کرکے اپنا عطیہ واپس لے لیا ۔[٦٣]

(۲) حضرت سعد ابن وقاص سے مروی ہے کہ میں مکہ میں بیمار تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ سعد اس امر کو پسند نہ فرماتے تھے کہ وہ اُس سرزمین میں انتقال کریں جہاں سے وہ ہجرت کر چکے ہیں ۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابن عفراء پر رحم فرمائے ۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنے کل مال کی وصیت کر دوں ؟ حضور نے فرمایا نہیں ۔ میں نے عرض کیا نصف مال کی ؟ فرمایا نہیں ، میں نے عرض کیا ایک تہائی کی ، فرمایا ایک تہائی کی ۔ مگر ایک تہائی بھی بہت ہے ۔ تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑو ، یہ بہتر ہے اس سے کہ ان کو افلاس میں مبتلا کرکے دوسرے لوگوں کا دست نگر بنا دو اور تم جب بھی جو کچھ خرچ کرو گے وہ صدقہ ہوگا ۔ یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی زوجہ کے منہ میں دو گے ۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں طویل عمر دے اور بہت سے لوگ تم سے فائدہ اٹھائیں

(٦٣) "عن عامر قال سمعت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما وھو علی المنبر یقول اعطانی ابی عطیة فقالت عمرة بنت رواحة لاارضی حتی تشھد رسول اللہ صلی علیہ وسلم فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی اعطیت ابنی من عمرة بنت رواحة فامرتنی ان اشھدك یا رسول اللہ صلعم قال اعطیت سائر ولدك مثل ھذا قال لا قال فاتقوا اللہ و اعدلوابین اولاد کم قال فرجع فرد عطیتہٗ" (بخاری برحاشیہ فتح الباری ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ ، کتاب الھبہ باب الاشھاد ، جلد ٥ ، صفحہ ۱۳۴)

اور بہت سے نقصان ۔ اُس وقت حضرت سعد کی ایک ھی لڑکی تھی ۔۶۴

(۳) حضرت جابر سے مروی ھے کہ انصار میں سے ایک شخص نے غلام مدبر کر دیا (کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ھے) اس غلام کے علاوہ اس شخص کا اور کوئی مال نہ تھا ۔ پس یہ اطلاع رسول اللہصلعم کو پہونچی ، آپ نے فرمایا یہ غلام ھم سے کون خریدتا ھے۔ نعیم ابن النحام (مسلم کی روایت کے مطابق نعیم ابن عبداللہ) نے وہ غلام آٹھ سو درھم میں خرید لیا اور قیمت لے کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ھوئے۔ حضور نے وہ رقم اُس شخص (مالک) کو دیتے ھوئے فرمایا اس کی ابتدا اپنی ذات سے کرو اس پر صدقہ کرو۔ اگر اُس سے کچھ باقی رہے تو پھر وہ تمہارے اھل و عیال کا حق ھے اگر اس کے بعد باقی رھے تو دوسرے اقربا کا حق ھے اس کے بعد کچھ باقی رھے تو پھر آگے داھنے بائیں صرف کرتے رھو ۔۶۵

(۴) ایوب سختیانی نے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ھے کہ

---

(۶۴) ''عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال جاءنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی وانا بمکة و ھویکرہ ان یموت بالارض التی ھاجر عنھا قال یرحم اللہ ابن عفراء قلت یا رسول اللہ اوصیی بمالی کلہ فال لاقلت فالشطر قال لاقلت الثلث قال الثلث والثلث کثیر انك ان تدع ور ثتك اغنیاء خیر من ان تدعھم عالة یتکففون الناس فی ایدیھم و انك مھما انفقت من نفقة فانھا صدقة حتی اللقمة ترفعھا الی فی امرأتك وعسی اللہ ان یرفعك فینتفع بك ناس ویضربك آخرون ولم یکن لہ یومئذ الا ابنة" (عمدة القاری شرح صحیح البخاری،امام عینی ، کتاب الوصیت جلد ۶ ، صفحہ ۱۷۸)

(۶۵) "عن جابر رضی اللہ عنہ ان رجلاً من انصار دبر مملوکا ولم یکن لہ مال غیرہ فبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من یشتریہ منی فاشتراہ نعیم بن النحام بثمان مائة در ھم متفق علیہ فی روایة لمسلم فاشتراہ نعیم ابن عبداللہ العدوی بثمان مائة در ھم فجاء بھاالی رسول اللہ صلعم فد فعھا الیہ ثم قال ابدأ بنفسك فتصدق علیھافان فضل شیئی" فلا ھلك فان فضل عن اھلك "فلذی قرابتك فان فضل عن ذی قرابتك شیئی فھکذا فیقول بین یدیك وعن یمینك و شمالك" (مشکوة، باب الاعتاق، مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد، جلد ۲ ،صفحہ ۴۹)

marfat.com

حضرت سعد بن عبادۃ نے اپنے انتقال کے وقت اپنا مال اپنی (موجود) اولاد میں تقسیم کر دیا تھا ۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے یہاں ایک بچہ اور پیدا ہوا ۔ حضرت عمر ، حضرت ابوبکر کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگے کہ آج شب کو حضرت سعد کے نومولود لڑکے کے تصور سے مجھے نیند نہیں آئی کیونکہ ان کا تمام مال تقسیم ہوچکا اور اس بچے کے لیے کچھ باقی نہیں رہا ۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا واللہ ! میری بھی ایسی ھی حالت رھی ۔ لہذا آپ اور میں دونوں اس بچے کے بھائی قیس بن سعد کے پاس چلیں ۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے ان سے اس سلسلہ میں گفتگو کی ۔ حضرت قیس نے عرض کیا۔ حضرت سعد جو کچھ کر گئے ھیں اس کے رد کرنے کی تو مجھے طاقت نہیں البتہ میں یہ کر سکتا ھوں کہ آپ حضرات کو گواہ بنا کر اپنا ذاتی حصہ اس بچے کو دے دوں اور میں نے یہ حصہ اس کو دیدیا ۔[٦٦]

(۵) عبدالرزاق نے اپنی سند سے حضرت قاسم ابن محمد سے روایت کیا ھے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا " میری بچی ! میں نے تم کو خیبر کے مقام پر نخلستان ھبہ کیا تھا اور میرا خیال ھے کہ اس ھبہ میں میں نے تم کو اپنی دیگر اولاد پر فضیلت دی ھے اور تم نے ابھی تک قبضہ نہیں کیا ھے لہذا تم اس کو دیگر اولاد کی طرف لوٹا دو ، حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ والد بزرگوار ! اگر خیبر پھلوں کے ساتھ سونا بن جاتا تب بھی میں

---

(٦٦) "عن ابواب السختیانی عن ابن‌سیرین ان سعد بن عبادۃ قسم ماله بین‌بنیه فی‌حیاته فولد له بعد مامات، فلقی عمر ابابکر فقال له : مانمت اللیلة من اجل ابن سعد ، هذ المولود لم یترك له شئی ، فقال ابوبکر : وانا والله ، فانطلق بنا لی قیس بن سعد نکلمه فی اخیه ، فأتیناه فکلمناه ، فقال قیس : اماشیئی امضاه سعد فلا ارده ابداً ، ولکن اشهد کما ان نصیبی له" (المحلیٰ ، ابن حزم مطبوعه مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ٦ ، صفحه ۱۲۷)

marfat.com

اس کو واپس کر دیتی ۔[٦٧]

(٦) محمد بن احمد بن الجہم کی سند سے حضرت معاویہ بن حیدہ سے مروی ہے کہ اُن کے والد ابو حیدہ کے علاتی بیٹے نابالغ موجود تھے اور ابو حیدہ خاصے مالدار شخص تھے ۔ انہوں نے اپنا تمام مال ان میں سے کسی ایک لڑکے کو دے دیا ۔ چنانچہ ان کا ایک لڑکا جس کا نام معاویہ تھا ، حضرت عثمان بن عفانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے تمام واقعہ بیان کیا ۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے والد کو اختیار دیا کہ یا آپ اپنا مال اپنی ذات کے لیے واپس لے لیں یا تمام اولاد کے درمیان عادلانہ طریقے پر تقسیم کریں ۔ چنانچہ انہوں نے اپنا مال واپس لے لیا اور انتقال کے بعد اس کو متروکہ چھوڑا جب کہ معاویہ کے بھائی بالغ ہو چکے تھے ۔[٦٨]

(٧) اسی مندرجہ بالا سند سے مروی ہے کہ حضرت مجاہد نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے کسی ایک لڑکے کو ہبہ کیا اور دوسروں کو چھوڑ دیا یہ کل مال واہب کے مرنے کے بعد میراث میں شامل کر دیا جائے گا ۔[٦٩]

(٨) عبدالرزاق کی سند سے حضرت عروہ بن زبیر سے مروی ہے، فرمایا جس طرح ایک میت کی وصیت حد سے متجاوز ہو تو اس کو ردکر دیا جاتا

---

(٦٧) ومن طریق عبدالرزاق عن ابن جریج اخبرنی ابن ابی ملیکة ان القاسم بن محمد اخبرہ ان ابابکر الصدیق قال لعائشة ام المومنین : یابنیة انی نحلتك نخلا من خیبر وانی اخاف ان اکون آثرتك علی ولدی و انک لم تکونی اختزتیه فردیه علی ولدی ، فقال یا ابتاه لو کانت لی خیبر بجدادها ذهباً لرددتها ۔ (المحلی ، ابن حزم ، مطبوعه مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ٦ ، صفحه ۱۷۴)

(٦٨) نااسماعیل بن ابراهیم ۔ هوا بن علیة ۔ عن بهز بن حکیم عن ابیه حکیم بن معاویة عن ابیه معاویة بن حیدة کان له بنون لعلات اصاغر ولده و کان له مال کثیر فجعله لبنی علة واحدة ، فخرج ابنه معاویة حتی قدم علی عثمان بن عفان فاخبره بذلك فخیر عثمان الشیخ بین ان یردالیه ماله وبین یوزعه بینهم ، فارتدماله ، فلما مات ترکه الا کابر لاخوتهم ۔ (المحلی ، ابن حزم ، مطبوعه مصر ۱۳۵۲ھ، جلد ٦ ، صفحه ۱۷۴)

(٦٩) "وبه الی ابرهیم الحربی ناموسی بن اسماعیل ناحماد ۔ هوا بن مسلمة ۔ عن حمید عن الحسن بن مسلم عن مجاهد قال : من نحل ولداً نحلادون بنیه فمات فهو میراث" (المحلی ، ابن حزم ، مطبوعه مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ٦ ، صفحه ۱۷۵)

marfat.com

ہے، اس طرح اگر ایک صحت مند زندہ شخص ایسا ھبہ کرے گا تو اس کو رد کر دیا جائے گا ۔[۷۰]

(۹) عبدالرزاق ھی نے حضرت زھیر بن نافع سے روایت کیا ھے کہ میں نے حضرت عطاء ابن ابی رباح سے عرض کیا کہ میں چاھتا ھوں عطیہ (ھبہ) میں اپنی بعض اولاد کو دوسروں پر فضیلت دے دوں ۔ انھوں نے سختی کے ساتھ اس سے انکار کرتے ھوئے فرمایا ان سب کو درجہ میں برابر رکھو ۔[۷۱]

(۱۰) عبدالرزاق ھی کے واسطہ سے حضرت ابن جریج سے مروی ھے کہ میں نے حضرت عطاء سے کہا کہ کیا اولاد اور باپ و زوجہ کے درمیان ھبہ میں یکسانیت اختیار کی جائے، فرمایا مجھ کو صرف بیٹے کے حق میں رسول اللہ سے حدیث پہنچی ھے ۔[۷۲]

(۱۱) ابن وھب نے اپنی سند سے بواسطہ نافع روایت کیا ھے کہ حضرت ابن عمر نے ھبہ میں اپنی بعض اولاد کو دوسری پر ترجیح دی تھی ، اس طرح کہ اُن میں سے کسی ایک کو تین یا چار غلام دے دئے تھے ۔ حضرت بکیر نے قاسم بن عبدالرحمن سے نقل کیا ھے کہ فرمایا میں ابن عمر کے ھمراہ تھا۔ انھوں نے ایک انصاری شخص سے زمین خریدی اور فرمایا کہ یہ زمین

---

(۷۰) "ومن طریق عبدالرزاق عن الزھری عن عروۃ بن الزبیر قال : یرد من حیف الناحل الحی ما یرد من حیف المیت من وصیۃ" (المحلی ، ابن حزم مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ٦ ، صفحہ ۱۷۵)

(۷۱) ومن طریق عبدالرزاق عن زھیر بن نافع قال : سألت عطاء بن ابی رباح فقلت اردت ان افضل بعض ولدی فی نحل انحلہ ، فقال لا ، و ابی ابلہ شدیداً وقال سوبینھم (المحلی ، ابن حزم ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ٦ ، صفحہ ۱۷۵)

(۷۲) وبہ الی عبدالرزاق عن ان جریج قلت لعطاء : ینحل ولد أیسوی بنھم وبین اب و زوجۃ ؟ قال : لم یذکر الا الولد لم اسمع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر ذلک (المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ٦، صفحہ ۱۷۵)

marfat.com

بڑے لڑکے واقد کی ہے ۔ کیونکہ وہ مسکین ہے چنانچہ یہ زمین دیگر اولاد کے مقابلہ میں صرف ایک لڑکے کو ہبہ کر دی گئی ۔٧٣

(١٢) اسی طرح ابن وہب نے ابن دینار کے واسطے سے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اپنی بیٹی کو جو کہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن معیط کے بطن سے تھیں چار ہزار درہم ہبہ کر دئے تھے حالانکہ دوسری ازواج سے ان کی دوسری اولاد موجود تھی ۔ نیز ابن وہب ہی کے ذریعہ ایک روایت حضرت محمد بن منکدر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کل ذی مال احق بمالہ" یعنی ہر صاحب مال اپنے مال کا زیادہ مستحق ہوتا ہے ۔٧٤

سطوربالا میں جو احادیث تفضیلی ہبہ کے جواز یا عدم جواز میں روایت کی گئی ہیں ان میں سے نعمان بن بشیر کی حدیث سے موافق و مخالف دونوں طرح استدلال کیا گیا ہے۔ چنانچہ دونوں فریق ان احادیث سے اپنا اپنا مسلک ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی جو تفضیلی ہبہ کے جواز کے قائل ہیں اور وہ بھی جو اس کے باطل ہونے کے مدعی ہیں ۔ ان احادیث و آثار پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہوں فتح الباری جلد٥، عمدۃ القاری جلد ٦، السنن بیہقی جلد ٦، المحلیٰ جلد ٦

---

(٧٣) ومن طریق ابن وھب عن ابن لھیعة عن بکیر بن الا شبح ان ابن عمرقطع ثلاثة ارؤس او اربعة لبعض ولده دون بعض؟ قال بکیر و حدثنی القاسم عبدالرحمن الانصاری انه کان له مع ابن عمر اذاشتری ارضامن رجل من الانصار ثم قال له ابن عمر : ھذا الارض لابنی واقد فانه مسکین ، نحله ایا ھادون ولده (المحلیٰ ابن حزم ، مطبوعه مصر ١٣٥٢ھ ، جلد ٦ ، صفحه ١٧٥)

(٧٤) قال ابن وھب : وبلغنی عن عمرو بن دینار ان عبدالرحمن بن عوف نحل ابنته من أم کلثوم بنت عقبه بن ابی معیط اربعة آلاف درھم وله ولد من غیرھا ۔ وذکرو ماروینا من طریق ابن وھب عن سعید بن ابی ایوب عن بشیر بن ابی سعید عن محمد بن المنکدر ان رسول اللهصلی اللهعلیه وسلم قال "کل ذی مال احق بماله" (المحلیٰ ، ابن حزم ، مطبوعه مصر ١٣٥٢ھ ، جلد ٦ ، صفحه ١٧٦)

marfat.com

دو فریق :

وہ فریق جو تفضیلی ہبہ کے جواز کا قائل ہے ان میں امام ثوری ، لیث بن سعد ، قاسم بن عبدالرحمن ، محمد بن منکدر ، امام ابو حنیفہ ، امام ابو یوسف ، امام محمد ابن الحسن الشیبانی ، امام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ شامل ہیں ۔ ان کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی صحت و تندرستی کی حالت میں اپنی بعض اولاد کو دوسری اولاد پر ترجیح وفضیلت دے کر عطیہ (ہبہ) کرے تو اگرچہ یہ فعل ہبہ دیانتاً (مابین خدا وبندہ) مکروہ ہے لیکن قضاء درست ہوگا یعنی قانوناً اس کو جائز و نافذ قرار دیا جائے گا ۔ اُن کے نزدیک حدیث کی عبارتیں حکم اور فیصلے کی نوعیت نہیں رکھتیں بلکہ نصیحت و امر بالمعروف کی حیثیت رکھتی ہیں ۔

اس سلسلہ میں دوسرے فریق میں حضرت طاؤس ، عطاء ابن ابی رباح، مجاہد ، عروہ ، ابن جریج ، نخعی ، شعبی ، ابن شبرمہ اور بروایت مرجح ابن حنبل و اسحق بن راھویہ اور امام ابو محمد ابن حزم شامل ہیں ۔ ان اصحاب کے نزدیک ایسا ہبہ قضاًء بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ ایسا کرنا ظلم ہے اور عدالتیں ظلم کو نافذ نہیں کیا کرتیں ۔ چنانچہ ایسا ہبہ باطل اور واجب الرد ہوگا ۔

مختلف فقہی مذہب کی آراء

حنفیہ و بعض مالکیہ اور شافعیہ و شیعہ مکتب فکر کے نزدیک ایک مسلمان (مرد یا عورت) اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اپنی زندگی میں بحالت صحت جس کسی شخص کو چاہے اور جب چاہے اپنی کل جائداد و املاک یا اس کا کوئی حصہ ہبہ کر سکتا ہے ۔ یہ ہبہ اُس وصیتی ہبہ سے مختلف ہے جس میں کوئی مسلمان جائداد و املاک کے ایک تہائی سے زیادہ حصہ ہبہ کرنے

marfat.com

کا مجاز نہیں ۔ البتہ کسی شخص کا اپنی اولاد کے حق میں اس طرح ہبہ کرنا کہ ایک اولاد کو دوسری پر ترجیح دی جائے گناہ ہے۔ بالفاظ دیگر ایک مسلمان اپنی کل جائداد سے تمام وارثوں کو محروم کرکے اپنی زندگی میں بحالت صحت کسی بھی اجنبی کو ہبہ کر سکتا ہے مگر اس کا یہ فعل دیانتاً (اس کے اور اللہ کے درمیان) غیر مستحسن ہوگا ، گو قانوناً ایسا کرنا جائز ہوگا ۔

حنفیہ :

امام کاسانی نے حنفی فقہ پر اپنی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ سب (اولاد) کے درمیان برابری رکھنا تالیف قلوب کا سبب ہوگا اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے سے اُن کے درمیان وحشت پیدا ہوگی اس لیے مساوات اولٰی ہے ۔ لیکن اگر کوئی شخص بعض اولاد کو دے کر دوسری کو محروم کر دے خواہ جس کو محروم کیا گیا ہو وہ فقیہ ومتقی ہو یا جاہل و فاسق ہو ، تو حکماً یہ جائز ہوگا کیونکہ وہ اپنی خالص ملک میں تصرف کرتا ہے جس میں کسی دوسرے کا کوئی حق نہیں ، البتہ یہ ہوگا کہ اولاد کے درمیان عدل نہ ہوگا ۔ یہ متقدمین کا قول ہے ۔[۷۵]

امام محمد اور امام ابویوسف اگرچہ اصولی طور پر امام ابوحنیفہ سے متفق ہیں لیکن ایک روایت منقول ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک اگروالد نے اپنے تفضیلی عمل سے دوسری اولاد کو ضرر پہنچانے کی نیت سے ہبہ کیا ہو تو ایسا ہبہ واجب الرد ہوگا ۔[۷٦]

امام شعرانی شافعی نے اپنی کتاب المیزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ ، امام مالک اور امام شافعیؒ) کا قول ہے کہ باپ (اور اس

---

(۷۵) بدائع الصنائع ، مطبوعہ مصر ۱۹۱۰ء ، جلد ٦ ، صفہ ۱۲۷ ۔

(۷٦) فتح الباری ، ابن حجر عسقلانی ، مطبوعہ مصر ۱۹۵۹ء، جلد ۵ ، صفحہ ۱۳۴
عمدۃ القاری ، امام عینی ، مطبوعہ مصر، جلد ٦ ، صفحہ ۲۷۲
شرح موطاء ، الزرقانی مطبوعہ مصر ۱۳۸۲ ہجری ، جلد ۴ ، صفحہ ۴۴۴

marfat.com

سے اوپر کے درجہ میں کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو) کے لئے مستحب ہے کہ اپنی اولاد کے درمیان ہبہ میں مساوات برتے ۔ اس میں امام احمد بن حنبل بھی ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ہیں۔ امام محمد ابن الحسن الشیبانی کے نزدیک باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ ذکور اور اناث میں بطریق وراثت فضیلت دے ۔ (سوال یہ ہے کہ) اگر باپ نے اولاد کے درمیان کسی کو فضیلت دی تو کیا اس پر شئے مفاضلہ سے رجوع کرنا لازم ہے ۔ ہر سہ ائمہ کے نزدیک اس پر رجوع کرنا لازم نہیں ہے ۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک رجوع کرنا لازم ہے ۔[۷۷]

مالکیہ :

مالکی مذہب کی مستند کتاب موطاء امام مالک میں لکھا ہے کہ نعمان بن بشیر والی حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو اولاد کے حق میں کئے گئے حصہ میں تعدیل و تسویہ (مساوات) کے وجوب کے قائل ہیں جیسے کہ طاؤس ، سفیان ثوری ، احمد بن حنبل ، اسحاق بن راہویہ ، امام بخاری اور بعض مالکیہ ۔ ان حضرات کے بہترین قول یہ ہیں کہ ایسا ہبہ (تفضیلی) باطل ہوگا ۔ امام احمد بن حنبل سے ایک روایت یہ ہے کہ صحیح ہوگا ۔ ان ہی سے ایک روایت ہے کہ اگر یہ تفضیل کسی خاص سبب کی بنا پر ہو تو یہ ہبہ جائز ہوگا مثلاً وہ لڑکا اپاہج ہو یا مقروض ہو یا اس کے مثل اور کوئی سبب ہو ۔ امام ابو یوسفرح نے فرمایا ہے کہ اگر واہب نے (اپنی بعض اولاد کو) نقصان پہنچانے کی غرض سے ایسا کیا ہو تو اس پر تعدیل واجب ہوگی ۔ نیز ہبہ کو باطل قرار دینے والے حضرات یہ دلیل بر بنائے قیاس پیش کرتے ہیں کہ قطع رحمی اور عقوق دونوں حرام ہیں ۔ ان دونوں سے اجتناب واجب ہے لہذا تعدیل و تسویہ نہ کرنا حرام کے ارتکاب کا سبب ہوتا ہے اور جو امر کسی حرام کے ارتکاب کا

(۷۷) میزان الکبریٰ ، شعرانی ، مطبوعہ مصر ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۰۰
رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ، مطبوعہ مصر ، جلد ۲ ، صفحہ ۳

marfat.com

سبب ہو وہ خود حرام ہوتا ہے ۔ اس طرح تعدیل ادائے واجب کا مقدمہ قرار پاتی ہے اور جو امر واجب کے امتثال کا مقدمہ ہو اور وہ امر واجب ہوا کرتا ہے ، چنانچہ تعدیل واجب اور عدم تعدیل حرام ہے ۔[٧٨]

شافعیہ :

شافعی مذہب کی کتاب مختصر المزنی میں نعمان بن بشیر والی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہم بھی اس حدیث کو لیتے ہیں اور اس حدیث میں چند امور پر دلیل ہے ۔ ایک یہ کہ حسن ادب یہ ہے کہ اولاد کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دے تاکہ مفضول کے دل میں کوئی ایسی کیفیت پیدا نہ ہو جو اس کو نیکی سے باز رکھے کیونکہ قرابت بعض سے بعض کے تعلق کا نام ہے نہ کہ عداوت یا زیادتی کرنے کا ۔ دوسرے یہ کہ بعض اولاد کو ہبہ کرنا جائز ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجوع کرنے کا حکم نہ فرماتے ۔ تیسرے یہ کہ باپ کے لیے اپنی اولاد کے ہبہ (عطیہ) میں رجوع کرنا جائز ہے (نیز) حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ کے ہبہ (عطیہ) میں ان کو فضیلت دی تھی اور حضرت عمر نے اپنے صاحبزادے عاصم کو فضیلت دی تھی ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ام کلثوم کی اولاد کو فضیلت دی تھی ۔[٧٩]

فقہ شافعی کی ایک اور مشہور کتاب المہذب میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ مفضول کے دل میں اس فعل سے ایسا جذبہ پیدا ہوگا جو اس کو بھلائی کرنے سے روک دے گا نیز بعض اقارب دوسرے اقارب سے جو مسرت محسوس کریں گے وہ اس زیادتی سے حاصل نہ ہو سکے گی ۔

(٧٨) شرح الموطاء ، زرقانی ، مطبوعہ مصر ، ١٣٨٢ ہجری جلد ٤ ، صفحہ ٤٤٤
(٧٩) المختصر المزنی، آخر جلد کتاب الام، مطبوعہ مصر ١٣٨١ ہجری، صفحہ ١٣٤

marfat.com

لیکن اگر بعض کو بعض پر فضیلت دے دی گئی تو عطیہ درست ہوگا کیونکہ حضرت نعمان بن بشیر کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور نے فرمایا اس ہبہ پر میرے علاوہ کسی اور شخص کو گواہ بنا لو تو اگر یہ صحیح نہ ہوتا تو آنحضرت کسی دوسرے کو گواہ بنانے کے لئے نہ فرماتے ۔[۸۰]

حنبلیہ :

حنبلی فقہ کی کتاب المحرر فی‌الفقہ میں لکھا ہے کہ اولاد کے عطیہ میں تعدیل (برابری) واجب ہے اور اسی طرح دوسرے اقارب کے عطیات میں ان کی وراثت کے حساب سے (مساوات واجب ہے) ۔ چنانچہ اگر بعض کو فضیلت دے کر مخصوص کر دیا اور واہب اس حالت میں انتقال کر گیا تو کیا باقی اقرباء کو اس کے فسخ کا حق حاصل ہوگا یا نہیں ۔ اس صورت میں (امام احمد بن حنبل سے) دو روایتیں ہیں ۔[۸۱]

حنبلی فقہ کی ایک اور کتاب الاقناع میں لکھا ہے کہ ماں باپ وغیرہ پر واجب ہے کہ جو لوگ قرابت کی بناء پر وارث ہوتے ہیں ان کے عطیہ میں برابری اختیار کریں لیکن ایک حقیر شے میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ یہ تعدیل ان لوگوں کی وراثت کے حصوں کے مطابق ہوگی لیکن اگر نفقہ یا لباس وغیرہ کا عطیہ ہو تو اس میں کفایت کا لحاظ کیا جائے گا اور آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ دیگر ورثاء کی اجازت سے ایسا کر دے ، اگرچہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا ہو تاکہ تمام لوگ مساوی ہو جائیں حتیٰ کہ اگر ایک شخص نے اپنی صحت کی حالت میں اپنے دو بیٹوں میں سے ایک کی شادی کر دی اور اپنی طرف سے اس کا مہر ادا کر دیا اس

---

(۸۰) المہذب ، ابراہیم بن علی بن یوسف فیروز آبادی (۴۷٦ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۹۵۹ع جلد اول ، صفحہ ۴۵۳

(۸۱) المحرر فی الفقہ ، مجد الدین ابن تیمیہ ، مصر ۱۳٦۹ھ، جلد اول ، صفحہ ۳۷۴

کے بعد باپ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا تو باپ کو اس حالت میں بھی یہ کرنا چاہیے کہ دوسرے بیٹے کو اتنا دیدے جتنا پہلے کو دیا ہو۔ اس حالت میں ثلث مال کے اندازہ کرنے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک واجب امر کا تدارک ہوگا جو دین (قرض) ادا کرنے کے مشابہ ہوگا اور اگر مساوات سے پہلے انتقال کر گیا تو وہ اسی کا ہوگا بشرطیکہ عطیہ مرض الموت میں نہ کیا گیا ہو (کیونکہ اس حالت میں وصیت کے حکم میں ہوگا)۔[۸۲]

شیعہ :

شیعی فقہ کی مشہور کتاب شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ اہل قرابت کے لئے ہبہ کرنا مستحب ہے اور خصوصاً اولاد اور والدین کے لیے مستحب موکّد ہے۔ اسی طرح ہبہ بین الاولاد کے درمیان برابری کرنا (ان کے حصوں کو مساوی قرار دینا لڑکے ہوں یا لڑکیاں یا متفرق) بھی مستحب ہے۔ لیکن کسی مال کے حصہ کرنے میں ایک اولاد کو دوسری پر ترجیح دینا جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔[۸۳]

ظاہریہ :

شیخ ابن حزم الظاہری کے نزدیک ایسا ہبہ یا صدقہ جس میں چند اولادوں میں کسی ایک اولاد کو دوسری پر ترجیح اور فضیلت دی گئی ہو حرام اور باطل ہے۔ اگر ایسا کیا گیا ہو تو حاکم وقت اس کو باطل قرار دے کر صحیح طریقہ پر اولاد میں تقسیم کر دے گا۔

عبدالرزاق کی سند سے حضرت عروۃ بن زبیر سے مروی ہے فرمایا ! جس طرح ایک میت کی وصیت (حد سے متجاوز ہو تو اس) کو رد کر دیا جاتا ہے، اسی طرح اگر ایک صحت مند زندہ شخص ایسا ہبہ کرے گا تو اس کو رد کر دیا جائے گا۔

---

(۸۲) الاقناع، مطبوعہ مصر جلد ۳، صفحہ ۴۳

(۸۳) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الرابع، صفحہ ۲۵۳

marfat.com

عبدالرزاق ہی کے واسطہ سے حضرت ابن جریج سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عطاء سے کہا کہ کیا اولاد اور باپ اور زوجہ کے درمیان ہبہ میں یکسانیت اختیار کی جائے، فرمایا مجھ کو صرف بیٹے کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث پہونچی ہے۔

علامہ ابن حزم نے احادیث و آثار (محولہ بالا) بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و قیس ابن سعد و عائشہ اُم المومنین کا صحابہ کے موجود ہوتے ہوئے عمل ظاہر ہے۔ دیگر صحابہ میں سے کسی کی مخالفت اس کے متعلق ثابت نہیں، نیز حضرات مجاھد و طاؤس اور عطا و عروۃ و ابن جریج جیسے تابعین ہیں (جو اس کے قائل ہیں)۔ یہی قول حضرت نخعی و شعبی و شریح و عبداللہ بن شداد و ابن الہاد و ابن شبرمہ و سفیان ثوری و احمد بن حنبل و اسحاق بن راھویہ و ابو سلیمان اور ہمارے دیگر اصحاب کا ہے۔

البتہ شریح اور احمد و اسحاق کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ عدل کس طرح اختیار کیا جائے۔ ان حضرات کا قول ہے کہ (للذ کرمثل حظالانیثین کا طریقہ اختیار کیا جائے یعنی بیٹے کو بیٹی کے مقابلے میں دوگنا دیا جائے دوسرے حضرات کے نزدیک بالکل مساوی طریقے پر تقسیم کیا جائے۔

علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ "ہم کو ایسی روایتیں بھی پہنچی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولاد کو بعض پر ترجیح دینا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت قاسم بن محمد اور ربیعہ وغیرہ سے منقول ہے اور اس کے قائل حضرات ابوحنیفہ و مالک و شافعی ہیں۔ لیکن ابوحنیفہ نے (جواز کے ساتھ) مکروہ کہا ہے اور مالک نے بھی بعض اولاد پر کل مال کے ہبہ کو مکروہ کہا ہے۔ ان حضرات نے اس کی دلیل میں حضرات ابوبکر و عمر و عائشہ رضی اللہ عنہم کے واقعات کو پیش کیا ہے۔"

marfat.com

شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ "ان روایات کے ماسوا ہم کو ان لوگوں کے استدلات میں اور کچھ نہ مل سکا ۔ لیکن جو لوگ ہمارے مسلک کے قائل نہیں وہ اپنے استدلال میں وہ روایات پیش کرتے ہیں جن کو مسلم نے اپنی صحیح میں متعدد سندوں سے روایت کیا ہے ، یہ حضرت نعمان بن بشیر کی روایت ہے ۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد ان کو اپنے ہمراہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ! اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بچے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے ، حضور نے فرمایا کیا تم نے اپنے ہر لڑکے کو اسی طرح ہبہ کیا ہے ؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں ۔ حضور نے فرمایا بس تو اس ہبہ سے رجوع کر لو ۔ دوسری روایتوں میں ہے ، حضور نے اس کو رد کر دیا یا فرمایا واپس کر لو بخاری کے طریقے میں یہ الفاظ مروی ہیں "حضور نے فرمایا : "فاتقوا اللہ و اعدلوا بین اولادکم" خدا سے خوف کرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل سے کام لو ۔ اس روایت میں نعمان نے یہ بھی کہا ہے کہ میرے والد نے ہبہ میں رجوع کر لیا تھا ۔

مسلم کی ایک اور روایت میں آنحضوت صلعم کے یہ الفاظ مروی ہیں : "فلا اشہد علی جور" پس میں ظلم پرگواہ نہ بنوں گا ۔

چنانچہ یہ تمام کے تمام ائمہ جنہوں نے اس کو روایت کیا ہے ، اس امر پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے اس صدقہ و عطیہ کو فسخ کرنے اور واپس کر لینے کا حکم دیا تھا اور بعض نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ یہ واپس لے لیا گیا تھا ۔ پھر حضور نے اس عمل کو جور قرار دیا تھا اور جو عمل اللہ تعالیٰ کے دین میں جور قرار دیا گیا ہو اس کا نافذ قرار دینا حلال نہیں ہو سکتا ۔ اگر اس کو جائز قرار دیا جائے تو پھر ہر ظلم کر جائز قرار دیا جا سکے گا اور پھر علی الاعلان اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے مترادف عمل ہوگا ۔"

marfat.com

امام ابن حزم کہتے ہیں کہ "ہم نے اپنے مخالفین کو ان روایات میں طرح طرح کی علتیں بیان کرتے پایا ہے ۔ بعض نے کہا ہے کہ نعمان کے والد نے اپنا کل مال ہبہ کر دیا تھا ۔ ہم کہیں گے سبحان اللہ ۔ حدیث میں نصاً موجود ہے کہ اپنا بعض مال ہبہ کیا تھا اور بعض صحیح روایات میں یہ الفاظ ہیں : "بعض الموھوبة من مالہ" ایک جماعت نے کہا ہے کہ داؤد بن ابی ہند نے شعبی سے روایت کرنے میں آنحضرت کے کلام کو اس طرح نقل کیا ہے کہ حضور انور نے بشیر سے اس طرح فرمایا تھا: "اشھد علی ھذا غیری، أیسرک ان یکونوا اولئک فی البر سواءا ، قال بلیٰ قال فلااذاً" اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ کلام تو تمہارے مقابلے میں (ہماری) حجت ہے (نہ کہ تمہاری دلیل) ، کیونکہ حضور نے صراحت کے ساتھ فرما دیا ہے " فلا اذاً" یعنی اب جائز نہیں۔ جس سے ممانعت ایک عقلمند کے لئے کافی ہے اور آنحضرت کا یہ فرمانا "اشھد علی ھذا غیری" اس عقد پر میرے بجائے کسی دوسرے کو گواہ بنا لو ۔ اگر حدیث میں (اول جملہ نہ بھی آتا) صرف یہی کلام منقول ہوتا تب بھی آپ کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا ۔ کیونکہ ان الفاظ کے روایت کرنے والے راویوں سے زیادہ عظیم المرتبت راویوں نے آنحضرت صلعم کے وہ کلمات روایت کئے ہیں جن میں آنحضرت نے اس ہبہ و عطیہ کے واپس لینے کا حکم صادر فرمایا ہے اور اس عمل کو ظلم و جور قرار دیا ہے ۔ اس کے ساتھ "اشھد علی ھذا غیری " یہ دراصل ایک خوف دلانے والا کلام ہے جس کو اصطلاح میں وعید کہتے ہیں ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "فان شھدو افلا تشھد معھم " اس سے ظلم پر شہادت کی اباحت ثابت نہیں ہوتی ، بلکہ اس کلام کا منشاء یہ ہوگا جو اس آیت کا ہے : "فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر" یعنی جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرلے اور اس آیت کا ہے : "اعملوا ماشئتم" جو تمہارا دل چاہے کرو ۔ اور " کلوا وتمتعوا قلیلا انکم مجرمون " کھاؤ

marfat.com

فائدہ اٹھاؤ تھوڑے عرصے تک بہر حال تم مجرم ہو ۔ نبی علیہ السلام سے کسی طرح یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ جس امر کو آپنے جور قرار دیا ہو اس پر کسی بھی دوسرے کو گواہ بنانے کا حکم فرما دیں گے ۔"

"اس مقام پر ہمارے نزدیک یہی دو صورتیں نکل سکتی ہیں کہ اس ہبہ و عطیہ کو یا تو ہم یہ کہہ دیں کہ حق و جائز ہے یا یہ کہ باطل اور ناجائز ہے ۔ ان کے ماسوا کوئی تیسری صورت نہیں ۔"

"اگر یہ لوگ اس کو جائز کہتے ہیں تو پھر یہ بھی کہنا ہوگا کہ آنحضرت صلعم نے ایک جائز امر پر شہادت سے انکار کرکے کتاب اللہ کے اس حکم کا "ولا یأبی الشہداء اذا مادعوا" خلاف کیا اور اس کا بھی " ولا یضار کاتب ولاشہید" اور اگر یہ کہیں کہ یہ ہبہ و عطیہ و صدقہ باطل ہے لیکن اس کے باوجود اس ظلم و جور کے نفاذ کا حکم دیا گیا ہے تو یہ ایک عظیم بہتان ہوگا کہ کہا جائے رسول اللہ نے باطل و غیر جائز حکم دیا ہے کیونکہ باطل اور ظلم کے نافذ کرنے کا حکم دینا اور اس پر شہادت کے قیام کو صحیح قرار دینا لازم آئے گا اور ان دونوں صورتوں کا قائل ہونا کفر ہے ۔"

امام ابن حزم آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "ہر ایک جماعت نے ان روایات کا مطلب بیان کرنے میں ایک عجیب گمراہ کن راستہ اختیار کیا ہے ۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا "اشہد علیٰ ھذا غیری" یہ مطلب ہے کہ میں چونکہ امام الوقت (حاکم اعلیٰ) ہوں اور امام کا کام شاہد بننا نہیں ہوتا (بلکہ فیصلہ دینا ہوتا ہے) ۔ تو اس قول کے بموجب دو بہتان کا ارتکاب لازم آئے گا ۔ ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا ایسا منشاء بیان کرنا جو درحقیقت آپ کا منشاء نہیں ہو سکتا ۔ ایسے شخص کو اپنا مقام جہنم میں بنا لینا چاہئے ۔ دوسرا یہ کہ

marfat.com

امام شاهد نہیں ہو سکتا بلکہ امام شاهد ہو سکتا ہے ، کیونکہ اس معاملے میں وہ دیگر مسلمین مخاطبین کے ساتھ شامل ہے ، جن کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ شہادت سے انکار نہ کریں - اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی منشا ہے "کونو ا قوامین بالقسط شہداء للہ و لو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین" یہ حکم بلا شک و شبہ امراء کو دیا گیا ہے ، حالانکہ اس قائل کا اپنا قول اور مذہب یہ بھی ہے کہ اگر حاکم اعلیٰ اپنے حکام میں سے کسی حاکم کے سامنے شاهد کے طور پر شہادت دے گا تو اس کی یہ شہادت مقبول ہوگی لہذا اگر وہ شاهد نہ ہو سکتا تو اس کی شہادت کس طرح قابل قبول ہوگی -

پھر بعض لوگوں نے ان روایات کے متعلق ایسا قول اختیار کیا ہے کہ اس کے اختیار کرنے سے اُن کا خاموش رہنا ہی بہتر ہوتا -کہا گیا ہے کہ شاید نعمان بالغ تھے اور ہبہ پر قبضہ نہ کیا تھا - لیکن افسوس یہ ہے کہ قائل نے یہ نہیں دیکھا کہ نعمان کا نابالغ ہونا اظہر من الشمس ہے اور وہ بالا تفاق ہجرت کے بعد پیدا ہوئے ہیں - ابوحیان نے شعبی کی روایت میں حضرت نعمان بن بشیر سے خود ان کا قول اس طرح نقل کیا ہے کہ: "میں اس وقت کمسن بچہ تھا۔"

اور ایک فریق نے کہا ہے کہ نعمان کے والد نے ہبہ نہیں کیا تھا بلکہ آنحضرت (صلعم) سے اس کے متعلق مشورہ لینے حاضر ہوئے تھے امام زہری کی روایت جو کہ حضرت نعمان سے مروی ہے اُس میں ملمع سازی کی ہے ، اُس میں ان کے والد کے یہ الفاظ روایت کئے ہیں : "انی نحلت ابنی ھذا غلاماً فان اذنت لی انی اجیزہ اجزتہ" یعنی میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام ہبہ کر دیا ہے اگر آپ اجازت دے دیں تو میں اس کو نافذ کر دوں -"

ابو محمد (ابن حزم) کہتے ہیں کہ یہ عجیب و غریب قسم کے لوگ

marfat.com

ھیں کہ اس روایت کی ابتدا کی طرف غور نہیں کرتے اور نہ درمیانی الفاظ پر توجہ دیتے ھیں ۔ ابتداء میں مذکور ھے "نحلنی غلاما" مجھ کو غلام عطا کیا تھا اور وسط میں مذکور ھے : "یا رسول اللہ نحلت ابنی ھذا غلاما" اور پھر کہتے ھیں کہ ھبہ مکمل نہ ہوا تھا ۔ باقی رہا آن کا یہ کہنا کہ اگر آپ اس کی اجازت دیں تو میں اس کو برقرار رکھوں اور نہ دیں تو باطل کر دوں یہ کہنا اپنی جگہ بالکل صحیح ھے، ایک موسن کا فرض ھے کہ وہ صرف اس عمل پر استقامت کرے جو اللہ کا رسول اس کے لئے مباح قرار دے دے، جس کی اباحت اتنی واضح ھو کہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ھو ۔ ھاں اگر رسول اللہ (صلعم) بشیر کے لیے ان کے عمل کو مباح جائزقرار دے دیتے تو بشیر اس پر عمل کرتے اور نہ دیتے تو نہ کرتے اور یہی ھوا کہ ھبہ باطل کر دیا گیا ۔

اس فریق نے ابن عون کے واسطے سے ایک اور حدیث بھی نقل کی ھے جس کے متن میں آنحضرت کے یہ فرمانے "فانی لا اشھد" کے بعد یہ جملہ بھی موجود ھے "قاربوا بین ابنائکم"

علی نے کہا ھے کہ یہ جملہ تو (ھماری) ایک بڑی حجت ھے ، اس لئے کہ (عدم مقاربت) باطل تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باطل پر شاھد نہیں ھو سکتے تھے ۔

باقی رھی وہ روایت کہ (جس کو ھمارے فریق مخالف نے اپنی دلیل میں اس مضمون سے روایت کیا ھے) "کل ذی مال احق بمالہ" یعنی ھر صاحب حق اپنے مال کا زیادہ حق رکھتا ھے، یہ مضمون اپنے مقام پر بالکل صحیح ھے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وما کان لمؤمن ولامؤمنة اذا قضی اللہ و رسولہ امراً ان تکون لھم الخیرة من امرھم" یعنی کسی موسن مرد اور عورت کے یہ شایان نہیں کہ جب ان کے حق میں اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ

marfat.com

فرما دے تو پھر آس امر میں ان کو اختیار رہے ۔ اور فرمایا ہے : "النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم" یعنی نبی مؤمنین کی نفسوں کے ان کی ذات سے زیادہ حقدار ہیں" ۔ لہذا جس ذات نے زکات واجب کی، فاحشہ عورت کی اجرت حرام قرار دی، کاهن کے نذرانے کو شراب کے فروخت کرنے کو اور اُمّ الولد کی بیع کو حرام قرار دیا اُسی ذات نے صدقه اور عطیه بصورت فضیلت و ترجیح کے رد کرنے اور باطل کرنے کا حکم دیا ۔"

علامه ابن حزم نے فرمایا ہے که ان مخالفین نے صحابه کے جن آثار سے استدلال کیا اور ملمع سازی سے کام لیا ہے اس کے متعلق یہی کافی ہے که رسول الله صلی الله علیه وسلم کے مقابلے میں کسی کا عمل حجت نہیں ہوتا ۔ اس کے ماسوا حضرت ابوبکر کی حدیث جس کو ہم خود نقل کر چکے ہیں اس روایت کے خلاف ہے جس کو یه لوگ روایت کرتے ہیں ، باقی رہا حضرت عمر و حضرت عثمان رضی الله عنہما کا یه قول : "من نحل ولده نحلاً" جس شخص نے اپنی اولاد کو عطیه (هبه) دیا ۔ تو ہم هبه کرنے کو ممنوع نہیں قرار دیتے بلکه ہم ان کے درمیان تفاضل (ایک دوسرے پر فضیلت) کو منع کرتے ہیں اور ان حضرات کے اس کلام میں اولاد کے درمیان تفاضل کی اجازت کا کوئی کلمه موجود نہیں ہے ، جس طرح که ان کے کلام میں شراب اور خنزیر کی بیع کی اباحت کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔ ان دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ پھر جبکه ان حضرات سے صحیح طریقه پر ممانعت ثابت ہو چکی ہو جیسا که ہم نے روایت کر دیا ہے ۔

اور حضرت ابن عمر کی روایت میں واقد کو هبه کرتے وقت اس کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے که انہوں نے واقد کے هبه سے قبل دوسری اولاد کو کچھ هبه نه کیا تھا یا که اس کے بعد بھی هبه نه کیا ۔ ان کا یه فرمانا که میرا یه لڑکا مسکین ہے اس کے یه معنی بھی ہو سکتے ہیں که واقد سے قبل اس کے دوسرے بھائیوں کو آپ پہلے دے چکے ہوں اور

marfat.com

یہ آخری درجہ میں رہ گیا ہو تو اپنے ترحّم کے الفاظ سے اس کا اظہار کیا ہو اس کے علاوہ اس روایت کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو ساقطین راویوں میں سے ہیں ۔ اسی طرح عبدالرحمن کی روایت بھی منقطع ہے ۔ چنانچہ امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے تمام استدلات باطل ہو گئے چنانچہ ایسا ہبہ باطل ہوگا ۔٨٤"

حافظ ابن قیم کا مسلک :

ابن قیم نے اپنی کتاب زادالمعاد میں لکھا ہے کہ "امام احمد سے نص ملتی ہے کہ جو شخص اپنا تمام مال صدقہ کرنے کی نذر مانے اس کے لیے تہائی کی اجازت ہے ۔ ان کے اصحاب نے حضرت کعب کے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول ! اللہ اور اس کے رسول کے سامنے میری توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کی خاطر دے ڈالوں ۔

آپ نے فرمایا "نہیں"

انھوں نے عرض کیا "پھر کیا نصف مال دے ڈالوں ؟"

آپ نے فرمایا : "نہیں یہ بھی نہیں"۔

کعب رضی‌اللہ عنہ نے عرض کیا : "اچھا ایک تہائی تو دے ڈالوں"۔

آپ نے فرمایا : "ہاں، اتنے میں مضائقہ نہیں"۔

کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : "اچھا پھر میں اپنا خیبر کا حصہ روک لیتا ہوں"۔٨٥

---

(٨٤) المحلّی ، ابن حزم ، مطبوعہ مصر ، ١٣٥٢ھ ، جلد ٦ ، صفحات ١٤٣-٨١

(٨٥) زاد المعاد (اردو ترجمہ) مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، جلد ٣ ، صفحہ ٨٠

marfat.com

حافظ ابنؒ قیم کے مسلک پر احناف کا رد :

احناف کے مسلک کے مطابق حافظ ابن قیم کا مذکورہ بالا روایت سے یہ استدلال کہ ہبہ ایک تہائی سے زائد نہ ہونا چاہیے، قانوناً ایک تہائی سے زائد کے عدم نفاذ یا ناجوازی کی دلیل نہیں بن سکتا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت کعب سے یہ فرمانا کہ ایک تہائی میں کوئی مضائقہ نہیں اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ کوئی شخص اگر اپنا سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر دے ڈالے تو ایسا ہبہ ناجائز متصور ہوگا ۔ یہی اصول غیراللہ کو ہبہ کرنے کے سلسلے میں بھی ہے ۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے اپنے اثاثہ کی ایک تہائی سے زائد فی سبیل اللہ دینے کی روایتیں بھی ملتی ہیں جو اس امر کا بین ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ اگر کسی شخص کا ایک تہائی سے زائد ہبہ کرنا یا صدقہ دینا جائز نہ ہوتا تو حضور (صلعم) ایک تہائی سے زائد اثاثے کو قبول نہ فرماتے ۔

حافظ ابن قیم کے اس خیال میں کہ ہبہ ایک تہائی سے زائد نہ ہونا چاہیے درپردہ ورثاء کے حقوق کے تحفظ کا نظریہ کار فرما نظر آتا ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ ورثاء کا حق متوفی کی جائداد میں اس کے مرنے کے بعد ہی قائم ہوتا ہے نہ کہ اس سے پہلے ۔ بنا بریں واہب کی زندگی میں ایک تہائی کی پابندی صرف واہب کے اپنی ملکیت میں تصرف کرنے کے حق پر تحدید کے مترادف ہے بلکہ قانون میراث کے اس اصول سے بھی متصادم ہے کہ ورثاء کا حق مورث کی موت کے بعد ہی ترکہ سے قائم ہوتا ہے ۔

احناف کے اعتراض کا جواب :

لیکن اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ سے کوئی ایسا واقعہ مروی نہیں جس میں کل مال صرف کرنے کا ذکر ہو ۔ البتہ بعض

marfat.com

روایتوں میں حضرت ابوبکرؓ سے ایسا منقول ہے، لیکن شخصی خصوصیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔حضرت کعب بھی صحابی ہیں۔ ان کے ماسوا حضرت سعد بھی صحابی تھے جن انصاری نے اپنے تمام غلام جو ان کا کل سرمایہ تھا آزاد کر دیے تھے وہ بھی صحابی تھے لیکن ان حضرات کے کل مال صرف کرنے کو حضور نے قبول نہ فرمایا تھا ۔ ان کے افعال پر پابندی عائد کر دی تھی اور یہ سب صحت کی حالت میں ایسا کرنے والے تھے ۔ (یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو) عفو حاجت سے فاضل مال کو کہتے ہیں اور ورثاء جب کہ صاحب حاجت ہوں یا آئندہ حاجت مند ہونے کا احتمال ہو تو انسان کے مال پر ان کے حقوق اسی طرح عائد متصور ہوتے ہیں جس طرح حالت مرض میں ۔ حق کے تعلق اور ثبوت میں فرق ہے، نیز جب انسان کا مال اپنی اور اپنی زیر پرورش عیال سے زائد ہو اور دیگر اقرباء اس زائد کے حاجت مند ہوں تو یہ مال حاجت میں شامل ہوگا ۔

ایک اور فرق :

جو ہبہ زندگی میں منعقد ہوتا ہے اور قبضہ دہی کے بعد مکمل صورت اختیار کر لیتا ہے وہ اس ہبہ سے کلیتاً ممیز اور مختلف ہے جو ایک شخص از روئے وصیت کسی دوسرے شخص کے نام ہبہ کرے۔ پہلی صورت ہبہ محض کی ہے جب کہ دوسری صورت میں اسے وصیتی ہبہ کہا جاتا ہے اور اس سے وصیت کے احکام متعاق ہو جاتے ہیں نہ کہ ہبہ کے۔ چنانچہ وہ ہبہ جو وصیتی ہبہ سے ممیز اور مختلف ہے حنفیہ کے نزدیک کل جائداد کے متعلق ہو سکتا ہے۔ اس میں وارث اور غیر وارث اور قرابت دار یا اجنبی کی کوئی تخصیص نہیں ۔ دراصل شریعت اسلام کا منشاء اور مقصود یہ ہے کہ وصیت کنندہ اپنے فعل سے اپنی جائداد سے متعلق ورثاء کے حقوق کو صرف ایک تہائی کی حد تک متاثر کر سکتا ہے ، اس سے زیادہ نہیں ۔کیونکہ وصیت کنندہ کے اس فعل کا

marfat.com

اثر اس کی وفات کے بعد مرتب ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت یعنی وفات کے بعد فوراً ہی ورثاء کا حق متوفی کے ترکے سے متعلق ہو جاتا ہے۔

بالفاظ دیگر، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک مسلمان اپنی زندگی میں بلاتحدید (without restriction) ھبہ کر سکتا ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض صورتوں میں اس کا یہ فعل دیانتاً غیر مستحسن یا مکروہ قرار دیا جائے یا شریعت نے اس کے فعل کو برا کہا ہو لیکن قضاءً اس کا فعل ھبہ جائز متصور ہوگا ائمہ ثلاثہ کے نظریہ کے بموجب عدالتیں محض اس بناء پر اس ھبہ کو رد کرنے کی مجاز نہ ہو گی کہ وہ ھبہ ایک تہائی سے زائد یا پوری جائداد کا ہے یا کسی اجنبی کے نام ہے یا کسی وارث کے نام ہے یا یہ کہ کسی ایک بیٹے کو دوسرے ورثاء کے مقابلے میں زیادہ یا کل جائداد ھبہ کر دی گئی ہے ۔

تجزیہ :

تفضیلی ھبہ متقدمین فقہاء کے نزدیک کلیتاً جائز ہے البتہ امام ابو یوسف سے ایک روایت اس کے واجب الرد ہونے کی اس صورت میں منقول ہے جب کہ والد نے اپنے تفضیلی عمل سے دوسری اولاد کو ضرر پہنچانے کی نیت سے ھبہ کیا ہو ۔ اسی طرح متاخرین کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ فاسق و فاجر (اولاد) کو محروم کر دے اور ایک سعید و عالم کو ھبہ کر دے ۔[۸۶] یہ بھی صحیح ہے کہ ایسا ھبہ مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہے ۔[۸۷]

دراصل اولاد کو ھبہ کرنے کے سلسلے میں متعدد صورتیں وجود میں آ سکتی ہیں ، ضروری ہے کہ ان ممکنہ صورتوں اور ہر صورت ممکنہ کے ساتھ اس کے حکم کی وضاحت کر دی جائے ۔

---

(۸۶) بدائع الصنائع ، امام کاسانی ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ ، جلد ۶ صفحہ ۱۲۷

(۸۷) البحر الرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ، جلد ۷ ، کتاب الھبہ

marfat.com

۱ - یہ کہ واهب اپنے کل مال سے اس کا کچھ حصہ جو ایک تہائی یا اس سے کم مقدار میں ہو اپنی صحت و تندرستی کی حالت میں اپنی بعض اولاد کو یہ نیت رکھتے ہوئے کہ دیگر اولاد کو آئندہ اسی طرح ہبہ کرے گا ، ہبہ کردے ، اور موہوب لہ کا بلاواسطہ یا بالواسطہ اس پر قبضہ ہو جائے ، حتیٰ کہ واهب مرض موت میں مبتلا ہو جائے اور دیگر اولاد کو ہبہ نہ کر سکے -

۲ - یہ کہ واهب اپنی ایک یا بعض اولادکو ان کی کسی خاص صفت (علم و فضل، خوش خوئی، حسن خلق و عمل) وغیرہ کی بناء پر اپنےکل مال سے مذکورہ مقدار میں ہبہ کرکے دوسری بعض اولاد پر ترجیح دے ، اور موہوبہ پر موہوب لہ کا اصالتاً یا ولایتاً قبضہ ہو جائے -

۳ - یہ کہ واهب اپنے بعض اقربا و رشتہ داران کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے مال کی مذکورہ مقدار کا ہبہ کر دے اور ساتھ ہی یہ نیت بھی ہو کہ آئندہ زمانے میں موقع پا کر دوسری کو بھی ہبہ کرے گا اور موہوب لہ کا قبضہ ہو گیا ہو یا یہ کہ نیت کا وجود نہ ہو -

ان تمام مذکورہ بالا صورتوں میں ہبہ مکمل و تام اور ناقابل رجعت ہوگا -

۴ - یہ‌کہ واهب‌کی بعض اولاد کی اپنی چالاکی سے مذکورہ مقدارکا ہبہ کرالے اور اس پر قبضہ کر لے حتیٰ کہ اسی حالت پر واهب کی موت واقع ہو جائے ، اس صورت میں واهب کے لئے علم اور قدرت حاصل ہونے پر مستحب یہ تھا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کر لیتا، بصورت ثانیہ ہبہ تام ناقابل رجعت ہو جائے گا -

۵ - یہ کہ مذکورہ بالا تمام صورتوں میں اپنے مال کا نصف یا اس سے کچھ زیادہ حصہ ہبہ کیا گیا ہو ، ایسی حالت میں بھی واهب کے لئے

marfat.com

رجوع کر لینا مناسب ہوگا، لیکن اگر نہ کیا اور موت کا وقت آ گیا تو ہبہ تام و مکمل ہوگا ۔

۶ ۔ یہ کہ واہب اپنی صحت و تندرستی کی حالت میں اپنی کسی اولاد کی چالاکی و جبر کی بناء پر اپنے کل مال کا ہبہ کر دے تو واہب کے انتقال کے بعد موہوبہ متروکہ متصور ہوگا ، کیونکہ یہ اکراہ کی صورت ہوگی ۔

۷ ۔ یہ کہ واہب برضا و رغبت یا اپنے رشتہ دار وغیرہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے تمام مال کا ہبہ کسی کے نام کردے اور موہوب لہ کا قبضہ بھی ہو جائے اور واہب اسی حالت میں مرض موت میں مبتلا ہو جائے، اور موہوبہ بحالہ موجود ہو ۔

۸ ۔ یہ کہ مسئلہ (۷) ہی ہو لیکن موہوب لہ کا قبضہ موہوبہ پر نہ ہوا ہو ۔

ان دونوں صورتوں میں ہبہ قابل ابطال و قابل رد ہوگا ۔ حاکم وقت کا فرض ہوگا کہ ہبہ کو باطل قرار دے کر میت کا متروکہ قرار دے دے۔

چنانچہ اس وقت مذکورہ متصورہ صورتوں میں سے جو صورتیں زیر بحث ہیں وہ صرف آخری دو صورتیں (۷) اور (۸) ہیں ۔ جہاں تک ہماری عقل و فہم کا تعلق ہے ان ہی دونوں صورتوں میں ائمہ سلف کا وہ اختلاف ہے جس کو ہم نے مذکورہ بالا صفحات میں تفصیلاً بیان کیا ہے اور یہی وہ دو صورتیں ہیں جن سے دیگر مستحق اولاد کا مکمل طور پر حق متاثر ہوتا ہے اگرچہ بظاہر انسان اپنے حق انفرادی و ملکیت شخصی کے لحاظ سے اپنی صحت و تندرستی میں ہر قسم کے تصرفات کا حقدار متصور ہوتا ہے جس کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کو یہ آزادی حاصل ہے کہ اپنا مملوکہ مال کسی کنوئیں یا سمندر میں یا برسر راہ پھینک دے ، لیکن حقیقت شرعیہ اس کے خلاف ہے ۔ شریعت اسلامیہ نے انسان کی شخصی ملکیت کو تسلیم ضرور کیا ہے لیکن اس حد تک آزادی

marfat.com

نہیں دی ہے کہ وہ صحیح معنی میں آزادی کی حدود سے بھی تجاوز کر جائے اور اس شخصی ملکیت کے تصور سے آزادی کی حدود سے آگے بڑھ کر ظلم کی حد میں داخل ہو جائے یا ایک عاقل و بالغ انسان کی حد سے تجاوز کرکے ایک مجنون بلکہ ایک چوپائے کی حد میں داخل ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث ایسی مروی ہے جس سے انسان کی ملکیت شخصیہ کا واضح ثبوت موجود ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے! "کل ذی مال احق بمالہ" ایک مرسل حدیث کا متن ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہر صاحب مال اپنے مال میں تصرف کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا چاہے تصرف کرے تو پھر اس حدیث کے عموم کی بناء پر وہ تمام تصرفات جائز قرار دئے جائیں گے جو شرعاً ممنوع کر دیے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یہی ہوگا کہ جن تصرفات کو شرعاً ممنوع قرار دیا گیا ہے (خواہ یہ ممانعت کتاب اللہ سے کی گئی ہو یا سنت سے) اور اس حدیث کے عموم میں داخل نہیں بلکہ مستثنیٰ ہیں۔ ان ممنوعات کو چھوڑ کر انسان اپنی ملکیت میں ہر قسم کے تصرف کا حق رکھتا ہے۔ لہذا ان ممنوعہ امور میں سے ایک اس قسم کا ہبہ بھی ہے جس سے دوسرے اقرباء کا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقدار بنا دئے گئے ہوں، حق متاثر ہوتا ہو اور باجود مستحق ہونے کے غیر مستحق قرار دئے جاتے ہوں۔ بدیں وجہ جمہور صحابہ و ائمہ مجتہدین سوائے ابراہیم نخعی و ابن سیرین و ابوحنیفہؒ کے اس امر کے قائل ہیں کہ اگر کوئی عاقل بالغ شخص اپنے تصرفات میں اسراف و تبذیر اختیار کرتا ہو تو امام اس کو محجور کر دے یعنی اس کے تصرفات لین دین پر پابندی عائد کر دے اور اس حکم میں امام ابوحنیفہؒ کے ہر دو شاگرد امام ابویوسف و امام محمد نے جمہور فقہاء کی موافقت کی ہے۔ ان کے نزدیک ایک مسرف و مبذر کے ناجائز تصرفات پر پابندی عائد کر دینا جائز ہے۔ چنانچہ علامہ ابن

marfat.com

حجر عسقلانی نے ان حضرات و دیگر صحابہ وائمہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے : "قال الطبری بعدان حکی اقوال المفسرین فی المراد بالسفہاء الصواب عندنا انہا عامة فی حق کل سفیہ ، صغیراً کان اوکبیراً ذکراً کان او انثیٰ والسفیہ ھوالذی یضیع المال ویفسدہ ، بسوء تدبیرہ" یعنی "ولاتؤتوا السفہاء اموالکم" کی تفسیر میں علامہ طبری نے مفسرین کے اقوال نقل کرکے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح و صواب یہ ہے کہ یہ آیت ہر سفیہ کے حق میں عام حکم دیتی ہے کہ ان کو تصرفات میں پابند رکھا جائے خواہ وہ نابالغ ہو یا بالغ ہو مرد ہو یا عورت ہو ، سفیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے مال کو ضائع کرے یا اس کو فساد کا ذریعہ بنائے اور صحیح تدبیر کے ساتھ تصرف نہ کر سکے ۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اس سلسلہ میں ایک باب مقرر کرتے ہوئے فرمایا ہے : "باب ما ینہی عن اضاعة المال و قول اللہ تبارک و تعالیٰ واللہ لا یحب الفساد ، ولا یصلح عمل المفسدین وقال فی قولہ تعالیٰ أصلوتک تامرک ان نترک ما یعبد آباؤنا اوان نفعل فی اموالنا ما نشاء قال تعالیٰ ولا تؤ توا السفہاء اموالکم ولحجرفی ذلک وما ینہی عن الخداع" ۔ اس باب کی تشریح میں علامہ ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے : "قولہ اصلوتک تامرک الی قولہ مانشاء قال المفسرون کان ینہا ھم عن افسادھا فقالو ذلک ان شئناحفظنا ھاوان شئناطر حناھا" یعنی امام بخاری نے : "اصلوتک تامرک الآیہ" والی جو آیت پیش کی ہے یعنی اے شعیبؑ کیا تمہاری نماز ہم کو یہ حکم دیتی ہے کہ جن معبودوں کی عبادت ہمارے آباء کرتے چلے آرہے تھے ہم ان کی عبادت چھوڑ دیں اور اپنے شخصی مملوکہ مال میں جو کچھ کرنا چاہیں وہ نہ کریں، اس کو چھوڑ دیں ۔ مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت شعیب مال میں فاسد طریقہ اختیار کرنے سے ان کو منع فرماتے تھے اس لئے ان کی قوم کے لوگوں نے ان سے یہ کہا تھا کہ اگر ہمارا دل چاہے گا

marfat.com

تو محفوظ رکھیں گے اور صحیح طریقے پر صرف کریں گے اور اگر دل چاہے گا تو پھینک دیں گے (تم ہم پر پابندی لگانے والے کون ہوتے ہو)۔

اس کے بعد ابن حجر نے مذکورہ باب کے اس جملے کی :"والحجر فی ذلک" کی تفسیر میں لکھا ہے "والحجر فی اللغة المنع وفی الشرع : المنع من التصرف فی المال فتارة یقع لمصلحة المحجور علیه و تارة لحق غیر المحجور علیه ۔ والجمهور علی جواز الحجر علی الکبیر ، و خالف ابو حنیفه و بعض الظاهرية ووافق ابو یوسف و محمد. قال الطحاوی لم اری احد من الصحابة منع الحجر علی الکبیر ولا عن التابعین الا عن ابراهیم النخعی وابن سیرین" یعنی حجر کے معنی لغت میں منع کر دینا اور شریعت میں مال میں تصرف کرنے سے روک دینا ہے ۔لہذا یہ عمل کبھی تو محجور علیہ کے حق کی حفاظت کی بنا پر کیا جاتا ہے اورکبھی اس کے غیر کے حق کی حفاظت کی بنا پر کیا جاتا ہے ۔ جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ بالغ پر حجر (پابندی) کا عمل جائز ہے اور ابو حنیفہ و بعض ظاہریہ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور ابو یوسفرح اور امام محمدرحنے جمہور کی موافقت کی ہے (کہ پابندی لگانا جائز ہے) ۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ صحابہ میں سے مجھے کسی کی ایسی روایت معلوم نہ ہو سکی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ ان کے نزدیک ایک بالغ شخص پر پابندی لگانا جائز نہیں اور نہ تابعین میں سے سوائے ابراہیم نخعی اور ابن سیرین کے کسی کا قول مل سکا ۔

امام بخاری نے مذکورۂ بالا باب کے تحت حضرت مغیرہ بن شعبہرض کی ایک یہ حدیث روایت کی ہے : "قال النبی صلعم ان الله حرم علیکم عقوق الامهات ، ووأدالبنات ، ومنع وهات ، وکره لکم قیل وقال ، وکثیرة السوال، واضاعة المال" یعنی نبی (صلعم) نے فرمایا ، اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کو عاق کر دینا ، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا دوسرے کو نہ دینا، اور خود اس سے مانگ لینا حرام فرما دیا ہے اور (اسی طرح) تمہارے حق میں یہ

marfat.com

برا سمجھا ہے کہ قیل وقال کرو ، سوال میں زیادتی کرو اور مال کو ضائع کرو ۔

اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر نے فرمایا ہے: "والمقصود من ایراد ھذالحدیث ھنا قولہ فیہ : واضاعۃ المال ، وقد قال الجمھور ان المراد بہ السرف فی انفاقہ وعن سعیدبن جبیر انفاقہ فی الحرام" یعنی اس باب میں اس حدیث کے لانے سے یہ مقصود ہے کہ باب کے عنوان میں بخاری مال کے ضائع کرنے کا ذکر فرما چکے ہیں ، جمہور علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے خرچ کرنے میں اسراف کرنا مراد ہے ۔ اور حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حرام طریقے پر صرف کرنا مراد ہے ۔[88]

امام بخاریؒ نے اسی مذکورہ حدیث کو کتاب الادب میں بھی روایت کیا ہے ۔ اس مقام پر علامہ ابن حجر نے "اضاعۃ المال" کے تحت خاصی تفصیل سے گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ ان الفاظ سے ادا ہو جاتا ہے : "والاقوی انہ ما انفق فی غیر وجہ المأذون فیہ شرعاً سواء کانت دینیۃ او دنیویۃ فمنع منہ لان اللہ تعالیٰ جعل المال قیاماً لمصالح العباد وفی تبذیرھا تفویت تلک المصالح" یعنی قوی تر یہ معنی ہیں کہ مال کو ایسے امور میں صرف نہ کیا جائے جس کی شریعت نے اجازت نہ دی ہو خواہ یہ ضرورت دینی ہو یا دنیاوی ، ایسے تصرف سے انسان کو روک دیا جائے گا ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو اپنے بندوں کے قیام مصالح کا ذریعہ مقرر فرمایا ہے اور بیجا صرف کرنے سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے ۔[89]

صاحب تفسیر کشاف نے "ولا تبذر تبذیراً" آیت کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے : "تبذیر ، تفریق المال فیما لا ینبغی وانفاقہ علی وجہ الاسراف" ۔ اس عبارت کی ایک سطر کے بعد لکھا ہے : "وعن عبد اللہ :ھو انفاق المال

---

(۸۸) فتح الباری ابن حجر عسقلانی، مطبوعہ مصر ۱۹۵۹ع، جلد۵، صفحہ ۶۶-۳۶۵

(۸۹) فتح الباری ابن حجر عسقلانی، مطبوعہ مصر ۱۹۵۹ع ، جلد ۱۳، صفحہ ۱۰

marfat.com

فی غیر حقه و عن مجاهد : لو انفق مداً فی باطل کان تبذیراً ، وقد نفق بعضهم نفقة فی خیر فاکثر فقال له صاحبه لا خیر فی السرف فقال لاسرف فی الخیر، ۔ وعن عبد الله بن عمر مر رسول الله صلی الله علیه وسلم بسعد وهو یتوضوء فقال ماهذا السرف یا سعد قال اوفی الوضوء سرف ؟ قال نعم و ان کنت علی نهر جار" یعنی تبذیر مال کو متفرق کر دینے کا نام ہے ۔ ایسے طریقہ پر جو غیر مناسب ہو ۔ اور جس کو اسراف کہا جاتا ہو ۔ حضرت عبد اللہ سے مروی ہے ، غیر حق میں مال کو صرف کر دینا تبذیر ہے ، حضرت مجاہد سے منقول ہے اگر کسی شخص نے ایک مد باطل میں خرچ کیا تو یہ بھی تبذیر ہوگی ، ایک شخص نے کسی عمل خیر پر بہت زیادہ مال صرف کر دیا ، اس کے دوسرے ساتھی نے کہا کہ اسراف کے طریقہ پر صرف کرنے میں خیر نہیں ہے ۔ خرچ کرنے والے نے جواب دیا عمل خیر پر صرف کرنے میں اسراف نہیں ہوتا اور عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے فرمایا ، کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ وضو کر رہے تھے اتنے میں حضور رسول اکرم (صلعم) کا اس طرف سے گزر ہوا ۔ آپ نے ان کے وضو کرنے کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا : "اے سعد یہ اسراف کیسا ؟ " حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وضو (عمل خیر) میں بھی اسراف ہو سکتا ہے ، حضور نے فرمایا ہاں اگر تم جاری نہر کے کنارے پر بھی ہو ۔[۹۰]

یہی مضمون علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر کے صفحہ ۹۷۴ میں بیان کیا ہے "بلکہ (لاتوٴ توا السفهاء اموالکم" والی آیت کی تفسیر میں علامہ بیضاوی نے فرمایا ہے ، "وقیل نهی لکل احدان یعمدالی ماخوله الله تعالیٰ من المال فیعطی امراتهٔ واولاده ثم ینظر الی ایدیهم وانما سماهم سفهاء استخفافاً بعقلهم واستهجاناً لجعلهم قواماً علی انفسهم وهواوفق لقوله تعالیٰ (التی جعل الله لکم قیاماً) ای تقومون بهاوتنتعشون" بعض مفسرین کہتے ہیں اس سے

(۹۰) تفسیر کشاف ، مطبوعہ بیروت ، جلد ۲ ، صفحہ ۶۶۱

marfat.com

هر شخص کو منع کیا گیا ہے جو اللہ کی عطاء کی ہوئی نعمت غیر مترقبہ مال کو اپنی بیوی یا اولاد کو (کلاً) دے ڈالتا ہے اور پھر خود ان کا دست نگر ہو جاتا ہے ان کو ان کی عقل کی خفّت اور اس مال کو جو ان کی زندگی کے قیام کا سبب ہے۔حقیر سمجھ لینے کی وجہ سے ان کو سفیہ فرمایا گیا ہے۔ یہ مطلب اللہ تعالیٰ کے آئندہ ارشاد "التی جعل اللہ لکم قیاماً" کے زیادہ سوافق ہے ، یعنی مال پر ان کی زندگی کا مدار ہے اسی کے ذریعہ معاش حاصل ہوتی ہے ۔۹۱

تفسیر المنارمین علامہ عبدہ نے آیت"ثم ان کثیراً منہم بعد ذلک فی الارض لمسرفون" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے : (والاسراف مجازة الحد فی العمل ای حدالحق والمصلحة ، ویعرف ذالک بالشرع فی الامور الشرعیة وبالعقل و العرف فی غیر ذالک وفی القوم الذین لیس لھم شرع ، کل مایتجاوز فیه الحد یفسد ، والاصل فی معنی الاسرف الافساد فھومن السرفة وھی (بالضم) الدودة التی تاکل الشجر و الخشب ، اذا کان الاسراف فی فعل الخیر یجعله شراً کالنفقة الواجبة والمستجة التی تذھب بالمال کله فتفسد علی صاحبھا امر معاشه فما بالک بالاسراف فی الشر" یعنی کسی عمل میں حد سے تجاوز کر جانے کو اسراف کہتے ہیں ۔ گویا جب حق اور مصلحت کی حد سے تجاوز کیا جائے ، جنانچہ امور شرعیہ میں یہ تجاوز کرنا شریعت کے ذریعہ سمجھ لیا جاتا ہے ، اور غیر شرعی امور میں یا ایسی قوم کے معاملات میں جن کے پاس کوئی شریعت نہ ہو ، ان کے عرف وعقل سے سمجھ لیا جاتا ہے ، اور ہر وہ چیز جو حد سے تجاوز کر جائے فساد پیدا کر دیتی ہے ، اور اسراف کا اصلی معنی فساد پیدا کرنا ہی ہے ۔ چنانچہ یہ لفظ"سرفہ" سے مشتق ہے ، اور سرفہ اس کیڑے کو کہتے ہیں جو درخت اور لکڑی کو کھا جاتا ہے، جب کسی فعل خیر میں اسراف اختیار کیا جائے گا اس فعل کو یہ اسراف

(۹۱) تفسیر بیضاوی ، مطبوعہ مصر ، جلد اول ، صفحہ ۱۷۳

marfat.com

شر بنا دے گا ۔ جس طرح کہ نفقہ واجبہ یا مستحبہ میں تمام مال کو صرف کر دیا جائے ، تو انسان کے معاشی امور میں فساد کا باعث ہو جائے گا ۔ اب آپ خود سمجھ لیں کہ جب اسراف کا عمل کسی فعل شر کے سلسلہ میں ہوگا تو اس کا کیا درجہ ہوگا ۔۹۲

اقوال ائمہ سلف اور مندرجہ بالا مباحث کے مطالعے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جمہور ائمہ اعمال خیر میں حد سے تجاوز کر جانے کو مذموم اور اس حد تک ناجائز تصورکیا ہے کہ ایسے شخص کو محجور تک کرنے کا حکم دیا ہے ۔ نیز سنت سے ایسے متعدد واقعات ثابت ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حد سے تجاوز کرنے والے شخص کے عمل کو رد فرما دیا ہے حالانکہ اس کا وہ عمل تقرب الی اللہ کے حصول کا ذریعہ تھا ۔ مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ بنی عذرہ کے ایک شخص نے اپنا ایک غلام مدبر کر دیا(یعنی اس سے کہہ دیا کہ وہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا ۔ حضور (صلعم)نے اس شخص سے فرمایا ، کیا اس غلام کے ماسوا تمہارے پاس اور مال بھی ہے ؟ اس شخص نے عرض کیا نہیں ۔ حضور نے اس غلام کو فروخت(نیلام) کر دیا اور نعیم بن عبد اللہ بن نحام نے آٹھ سو درھم میں اس کو خرید لیا ۔ یہ رقم آنحضرت (صلعم) نے اس شخص کو دے کر فرمایا :"اس رقم سے اولاً اپنی ذات پر صرف کرو اس کے بعد جو باقی رہے وہ اپنے اھل پر خرچ کرو اگر ان سے کچھ باقی رہے تو دوسرے رشتہ داروں پر خرچ کرو پھر اگر ان سے بھی بچ رہے تو ادھر ادھر صدقہ کرو ۔۹۳

حضرت محمود ابن لبید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انڈے کے

(۹۲) تفسیر المنار ، مطبوعہ مصر ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۵۱
سورہ مائدہ ، صفحہ ۳٦
(۹۳) مسلم ، مطبوعہ مصر ۱۹۲۴ع ، جلد ۷ ، صفحہ ۸۳

marfat.com

برابر سونا لے کر حاضر ہوا ، عرض کیا رسول اللہ یہ میرا کل مال ہے جس کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں میں اسے کو صدقہ کرتا ہوں۔ آنحضرت (صلعم) نے اس کو دست مبارک میں لے کر اتنی زور سے دور پھینکا کہ اگر اس شخص کے لگ جاتا تو بڑی چوٹ آتی۔ فرمایا تم میں سے ایک شخص اپنا تمام مال لے کر چلا آتا ہے ، اور (اس کو صدقہ کرنے کے بعد)دوسروں کے لیے اپنے آپ کو بوجھ بنا دیتا ہے ۔[۹۳]

خلاصہ یہ ہے کہ جب صحابہ و تابعین وما بعد کے آئمہ و فقہاء نے حد سے متجاوز عمل میں ایک عاقل بالغ مسرف شخص کے تصرفات پر پابندی عائد کر دینا جائز اور شریعت اسلامیہ کا عین منشا تصور کیا ہے تو ہمارے موجودہ مسئلہ میں تو صرف اس کے ایک مخصوص فعل کا رد یا باطل کرنا پیش نظر ہے نہ کہ تمام تصرفات پر پابندی عائد کر دینا ۔ انسان کی اپنی شخصی ملکیت کی اثر اندازی اس حد تک صحیح ہوگی جس حد تک خود انسان کی اپنی اور اپنے اقرباء کی زندگی یا معاشی حالات کو خطرہ لاحق نہ ہو ۔ اس سے متجاوز ہو کر ناقابل قبول ہوگی ۔ لہذا اگر کوئی شخص اپنی زندگی و صحت کی حالت میں اپنی کسی ایک اولاد کو اپنے کل مال یا مال کا اتنا زائد حصہ ہبہ کر دیتا ہے جو عام نظر میں ظلم قرار پاتا ہے ، اور اس ہبہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی داعی اجل کو لبیک کہہ دیتا ہے،جبکہ موہوبہ اپنی اصلی حالت پر باقی و موجود ہوتی ہے ، کیوں کہ موہوبہ کو متروکہ قرار دینے کا کوئی مانع موجود نہیں ہوتا، یا قبل موت رجوع کرنے کا کوئی مانع موجود نہیں ہوتا اور اس کی دیگر مستحق اولاد کو ایسے ہبہ سے ضرر پہونچنا یقینی ہوتا ہے ، یا یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ واہب کی نیت ہی نیک نہ تھی یا اس ایک یا زائد اولاد نے فریب اور دھوکہ سے یہ ہبہ کرا لیا تھا تو ایسی یا اس کی مثل دیگر صورتوں میں ہبہ قابل ابطال

(۹۳) المحلی ، ابن حزم ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ٦ ، صفحہ ۱٦۸

marfat.com

ہوگا ۔ اور حاکم وقت کو ایسے ہبہ کو باطل کر کے متروکہ میں شامل کر دینے کا اختیار حاصل ہوگا ۔

البتہ اگر ہبہ کر دینے کے بعد واہب اتنا عرصہ زندہ رہا کہ اس کو اپنے ذرائع معاش سے مزید دولت حاصل کرنے کا موقع ملتا رہا اور موہوب لہ نے موہوبہ میں مالکانہ تصرفات کر ڈالے حتی کہ ہبہ اور موہوبہ کا تصور ہی غائب ہو چکا تو ایسی حالت میں متروکہ قرار دینے یا رجوع کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوگا ۔ اس لیے کہ اگر اس نوعیت کے تصرفات کو باطل اور رد کرنے کا عمومی حکم لگا دیا گیا تو ظاہر ہے کہ انسان کے مالکانہ حقوق کلیۃً سلب ہو جائیں گے اور ہر تصرف معرض خطر میں ہوگا ، بلکہ ایسے موقع پر حاکم مجاز کو واہب کے تمام فطری اوصاف و خاندانی و خانگی و معاشرتی حالات پیش نظر رکھ کر جائزہ لینا ہوگا جس طرح کہ رسول اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے بعض مواقع میں جائز رکھا اور بعض مواقع و حالات میں باطل قرار دیا ۔

علامہ شلتوت کا فتوی:

متحدہ عرب جمہوریہ (مصر) کے علامہ محمود الشلتوت نے بھی ہبۂ تفضیلی کے مسئلہ میں نہایت سخت الفاظ میں ہبۂ تفضیلی کے خلاف فتوی دیتے ہوئے اپنی کتاب فتاوی الشلتوت (صفحات ۳۳۸-۳۴۱) میں لکھا ہے کہ :

”قانون حجر علی السفیہ یعنی وہ کم عقل جو اپنے مال کو ضائع کرتا ہو یا ایسے موضع پر صرف کرتا ہو جو صرف کا محل نہ ہوتو اس کے لیے قانون یہ ہے کہ اس کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے باز رکھا جائے ۔ اسی طرح ایک مقروض کو دائنین کے حقوق کی حفاظت کے لیے مالی تصرف سے روک دینا جائز ہے ۔ لہٰذا میرا عقیدہ یہ ہے کہ ایسے آباؤ اجداد جو اپنی اولاد کو فتنوں میں مبتلا کردیں اور

marfat.com

خاندانی حالات کو ابتر کر دیں اور بعض کو محروم کر کے ان کی طبعی اجتماع کی عمارت کو گرا دیں ، یا بغیر معقول سبب کے بعض کو بعض پر فضیلت دیں ، ان کو (میرے عقیدے میں) مجبور کر دینا (روک دینا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک واجب ہے ۔"

علامہ شلتوت نے عام مسلمانوں کو اللہ سے ڈرنے اور اپنی اولاد کے درمیان عدل سے کام لینے کی نصیحت کرتے ہوئے آخر میں قانون سازوں (افراد یا اداروں) سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :

"اے قانون بنانے والو ! تم اُمت کی حفاظت کے لیے مقرر کیے گئے ہو ۔ اپنی امت کی حفاظت کرو اور ایسے قوانین مقرر کرو جو عادلانہ حکمت پر مبنی ہوں ، جو مفسدین اور تخریب کرنے والوں کی دست و برد سے پاک ہوں ۔ ہم اللہ سے ایسی توفیق کے طالب ہیں جس سے امت کی حیات ، طبعی تقاضوں کی حفاظت اور عزت کی سلامتی حاصل ہو سکے ۔"

عدالتی نقطہ نظر :

جسٹس کیکاؤس اور جسٹس اخلاق حسین نے بمقدمہ شفیق اللہ بنام جبار مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۵۵ء لاہور صفحہ ۱۹۱ قرار دیا کہ اسلامی قانون کے تحت مسلمان پر اس کی جائداد کے انتقال کے سلسلے میں جو واحد تحدید (بندش) عائد کی گئی ہے وہ وصیت اور ہبہ بحالت مرض الموت سے متعلق ہے ۔ دوسری صورتوں میں مسلمان کا اپنی جائداد کو منتقل کرنے کا اختیار غیر مقید ہے ۔ چنانچہ ایک مسلمان کا بعض ورثا کے حق میں ہبہ کرنا جس میں کہ دوسرے ورثاء کو نظر انداز کیا گیا ہو جائز ہو گا اس کا یہ فعل کہ وہ اپنے کچھ یا سب بچوں کو محروم کر دے اور اپنی زندگی میں اپنی جائداد بذریعہ ہبہ منتقل کر دے ، غیر مستحسن ہو گا ۔

marfat.com

لیکن قرآن پاک میں ایسے ہبہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا الا یہ کہ وہ شخص مرض الموت میں مبتلا ہو ۔ اس فیصلے میں فاضل ججان نے پشاور ہائی کورٹ کے فیصلے (بمقدمہ سردار احمد بنام شہرت خاں مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۵۰ء ، پشاور ، صفحہ ۴۵)[۹۴] سے اختلاف کیا جس میں ایسے ہبہ کو ناجائز کہا گیا تھا ۔

نتیجۂ فکر :

مندرجہ بالا مباحث کا دقّت نظری کےساتھ جائزہ لینےکےبعدہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہبۂ تفضیلی کو قابل ابطال (voidable) قرار دیا جائے، الایہ کہ اس کی بنیاد مصلحت شرعی پر ہو مثلاً باپ فاسق و فاجر اولاد کو محروم کر دے اور ایک سعید و صالح اولاد کو ہبہ کر دے ۔ ہبہ تفضیلی کی صورت میں اولاد محروم کو یہ حق ہو گا کہ وہ اس ہبہ کو بذریعہ عدالت باطل قرار دلائے اور اگر عدالت واہب کے فعل کو لازم قرار دینے کے لیے کوئی شرعی مصلحت نہ پائے تو اسے اختیار ہو گا کہ واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کا حکم دے ۔ عدم تعمیل کی صورت میں ہبہ کو غیر نافذ قرار دے دے کیونکہ عدالت اس امر کی مجاز ہے کہ فریق مقدمہ پر کسی امر کو جو اس کے ذمہ واجب ہے انکار کی صورت میں اس پر لازم کر دے ۔ اگر واہب حکم عدالت سے قبل فوت ہو چکا ہو تو عدالت کو اختیار ہو گا کہ ہبہ کے غیر نافذ قرار دیے جانے کی صورت میں شئے موہوبہ کو حسب قانون وراثت ورثاء میں تقسیم کر دے ۔ البتہ اس ضمن میں "ہبہ کے رجوع" کے احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۹ کا لحاظ رکھنا ضروری ہو گا ۔

ہبہ تا حین حیات

۱۷۳ ۔ (۱) ہبہ حین حیات جائز ہے ۔

(۲) جو شخص کسی دوسرے شخص کو کوئی شئے تاحین حیات ہبہ کرے تو وہ شئے موہوب لہ کے لیے اس کی حیات تک ہو گی اور اس

---

(۹۴) سردار احمد خاں بنام شہرت خاں ، پی ایل ڈی ۱۹۵۰ء صفحہ ۴۵

کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی قرار پائے گی اور تاحین حیات کی شرط باطل قرار پائے گی ۔

تشریح

"عمریٰ" اور "عطیه" کے الفاظ هبه کے درجه میں هیں ، کیونکه یه سب الفاظ ایک معنیٰ سے عبارت هیں اور وه ہے هبه کے طریقے پر مالک بنانا ۔ فقهی اصطلاح میں حین حیاتی هبه کو "عمریٰ" کہا جاتا ہے ۔ از روئے شرع حین حیاتی هبه جائز ہے ۔[95]

حین حیاتی هبه ، جس کو فقه اسلام میں "هبه عمریٰ" کہا جاتا ہے ، یه ہے که کوئی شخص کسی شئے کو اس شرط کے ساتھ هبه کرتا ہے که شخص موهوب لهه اس شئے کا تاحیات مالک رہے گا اور اس کے مرنے کے بعد وه شئے هبه کرنے والے کو لوٹ جائے گی ۔ از روئے شرع اسلام ایسا هبه جائز هو گا ، لیکن شخص موهوب لهه کی وفات کے بعد اس شئے کی ملکیت هبه کرنے والے کو نہیں لوٹ سکتی بلکه موهوب لهه کے وارث اس کے مستحق هوں گے ۔

اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس شرط پر هبه کرے که جب وه مرے تو وه شئے واهب کو واپس هو جائے گی ، ایسی صورت میں هبه جائز هو گا مگر شرط باطل هو گی ۔[96] اس کی بنیاد وه حدیث ہے جو حضور (صلعم) سے روایت کی گئی ہے که آپ نے عمریٰ کو جائز اور شرط کو باطل

---

(۹۵) المختصر القدوری ، مطبوعه قرآن محل کراچی ' صفحه ۱۳۰
الاختیار لتعلیل المختار ' عبدالله بن محمود بن مودود (۶۸۳ھ) مطبوعه مصر ۱۹۵۱ ' جلد ۳ ' صفحه ۵۳

(۹۶) هدایه ' برهان الدین مرغینانی (۵۹۳ھ) مطبوعه سعیدی قرآن محل ' جلد ۳ ' صفحه ۲۹۲
الاختیار لتعلیل المختار عبدالله بن محمود بن مودود ' (۶۸۳ھ) مطبوعه مصر ۱۹۵۱ع ' جلد ۳ ' صفحه ۵۳
مجمع الانهر داماد آفندی (۱۰۷۸ھ) 'مطبوعه مصر ۱۳۲۸ھ' جلد ۲' صفحه ۳۶۶

marfat.com

قرار دیا ہے ۔ یعنی موہوب لہ کی موت کے بعد شئے موہوبہ کا واہب کی طرف لوٹ جانے کی شرط کو باطل فرمایا ۔

بر ابنائے استحسان اس کی بنیاد اس اصول پر قائم ہے کہ موہوب لہ کو شئے موہوبہ کا کامل حق اور اختیار حاصل ہو جائے اور کوئی شرط جو اس کے حق کی تکمیل یا اختیار استعال (بشمول فروخت وغیرہ) میں رکاوٹ کا موجب ہو باطل قرار دی جائے ۔ چنانچہ ایسے ہبہ کا قانونی اثر یہ ہوتا ہے کہ جس شخص کے حق میں حین حیاتی ہبہ کیا جاتا ہے وہ اس شئے کا قطعی مالک ہو جاتا ہے ۔

احادیث سے استناد :

تا زندگی کسی شئے کے ہبہ کرنے کے سلسلے میں رسول اللہ (صلعم) سے متعدد روایتیں ملتی ہیں ، جن کو امام مسلم نے صحیح مسلم شریف میں بیان کیا ہے چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ (صلعم) نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص عمریٰ کرے تو وہ اسی کا ہو جائے گا جسے عمریٰ دیا گیا اور دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گا "۔

حضرت جابر سے ایک اور روایت بھی امام مسلم نے بیان کی ہے کہ : "مدینہ منورہ میں ایک عورت نے اپنے بیٹے کو عمریٰ کے طور پر ایک باغ دیا، بعد ازاں وہ بیٹا مر گیا اور پھر وہ عورت بھی مر گئی ۔ اس عورت نے اولاد اور بھائی چھوڑے ، عورت کی اولاد نے کہا کہ باغ ہماری طرف آ گیا اور لڑکے کی اولاد نے کہا کہ باغ ہمارے والد کا تھا اس کی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی ۔ چنانچہ دونوں نے حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام طارق کے سامنے اپنا قضیہ پیش کیا ۔ انھوں نے حضرت جابر کو بلایا ۔ حضرت جابر نے رسول اللہ صلعم کے ارشاد پر گواہی دی ۔ چنانچہ طارق نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا ۔

marfat.com

اس کے بعد طارق نے عبدالملک بن مروان کو لکھا اور حضرت جابر کی گواهی کا تذکرہ بھی کیا ۔ عبدالملک نے کہا حضرت جابر نے سچ کہا هے ۔ پھر طارق نے حکم جاری کر دیا اور وہ باغ آج تک اس لڑکے کی اولاد کے پاس هے ۔[۹۷]

شیعی نقطۂ نظر :

علامہ نجم‌الدین ابی جعفر الحلی نے شیعی فقه پر اپنی مشهور تصنیف شرائع‌الاسلام کی کتاب السکن و الحبس میں لکھا هے کہ سکنیٰ (کسی کو سکونت کے لیے مکان بخش دینا) وہ عقد هے جو ایجاب و قبول اور قبضه کی احتیاج رکھتا هے اور اس سے کسی کو استیفاء منفعت پر مع بقاء ملک مالک مسلط کرنا مقصود هوتا هے اور اس کے اسماء اختلاف نسبت کی وجه سے مختلف هوتے هیں پس جب کہ عمر کی طرف نسبت کی جاتی هے تو اسی کو عمریٰ کہتے هیں اور جب کہ اسکان (مکان میں رهنے کی اباحت کرنے) سے متصل کیا جاتا هے تو سکنیٰ کہلاتا هے اور جب کسی مدت کے ساتھ متصل هو تو سکنیٰ اور رقبیٰ کہتے هیں ۔"رقبیٰ" "ارتقاب" سے ماخوذ هے جس کے معنی "انتظار" کے هیں ۔ چونکه اس معاهده میں مدت معینه کا انتظار کیا جاتا هے اس لیے اس کو "رقبیٰ" کہا گیا اور یا رقبه، ملک سے ماخوذ هے، جس سے اعطاء رقبۂ ملک مراد هے ۔ چونکه مالک مکان اس کے رقبه کو نفع حاصل کرنے کے لیے تامدت معینه عطا کر دیتا هے اس لیے اس کو رقبیٰ کہنا صحیح هوا اس عقد کی عبارت "اسکنتک یا اعمر تک یا رقبتک هذه الدار یا هذه‌الارض یا هذه المسکن عمرک یا عمری یا مدة معینه" یعنی میں نے تجھ کو یه مکان یا یه زمین یا یه مسکن یعنوان عمریٰ یا بعنوان رقبیٰ تیری عمر یا فلاں مدت تک دے دیا هے ۔ اور علاوہ اس کے جو عبارت اس

(۹۷) صحیح مسلم ، امام مسلم ، مطبوعه مصر ، جلد ۱۱ کتاب الهبات ، صفحات ۶۹-۷۲

marfat.com

مطلب کو مفید ہو گی وہی کافی ہو گی اور یہ عقد قبضہ دینے سے لازم ہو جاتا ہے ۔ بعض نے فرمایا ہے کہ اگر قصد قربت کا ہوگا تو لازم ہو گا ورنہ نہیں ، لیکن قول اول زیادہ مشہور اور مختار ہے اور اگر "لک سکنیٰ ھذہ الدار ما بقیت یا حییت" یعنی تجھ کو اس مکان میں اپنی عمر بھر سکونت کرنے کا اختیار ہے کہے گا تب بھی جائز ہو گا اور حق سکنیٰ (منفعت سکونت) ساکن (سکونت کرنے والا) کی وفات کے بعد علی الاشبہ مسکن (سکنیٰ کا دینے والا) کی طرف عود کرےگا (لوٹ جائے گا) لیکن اگر "لک سکنیٰ ھذاہ‌الدار مابقیت فاذامت رجعت الی" یعنی تجھ کو اس مکان میں اپنی عمر بھر سکونت کرنے کا اختیار ہے لیکن تیرےمرنے کےبعد مجھے واپس‌مل جائے گی کہے گا تو قطعاً عود کرے گا اور اگر "اعمر تک ھذالدار لک و لعقبک" یعنی میں نے اس مکان میں تجھ کو اور تیری نسل کو بعنوان عمریٰ کہا تو عمریٰ ہو گا جب تک ساکن کی نسل باقی رہے گی اس کو سکونت کا حق حاصل رہے گا ۔ اولاد کے منقضی ہونے کے بعد اصل مالک (معمر) کی طرف واپس ہو جائے گا ۔[۹۸] اور جب کہ سکنیٰ کو کسی مدت تک معین کر دے تو قبضہ دینے سے لازم ہو جاتا ہے اور سکونت کا حق دینے والے کو قبل انقضاء مدت معینہ اس میں رجوع کرنے کا اختیار نہیں رہتا ۔ اور اگر حق سکنیٰ تا حیات مالک دیا جائے تو موت معمر (جس کے لیے سکونت کا اختیار دیا گیا ہے) کے بعد مالک کی طرف عود نہ کرے گا بلکہ مالک کی حیات تک اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو گا اور اگر سکنیٰ کو عمر معمر کے ساتھ مقرون کرے اور وہ مر جائے تو ملکیت اس کے وارث کی طرف منتقل نہ ہو گی ، بلکہ مالک کی طرف عود کرے گی اور اگر سکنیٰ کے لیےکوئی مدت متعین ہو تو مالک کو ہر وقت اس کے فسخ

(۹۸) الاستبصار ، جعفر محمد بن الحسن الطوسی (۴۶۰ھ) ، مطبوعہ نجف ، جلد ۴ ، صفحہ ۱۰۴

marfat.com

کرنے کا اختیار حاصل ہو گا اور جس چیز کا وقف کرنا صحیح ہے اس کا بعنوان عمریٰ دینا بھی صحیح ہے جیسے مکان اور مملوک اور اثاث (اسباب) وغیرہ اور بیع سے عقد عمریٰ باطل نہیں ہوتا بلکہ مالک کو اس شرط پر وفا کرنا واجب ہے جو سکان کے لیے ہو چکی ہے (پس صورت بیع میں مالک کو تامدت معینہ مشتری سے ساکن کے لیے منفعت سکونت پر وفا کرنے کی شرط کرنا لازم ہو گا) اور اطلاق سکنیٰ فقط ساکن اور اس کے اہل وعیال کی سکونت کرنے کو مقتضی ہے اور ساکن کو علاوہ اپنے اہل و عیال کے کسی اور کا سکونت کرنا جائز نہ ہو گا ۔ الا یہ کہ ایسی کوئی شرط موجود ہو تو اور اسی طرح ساکن کو سکنیٰ کا اجارہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے جس طرح کہ بلا اجازت مسکن کسی غیر کا شریک کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی شخص اپنے گھوڑے کو فی سبیل اللہ یا اپنے غلام کو خانۂ کعبہ یا مسجد کے لیے وقف کرے تو لازم ہو گا اور تا بقاء عین اس کا متغیر کرنا جائز نہ ہو گا ، لیکن اگر کسی شخص پر بلا تعین مدت حبس کی جائے تو وہ شئے وفات حابس کے بعد میراث ہوجائے گی اور اسی طرح اگر مدت معین ہو اور وہ گذر جائے تو بھی ورثہ حابس کے لیے میراث ہو گی ۔[۹۹]

هبہ رقبیٰ

۱۷۴ ۔ ھبہ رقبیٰ ناجائز ہے ۔

تشریح

لفظ "رقبیٰ" "مراقبت" سے مشتق ہے ۔ "ھبۂ رقبیٰ" کے معنی یہ ھیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ اگر میں تجھ سے پہلے مرا تو یہ چیز تیرے لیے ہے اور تو مجھ سے پہلے مرا تو یہ چیز میرے واسطے ہے ۔ اس صورت میں ان دونوں میں ھر ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے ۔

(۹۹) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلّی (۶۷۶ھ)، مطبوعہ بیروت، القسم الرابع، صفحہ ۲۵۲

marfat.com

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہبہ رقبیٰ ناجائز ہے اور اس کا حکم عاریت کا ہوگا ۔ لیکن امام ابویوسف کے نزدیک ہبہ رقبیٰ جائز ہے ۔۱۰۰ لیکن فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے چنانچہ ایسا ہبہ ناجائز ہو گا ۔

ظاہریہ کے نزدیک ہبۂ عمریٰ اور ہبہ رقبیٰ دونوں ہبہ صحیح و تام ہیں اور معمر یا رقبیٰ کرنے والے کی تمام شرطیں باطل ہوں گی جس کے لیے ہبہ عمریٰ یا ہبہ رقبیٰ کیا گیا ہے ۔ اشیاء اس کی ملکیت ہوں‌گی اور اس کی میراث میں شامل ہو جائیں گی ۔۱۰۱ شیعی نقطۂ نظر دفعہ ۱۷۳ کے تحت بیان کیا جا چکا ہے ۔

ہبہ بالعوض

۱۷۵ ۔ جب کوئی ہبہ معاوضہ کے ساتھ کیا جائے تو وہ ہبہ بالعوض کہلائے گا جو حصول عوض کے بعد نافذ متصور ہو گا ۔

تشریح

اگر ہبہ بالعوض ہو تو دونوں عوضوں پر قبضہ شرط ہے اور قبضہ کے بعد ہی ہبہ درست ہو گا ۔ ہبہ بالعوض کا حکم بیع کا ہے چنانچہ عیب یا خیار رویت کی بناء پر رد کیا جا سکتا ہے ۔۱۰۲

ہبہ بالعوض وہ ہبہ ہے جو بدل کے معاوضے میں کیا جائے ۔ فی‌الحقیقت یہ ایک قسم کی بیع (فروخت) ہے اور اس میں معاہدہ بیع کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں ، اس لیے اس میں تکمیل کے لیے قبضہ دہی کی شرط نہیں ہوتی ، جیسا کہ سادہ ہبہ میں لازم ہے ۔ مزید برآں اس کے ذریعے سے مشاع جائداد (جائداد کے غیر منقسمہ حصہ) کا قابل تقسیم حصہ بھی منتقل ہو

(۱۰۰) المختصر القدوری ، مطبوعہ قرآن محل ، کراچی ، صفحہ ۱۳۰

(۱۰۱) المختصر القدوری ، مطبوعہ قرآن محل ، کراچی ، صفحہ ۱۳۰

(۱۰۲) ہدایہ، برہان‌الدین مرغینانی (۵۹۳ھ)، مطبوعہ قرآن محل، کراچی، جلد ۳ ، صفحہ ۲۹۱

البحر الرائق مع کنز عربی ، مطبوعہ مصر ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۹۵

المحلی ، ابن حزم (۴۵۶ھ) ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ۶ ، صفحہ ۱۰۲

marfat.com

سکتا ہے ، لیکن ہبہ بالعوض کے جواز اور تکمیل کے لیے حسب ذیل دو شرطوں کا موجود ہونا ضروری ہے :-

(۱) موہوب لہہ کی طرف سے حقیقی طور سے عوض کا ادا کیا جانا ۔

(۲) واہب کا نیک نیتی کے ساتھ فی الفور جائداد موہوبہ کی ملکیت سے دست بردار ہو جانے اور اسے موہوب لہہ کو دے دینے کا اظہار ۔

عوض کا کافی ہونا لازم نہیں ہے اس کی مقدار خواہ کچھ ہو، مگر اس کا حقیقی طور سے اور نیک نیتی کے ساتھ ادا کیا جانا ضروری ہے ۔

ایک شخص نے دوسرے شخص کو پانچ درہم اور کپڑا ہبہ کیا اور موہوب لہہ نے ان دونوں پر قبضہ لے لیا ، پھر موہوب لہہ نے اس مجموعی ہبہ سے کپڑا یا درہم ہبہ کئے تو یہ عوض نہ ہوگا ۔[۱۰۳]

اگر ایک نشست (مجلس) یا دو نشستوں (مجلسوں) میں دو مختلف معاہدے ہوں اور ایک نے دوسرے کو عوض دیا ہو تو یہ ازروئے قیاس عوض کہلائے گا ۔[۱۰۴]

موہوب لہہ نے واہب کو کوئی شئے ہبہ کی اور یہ نہ کہا کہ یہ شئے واہب کے ہبہ کا عوض ہے (تو یہ ہبہ بالعوض نہ ہوگا) اور واہب اپنے ہبہ میں رجوع کرنے کا مجاز ہوگا ۔

عدالتی نقطۂ نظر :

بمقدمہ شمس النساء بی بی بنام عبدالغفور[۱۰۵] ڈھاکہ ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ اسلامی قانون کے تحت ہبہ کے جائز ہونے کے لیے خواہ وہ ہبہ بلاعوض

---

(۱۰۳) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ، جلد ۱۲، صفحہ ۸۱
البحرالرائق، ابن نجیم (۹۷۰ھ) ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۹۲

(۱۰۴) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۲، صفحہ ۸۱

(۱۰۵) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۴ ڈھاکہ ، صفحہ ۳۵۱

marfat.com

ہو یا بالعوض یا بشرط العوض ان میں حسب ذیل لازمی اجزا کا پایا جانا ضروری ہے :-

(۱) واہب کا موہوب لہہ کے حق میں شئے موہوبہ کی منتقلی کا اظہار یا اعلان ۔

(۲) موہوب لہہ یا اس کی جانب سے ہبہ کی قبولیت ۔

(۳) شئے موہوبہ واہب کی جانب سے موہوب لہہ کے حق میں قبضے کی حوالگی ۔

ہبہ کی قبولیت صریحی یا معنوی ہو سکتی ہے نیز قبضے کی حوالگی بھی حالات کے تحت حقیقی یا تعبیری درست ہوسکتی ہے۔ لیکن کوئی معاملہ جو ان لازم اجزا کے بغیر ہوگا یا ان میں تغیر کے ساتھ ہوگا اسلامی قانون کے تحت ہبہ تصور نہیں کیا جا سکتا ۔

فاضل ججوں نے مذکورہ بالا مقدمے میں یہ قرار دیا کہ ہبہ بالعوض پاکستان میں شرع اسلام کے قواعد کے تابع نہیں ہے بلکہ عام ملکی قوانین کا تابع ہے ۔

ایک ایسا ہبہ جو بیوی کے حق میں بالعوض مہر کیا گیا ہو اس میں قبضہ دہی شرط نہ ہوگی ۔[۱۰۶]

جسٹس کیکاؤس نے بمقدمہ فضل احمد بنام رکھی مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۵۸ ، لاہور ، صفحہ ۲۱۸ یہ قرار دیا کہ ہبہ بالعوض میں قبضہ کی حوالگی ضروری ہے ۔ انھوں نے قرار دیا کہ مسلم قانون میں ہبہ بالعوض دو ہبوں پر مشتمل ہے ، جس میں ایک ہبہ دوسرے ہبہ کا عوض ہوتا ہے ۔ ہبہ بالعوض میں دوسرا ہبہ جس وقت کہ پہلا ہبہ کیا جاتا ہے تصور میں نہیں ہوتا یعنی پہلے ہبہ سے کوئی شرط متعلق نہیں ہوتی کہ دوسرا

---

(۱۰۶) پی ایل ڈی ، ۱۹۵۵ء ، ڈھاکہ ، صفحہ ۳۹

marfat.com

ہبہ کیا جانا ضروری ہے ۔ دوسرا واہب اس امر کے لیے آزاد ہے کہ وہ ہبہ کرے یا نہ کرے اس لیے پہلا ہبہ قبضے کی حوالگی سے مکمل ہو جائے گا ۔ دوسرا ہبہ بھی ایک عام اور سادہ ہبہ ہے محض اس فرق کے ساتھ کہ پہلا ہبہ اس دوسرے ہبہ کے لیے سبب فراہم کرتا ہے ۔ حقیقت میں ہبہ بالعوض کو ایک علیحدہ درجے میں رکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ جب ایک بار موہوب لہہ نے بھی اس کے معاوضے میں ہبہ کر دیا ہو اور پہلے واہب نے دوسرے ہبہ کو قبول کر لیا ہو تو ہبہ میں رجوع نہیں ہو سکتا ۔ دوسرے ہبہ کو تسلیم کرنے کے بعد وہ یعنی پہلا واہب اپنے ہبہ کو رد نہیں کر سکتا جب وہ اس امر کا پابند ہے تو دوسرا واہب بھی اسی بناء پر اس کا پابند ہے ۔ ہبہ بالعوض میں پہلا معاملہ ایک بلا معاوضہ انتقال ہے اور کوئی ذمہ داری پیدا نہیں کرتا ۔

جب کہ ایک دستاویز عوض کے نہ ہونے کے سبب ہبہ بالعوض کی حیثیت سے قائم نہیں رہ سکتی تو اگر واہب کی نیت پائی جائے اور جائز ہبہ کی شرائط ہبہ نامے میں موجود ہوں اس کو سادہ ہبہ قرار دیا جا سکتا ہے ۔۱۰۷

ہبہ بالعوض کی صورت میں عوض نہ ہونے کی بناء پر ہبہ ناجائز ہوگا ۔۱۰۸

ہبہ بہ عوض خدمت :

اگر وہ خدمات جو موہوب لہ نے انجام دی ہیں ایک رقمی مالیت رکھتی ہیں اور ایسی خدمات کے بدلے میں ایک ہبہ کیا جاتا ہے تو وہ معاملہ ہبہ بالعوض ہے، کیونکہ اس صورت میں یہ ایک مبادلہ جائداد بہ جائداد ہے ۔ لیکن جب ایسی خدمات جو کوئی رقمی مالیت نہ رکھتی ہوں تو دستاویز ہبہ میں خدمت کا اظہار محض ہبہ کرنے کی ایک غرض (موٹیو)

---

(۱۰۷) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۰ء ، ڈھاکہ ، صفحہ ۱۲۰

(۱۰۸) پی ایل ڈی ، ۱۹۵۸ء ، ڈھاکہ ، صفحہ ۱۹۸

marfat.com

ہو سکتی ہے ۔ یہ ہبہ کا معاوضہ نہیں ہے اور ایسی صورت میں ہبہ ایک سادہ ہبہ ہوگا نہ کہ ہبہ بالعوض ۔ دفعہ ۲۵ قانون معاہدہ کی توضیح ایسی صورت میں پوری طرح منطبق ہوتی ہے اور ہبہ مکمل طور پر جائز ہوگا اگرچہ اس کے لیے بدل نہ ہو ۔

چنانچہ جسٹس وحیدالدین احمد نے بمقدمہ بہادر بنام جان محمد مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۶۰ کراچی ، صفحہ ۳۴۷ قرار دیا کہ خدمات کے معاوضے میں جو موہوب لہ نے انجام دی ہوں کسی شے کا ہبہ کرنا ہبہ بالعوض یا ہبہ بشرط العوض نہ ہوگا ، کیونکہ واہب اور موہوب لہ کے درمیان کسی جائداد کا تبادلہ نہیں ہوا ۔ محض اس بناء پر کہ جو موہوب لہ نے واہب کی خدمات انجام دی ہیں ان کو مالیت میں منتقل کیا جا سکتا ہے یہ قرار نہیں دیا جا سکتا کہ موہوب لہ نے ان خدمات کو واہب کو تبادلے میں دیا ہے ۔ خدمات یا تو ماضی میں کی جاتی ہیں یا زمانہ مستقبل میں ، لہذا ایسی صورت میں موہوب لہ کی جانب سے واہب کو کسی بھی جائداد کا فوری تبادلہ نہیں کیا جا سکتا ۔

ہند و پاکستان میں ہبہ بالعوض کی نوعیت :

جسٹس چنگیز نے بمقدمہ بھگنی بنام منظور حسین شاہ مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۵۷ لاہور، صفحہ ۴۷۵ ، قرار دیا کہ حقیقی ہبہ بالعوض میں دو نمایاں اور آزاد افعال ہوتے ہیں ۔ پہلا اصلی ہے اور دوسرا جوابی ہبہ ہے جو پہلا موہوب لہ عوض یا مبادلے میں کرتا ہے ۔ یہ جوابی ہبہ جو پہلا موہوب لہ کرتا ہے حقیقی ہبہ بالعوض کہلاتا ہے ۔ لیکن برصغیر ہند و پاکستان میں معروف ہبہ بالعوض صرف ایک فعل ہے جو عوض یا مبادلہ ہبہ کے معاہدے میں شامل ہونے کے سبب اس کا براہ راست بدل ہوتا ہے ۔ حقیقت میں یہ صحیح طور پر ہبہ بالعوض نہیں بلکہ ایک بیع یا تبادلہ

marfat.com

ہے بہرکیف اس کی جیسی بھی صورت ہو یہ معاہدات کے تمام لوازمات رکھتا ہے ۔

هبہ بالعوض میں رجوع :

جب موهوب لہ نے واهب کے هبہ کا عوض دے دیا ہو اور واهب نے اس عوض پر قبضہ کر لیا ہو تو واهب کے لیے جائز نہ ہوگا کہ وہ اپنے هبہ میں رجوع کرے اور نہ ہی عوض دینے والے (موهوب لہ) کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اپنے عوض میں رجوع کرے ۔[۱۰۹]

یہ امر یکساں نوعیت کا حامل ہے کہ جو شئے هبہ کے عوض میں دی جائے وہ تھوڑی ہے یا بہت اور شئے موهوبہ کی قسم سے ہے یا غیر قسم سے ، لیکن اگر هبہ ایک ہزار درہم ہو اور معاوضہ ان درہموں میں سے ایک درہم ہو تو یہ اس هبہ کا معاوضہ ہوگا اور واهب اپنے هبہ میں رجوع کر سکتا ہے ۔ اسی طرح اگر ایک نصرانی نے ایک مسلمان کے حق میں هبہ کیا اور مسلمانوں نے اس کے معاوضے میں شراب یا خنزیر دیا تو وہ عوض نہ کہلائے گا ، نیز ایک نابالغ کے مال میں سے اس کے باپ نے کوئی چیز هبہ کی اور موهوب لہ نے اس کا عوض دیا تو یہ تعویض عن الهبہ باطل ہے ۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے هبہ کیا اور باپ نے نابالغ کے مال میں سے اس کا معاوضہ دیا تو یہ جائز نہ ہوگا ۔[۱۱۰]

اگر دو مختلف عقد ایک مجلس یا دو مجلسوں میں ہوں اور ان میں سے ایک عقد دوسرے عقد کا معاوضہ ہو تو احناف کے نزدیک بربنائے قیاس یہ عوض کہلائے گا ۔ بشر کی روایت سے امام ابو یوسف کے نزدیک یہ

---

(۱۰۹) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۲، صفحہ ۷۵
البحرالرائق، ابن نجیم (۹۷۰ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۹۲

(۱۱۰) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۲ ،صفحہ ۷۸
البحرالرائق ، ابن نجیم (۹۷۰ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱، جلد ۷ صفحہ ۲۹۲

marfat.com

عوض نہ ہوگا ـ۱۱۱

جب کہ موہوب لہہ نے واہب کے حق میں کوئی چیز ہبہ کی اور یہ نہ کہا کہ یہ تمہارے ہبہ کا معاوضہ ہے تو واہب کو اپنے ہبہ میں رجوع کا حق ہوگا ـ۱۱۲

ہبہ بشرط عوض

۱۷۶ ـ جب کوئی ہبہ معاوضے کی شرط کے ساتھ کیا جائے تو وہ ”ہبہ بشرط عوض،، کہلائے گا ـ ایسا ہبہ شرط عوض کی تکمیل پر نافذ ہوگا ـ

تشریح

ہبہ بشرط عوض کی صورت میں عوض بطور ایک شرط کے فریقین پر لازم ہوتا ہے ـ اگرچہ ابتدا میں اس کی نوعیت ہبہ کی ہوتی ہے لیکن جب شئے موہوبہ پر موہوب لہہ کا اور عوض پر واہب کا قبضہ ہو جاتا ہے تو اس کی حیثیت بیع کی ہو جاتی ہے ـ

ہبہ بشرط عوض میں بھی سادہ ہبہ کی طرح قبضہ دہی لازم ہے اور وہ منسوخ بھی ہو سکتا ہے لیکن جب موہوب کو عوض دے دے تو اس کے بعد وہ ہبہ ناقابل تنسیخ ہو جاتا ہے ـ

برصغیر ہند و پاکستان میں ہبہ بشرط عوض کا رواج نہیں ہے بلکہ ہبہ بالعوض ہی کی بیشتر مثالیں ملتی ہیں ـ ہبہ بالعوض اور بشرط عوض میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ہبہ بالعوض میں موہوب لہہ جو عوض دیتا ہے اپنی خوشی سے دیتا ہے جب کہ ہبہ بشرط عوض کی صورت میں عوض دینے کا تشریح کے ساتھ فریقین میں اقرار ہو جاتا ہے ـ

---

(۱۱۱) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، جلد۱۲، صفحہ ۸۱
البحرالرئق، ابن نجیم (۹۷۰ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱، جلد ۷، صفحہ ۲۹۲
(۱۱۲) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۲، صفحہ ۸۲
البحرالرائق، ابن نجیم (۹۷۰ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ، جلد ۷، صفحہ ۲۹۲
مجمع الانہر، داماد آفندی (۱۰۷۸ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ، جلد۲، صفحہ ۳۶۲
الاختیار لتعلیل المختار، عبداللہ بن محمود بن مودود (۶۸۳ھ)، مطبوعہ مصر ۱۹۵۱ھ، جلد ۲، صفحہ ۵۳

marfat.com

ہبہ بشرط العوض اور ہبہ بالعوض میں فرق :

مندرجہ بالا فرق کے پیش نظر ہبہ بالعوض کی حسب ذیل دو قسمیں ہیں :

(۱) پہلی قسم وہ ہے جس میں معاوضہ بطور شرط کے ہوتا ہے اس کو ہبہ بشرط العوض کہا جاتا ہے ۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جس میں معاوضہ مشروط نہیں ہوتا بلکہ موہوب لہہ اپنی مرضی سے بغیر کسی شرط کے اپنے واہب کے حق میں ہبہ کر دیتا ہے ۔ یہ قسم ہبہ بالعوض کہلاتی ہے

ہبہ بشرط العوض اور بیع میں ایک صوری فرق ہے ۔ جہاں تک ہبہ بشرط العوض کا تعلق ہے یہ تاتکمیل ایک ہبہ ہے ۔ تکمیل پر یہ بیع ہو جاتا ہے ۔ اس لیے اسلامی قانون ، ہبہ بشرط العوض پر اس وقت لا گوہوگا جب کہ وہ مکمل ہو جائے یعنی بعد تکمیل اس پر بیع کے احکام مرتب ہوں گے ۔

شیعی نقطہ نظر :

علامہ محقق الحّلی نے شیعی فقہ کی اپنی مشہورکتاب شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ "جب کوئی شخص کسی کو کچھ مال ہبہ کرے اور اس کو کسی قید کے ساتھ مقید نہ کرے تو یہ ہبہ مشروط بہ ثواب (عوض دینا) نہ ہوگا چنانچہ اگر موہوب لہہ کوئی شئے بعوض ہبہ واہب کے حوالہ کرے اور وہ اس کو قبول کرلے تو واہب کو ہبہ میں رجوع کرنا صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ قبول عوض کے بعد عقد ہبہ لازم ہو جاتا ہے (یعنی واہب کو اختیار رجوع باقی نہیں رہتا) اور اگر واہب ہبہ کو مشروط بہ ثواب (عوض) کرے گا تو وہ شرط صحیح ہوگی خواہ اس کو معین کرے یا نہ کرے اور واہب کو اپنے ہبہ میں اس وقت تک رجوع کرنے کا

marfat.com

اختیار ہوگا جب تک کہ عوض مشروط (جس کی شرط کی گئی ہے) اس کے حوالے نہ کر دیا جائے اور جب کہ واہب مقدار عوض کو معین نہ کرے تو موہوب لہہ کو اختیار ہے جو مقدار چاہے اس کے حوالے کرے اگرچہ قلیل ہو اور واہب کو اس عوض پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے ہبہ میں رجوع کرنا صحیح نہ ہوگا اور موہوب لہہ عوض مشروط کے دفع کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا بلکہ اس کو مال موہوب اور عوض مشروط میں سے ایک کے دفع کرنے کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر اس حالت میں مال موہوب اس کے پاس تلف ہو جائے تو موہوب لہہ اس کا ضامن نہ ہوگا اس لیے کہ یہ تلف (یا عیب) اس کی ملک میں حادث ہوا ہے (اور اس میں تردّد ہے) ۔۱۱۳

ظاہریہ کا مسلک :

ظاہریہ کے نزدیک ہبہ بالعوض یا بشرط عوض باطل ہے ہر دو صورتوں میں ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کو واپس لے گا ۔۱۱۴

ہبۂ موقوف

۱۷۷ ۔ ایسا ہبہ ناجائز ہوگا جس کا نفاذ کسی آئندہ وقت کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہو ۔

تشریح

ہبہ کسی امر کے وقوع پر موقوف نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ ایسا ہبہ جو کسی دوسرے امر کے وقوع پر موقوف ہو ، کالعدم ہے ۔

ہبہ اس وقت تک جائز نہ ہوگا جب تک کہ اس کے ساتھ قبضہ بھی نہ دیا گیا ہو ، چنانچہ ہبہ کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ہبہ زمانہ مستقبل میں نافذ ہوگا ۔۱۱۵

---

(۱۱۳) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الرابع، صفحہ ۲۵۴
(۱۱۴) المحلی، ابن حزم (۴۵٦ھ) ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۳ھ ، جلد ٦ ، صفحہ ۱۴۴
(۱۱۵) پی ایل ڈی ، ۱۹٦۰ع ، ڈھاکہ ، صفحہ ۳

marfat.com

ہبہ مشروط

۱۷۸ ۔ جب ہبہ کے ساتھ کوئی ایسی شرط لگا دی جائے جو اس کی تکمیل میں نقص پیدا کرتی ہو تو یہ شرط کالعدم ہے اور ہبہ کا نفاذ اس طرح ہوگا گویا کہ اس کے ساتھ کوئی شرط نہیں لگائی گئی ۔

تشریح

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ہمارے (احناف) کے تمام علماء اس امر پر متفق ہیں کہ جب کوئی شخص ہبہ کرے اور اس کے ساتھ کوئی فاسد شرط لگا دے تو ہبہ جائز اور شرط کالعدم ہوتی ہے ۔

جب کہ ہبہ کسی ایسی شرط کا پابند ہو جو اس کی تکمیل سے متصادم ہو تو وہ شرط باطل ہوگی اور ہبہ اس طرح موثر ہوگا گویا کہ اس کے ساتھ کوئی شرط متعلق نہ تھی ۔۱۱۶

بمقدمہ غلام قادر بنام غلام حسین عدالت عالیہ مغربی پاکستان، لاہور نے قرار دیا کہ اگر ہبہ کے ساتھ کوئی ناجائز شرط متعلق کی گئی ہو تو ہبہ بلا شرط متصور ہوگا ۔

اس مقدمے میں ہبہ کے ساتھ واہب نے یہ شرط عائد کی تھی کہ ہبہ کردہ زمین کے عوض موہوب لہ اپنی بہن کا نکاح واہب سے کرے گا ۔ یہ شرط مصلحت عامہ اور حسن نیت کے خلاف ہونے کے سبب ناقابل قبول قرار دی گئی اور ہبہ بلا لحاظ اس شرط کے جائز قرار دیا گیا ،

ہبہ بحالت مرض الموت

۱۷۹ ۔ جو ہبہ بحالت مرض الموت کیا جائے گا اس سے احکام وصیت متعلق ہوں گے، بشرطیکہ واہب کی جانب سے جائداد موہوبہ کا فوری اور ناقابل تنسیخ انتقال ظاہر ہوتا ہو ۔

---

(۱۱۶) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۰ء ، کراچی ، صفحہ ۳۵۷
ہدایہ، برہان الدین مرغینانی (۵۹۳ھ)، مطبوعہ قرآن محل کراچی، جلد۳، صفحہ ۲۹۱

marfat.com

تشریح

مریض کا ھبہ یا صدقہ کرنا جائز نہیں الا یہ کہ اس کا قبضہ دے دیا گیا ھو ، چنانچہ اگر موھوب لہ نے اس کا قبضہ لے لیا تو ایسا ھبہ جائز ھوگا ۔

امام ابوحنیفہ کے ھم عصر ، قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ بغیر قبضے کے بھی مریض کا ھبہ جائز ھوتا ھے ، کیونکہ مریض کا ھبہ وصیت ھے ۔ البتہ مریض کے ھبہ میں ایک تہائی کا اعتبار کیا جاتا ھے اور وصیت موصی کی موت سے متاکد و لازم ھو جاتی ھے خواہ قبضہ لیا ھو یا نہ لیا ھو ۔ چنانچہ اسی طرح ھبہ بحالت مرض باطل نہ ھوگا (خواہ قبضہ لیا ھو یا نہ لیا ھو) کیونکہ موت کا سبب مرض ھے اور مریض کے افعال اپنے حکم میں مانند اس حکم کے ہیں جو اس کی موت کے بعد ثابت ھوں ۔ چنانچہ اگر ایک شوھر نے بحالت مرض اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دیں تب بھی وہ عورت اس کی وارث ھوگی ، جیسا کہ ان کے درمیان فرقت بذریعہ موت واقع ھوتی ۔ پس یہ صورت بھی اس کے مانند ھے ۔[۱۱۷]

لیکن احناف کہتے ھیں کہ جائز نہ ھونے کی علت یہاں بھی موجود ھے وہ یہ کہ ھبہ اور صدقہ ایک تندرست شخص کے حق میں بدون قبضے کے جائز نہیں ھوتا اور یہ شرط مریض کے حق میں بھی موجود ھے ۔ اس کا تصرف ایک تندرست شخص کے مقابلے میں زیادہ ضعیف ھے اور اس ھبہ میں ایک تہائی کا معتبر ھونا اس امر کی دلیل نہیں ھوتا کہ فی الحال ھبہ ثابت نہ ھوا ۔ مریض کا ھبہ وصیت کے خلاف ھے ، کیونکہ وصیت میں ملک بعد موت ھے اور ھبہ عقد تملیک ھے، اس لیے اگر موت سے پہلے قبضہ نہ دیا تو وہ ھبہ باطل ھوجائے گا اس کی مثال بیع موقوف کی سی ھے۔[۱۱۸]

---

(۱۱۷) المسوط، امام سرخسی(۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۰۲
(۱۱۸) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴، جلد ۱۲، صفحہ ۱۰۲

marfat.com

اگر واہب حالت مرض‌الموت میں مشاع جائداد کا جو قابل تقسیم ہو ہبہ کرے تو ایسا ہبہ کلیتاً باطل نہ ہوگا بلکہ اگر موہوب لہ نے قبضہ کر لیا ہو تو واہب کی موت کے بعد اس سے احکام وصیت متعلق ہوں گے اور ایک ثلث میں ہبہ کا حکم نافذ ہوگا مابقی ورثاء کو واپس کر دیا جائے گا ۔ یہ اس وقت ہوگا جب کہ موہوب لہ کے علاوہ واہب کا اور کوئی مال موجود نہ ہو ۔ لیکن اگر یہ مال موہوبہ دیگر کل مال کی ایک تہائی ہوتا ہو تو ہبہ کیے ہوئے پورے مال میں نافذ ہوگا ۔۱۱۹

ایک مریض مرض‌الموت کی حالت میں موہوب لہ کو اپنے کل مال کی تہائی ہبہ کرتا ہے اور اس کا قبضہ بھی دے دیتا ہے پھر موہوب لہ واہب کو اس کے مرض‌الموت کی حالت میں قتل کر دیتا ہے تو یہ ہبہ ورثا کی طرف منتقل ہو جائے گا کیونکہ مرض‌الموت کی حالت میں ہبہ اپنے نفاذ میں وصیت کے حکم میں ہے اور اسی واسطے وصیت قرض کی ادائی کے بعد ایک تہائی کی حد تک نافذ ہوتی ہے ۔ چونکہ قاتل کے واسطے بلا اجازت ورثاء وصیت نافذ نہیں ہو سکتی، اسی طرح مرض‌الموت میں ہبہ (جب کہ موہوب لہ واہب کو قتل کر دے) بغیر ورثاء کی اجازت کے نافذ نہیں ہو سکتا ، کیونکہ جو امر وصیت کو باطل کر دیتا ہے وہ ہبہ بحالت مرض‌الموت کو بھی باطل کر دے گا ۔۱۲۰

جب کہ واہب اپنے ہبہ میں رجوع کرے اور موہوب لہ حالت مرض میں ہو درآں حالے کہ ہبہ حالت صحت میں کیا گیا تھا تو قاضی کے حکم سے رجوع جائز ہوگا اور موہوب لہ کی موت کے بعد اس کے ورثاء یا قرض خواہان کو کوئی حق نہیں ہوگا ، کیونکہ واہب کا حق ان کے

(۱۱۹) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۳ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۰۲
(۱۲۰) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۳ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحات ۱۰۳-۴

حقوق سے پہلے ہے۔ لیکن اگر بغیر قاضی کے حکم کے مریض (موھوب لہٗ) نے واھب کی طلب پر موھوبہ مال واپس کر دیا تو یہ مریض (موھوب لہٗ) کی طرف سے ایک نیا ھبہ شمار ہوگا اور ایسی صورت میں ایک تہائی کی حد تک جائز ہوگا ، اگر اس (مریض موھوب لہٗ) پر قرض نہ ہو ، اور اگر اس (مریض موھوب لہٗ) پر قرض ہو اور ایسا قرض ہو جو اس کے تمام مال پر حاوی ہو تو واپس کرنا ناجائز ہوگا اور ھبہ میت کے ترکہ کی طرف لوٹ جائے گا اور اس سے احکام وراثت متعلق ہوں گے ۔[۱۲۱]

شیعی نقطہ نظر :

شیعہ فقہا کے نزدیک بھی جب کہ کوئی شخص اپنے مرض مخوف میں (وہ بیماری جس میں انسان غالباً ہلاک ہوتا ہو جیسے دق یا جاس میں ہلاک ہو جائے خواہ غالباً مہلک ہو یا نہ ہو "علی الاختلاف القولین " ھبہ کرے اور پھر اس مرض سے بری (صحیح) ہو جائے تو ھبہ صحیح ہوگا اور اگر اسی مرض میں ہلاک ہو جائے اور ورثاء اجازت نہ دیں تو وہ ھبہ ظاہر مذھب کی بنا پر اس کے ثلث متروکہ میں نافذ ہوگا ۔[۱۲۲]

عدالتی نقطہ نظر :

ہماری عدالتوں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ جو ھبہ بحالت مرض الموت کیا جائے اس پر وصیت کے احکام کا اطلاق کیا جائے گا ۔[۱۲۳]

پشاور اور لاہور کی عدالت ہائے عالیہ نے مقدمات مفصلّہ ذیل میں قرار دیا ہے کہ جو ھبہ مرض الموت کی حالت میں کیا جائے وہ وصیت خیال کیا جائے گا ۔ یعنی جب کہ واھب بوقت ھبہ ایک ایسے مرض میں

---

(۱۲۱) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ھجری ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۱۰۵

(۱۲۲) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی (۶۷۶ھ)، مطبوعہ بیروت، القسم الرابع ، صفحہ ۲۵۴

(۱۲۳) مقدمہ شمشاد علی شاہ بنام حسن شاہ ، پی ایل ڈی ، ۱۹۶۰ ، لاہور ، صفحہ ۳۰۰

marfat.com

مبتلا تھا جو اس کی موت کا فوری سبب ہوا ۔

مرض‌الموت کے تعین کے لیے حسب ذیل امور کا لحاظ ضروری ہوگا :

(۱) یہ کہ مرض ایسی نوعیت کا تھا جس سے مریض کے دل میں یہ یقین پیدا ہوا کہ اس کا آخری وقت قریب ہے ۔

(۲) یہ کہ بیماری اس شدت کی تھی کہ جس نے اس کو روزمرہ کے کاموں کی ادائی کے ناقابل بنا دیا تھا ۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے قاصر ہو تو مسلم فقہاء کی رائے میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ شخص روزمرہ کے کاموں کو انجام دینے سے قاصر ہے ۔

(۳) یہ کہ مرض گو پرانا ہو لیکن ایسے مرحلے میں داخل ہوگیا ہو کہ جب وہ بڑھے تو مریض کو موت کا خدشہ لاحق ہو جائے

ایسی صورتوں میں جو ہبہ کیا جائے گا وہ وصیت شمار ہوگا ۔[۱۲۳]

سپریم کورٹ ، پاکستان نے بمقدمہ شمشاد علی شاہ بنام سید حسن شاہ قرار دیا کہ مرض‌الموت کی حالت میں ایک ناجائز ہبہ نامہ وصیت قرار نہیں دیا جا سکتا جب کہ ہبہ نامہ کی مندرجہ شرائط سے جائداد موہوبہ کا فوری اور ناقابل تنسیخ انتقال ظاہر نہ ہوتا ہو ۔

ہبہ بحالت مرض‌الموت کے سلسلے میں سپریم کورٹ نے مذکورہ بالا مقدمہ میں قرار دیا ہے کہ مرض الموت کے یقین کے لیے عدالت کو یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا ہبہ موت کے فوری خطرے کے احساس کے دباؤ کے تحت کیا گیا ہے ۔ چنانچہ اس امر کو طے کرنے کے لیے کہ کیا ایک بیمار شخص کے ہبہ پر مرض‌الموت کے اصول کا اطلاق ہو سکتا ہے عدالت کو حسب ذیل

---

(۱۲۳) پی ایل ڈی ، ۱۹۵۶ ، پشاور ، صفحہ ۵
پی ایل ڈی ، ۱۹۵۱ ، لاہور ، صفحہ ۴۳۳

marfat.com

حقائق پر غور کرنا چاھیے :

(۱) کیا مرض کی حالت اور نوعیت ایسی تھی کہ جو بیمار شخص کے ذھن میں اس یقین کو تقویت پہنچانے والی تھی کہ اس مرض سے موت واقع ھو جائے گی یا موت کے خوف کو پیدا کرتی تھی؟

(۲) کیا واھب ھبہ کے وقت ایک ایسے مرض میں مبتلا تھا جو اس کی موت کا فوری سبب ھوا ؟

(۳) کیا بیماری ایسی تھی جو اس کو حسب معمول مشاغل کی ادائی سے ناقابل بنانے والی تھی ۔ ایک ایسی صورت حال جو بیمار کے ذھن میں موت کا خوف پیدا کر سکتی تھی ۔

(۴) کیا وہ بیماری اتنے عرصے تک جاری رھی کہ اس کے ختم ھونے یا فوری ھلاکت کے خوف کو کم کرنے والی تھی یا یہ کہ بیمار کو اس مصیبت کا خوگر بنانے والی تھی ۔

جب کہ واھب ھبہ کرتے وقت ایک ایسے مرض میں مبتلا تھا جس میں اس نے یہ یقین پیدا کر دیا تھا کہ اس مرض سے موت واقع ھو جائے گی اور حقیقت میں دستاویز کی رجسٹری کے چند گھنٹے بعد اس مرض نے فی‌الحقیقت اس کی جان لے لی، سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ ھبہ مرض‌الموت میں کیا گیا تھا ۔ ۱۲۵

ھبہ بحالت مرض‌الموت کے وصیت قرار دئے جانے کے لیے ضروری ھے کہ وہ ھبہ تکمیل شدہ ھو (یعنی واھب نے اپنی زندگی میں جائداد موھوبہ کا موھوب لہ کو قبضہ دے دیا ھو)

جسٹس کیکاؤس نے مندرجہ بالا مقدمہ شمشاد علی شاہ بنام حسن شاہ میں لکھا کہ بعض شرحوں اور فیصلوں میں ھبہ بحالت مرض‌الموت کے

---

(۱۲۵) پی ایل ڈی ، ۱۹۶۴ ، سپریم کورٹ ، صفحہ ۱۴۳

marfat.com

سلسلے میں یہ لکھا ہے کہ مرض الموت کے اصول کے اطلاق کے لیے ضروری ہے کہ موت حقیقت میں مرض کے سبب ہوئی ہو ۔ فاضل جج نے لکھا کہ میں اس سے متفق نہیں ہوں ۔ اگر ایک شخص سریع تپ دق میں (galloping tuberculosis) مبتلا ہو اور اس لیے جب اس نے ہبہ کیا تو موت کے خوف میں مبتلا تھا لیکن وہ شخص کسی دوسرے کے ہاتھ گولی سے مارا جائے یا کسی حادثہ میں مر جائے یا ہیضے یا کسی (دیگر) وبائی مرض میں ہبہ کے تھوڑے ہی عرصے بعد مر جائے تو میں ایسی کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ ایسی صورت میں مرض‌الموت کے اصول کا اطلاق نہ کیا جائے ۔ درحقیقت یہ امر واقعہ کہ ایک شخص زندہ رہتا ہے اور نہیں مرتا اس ہبہ کو جو موت کے خوف کے تحت لکھا گیا ہو جائز نہیں کرتا ۔

ہبہ کا جواز ان حالات کے تعلق سے متعین کیا جائے گا، جو ہبہ کے وقت موجود ہوں ۔ ہبہ کے بعد نہ مرنا مؤثر بہ ماضی (retrospective) نہیں ہو سکتا کہ ایک ناجائز معاملہ جائز ہو جائے ۔ ہبہ کے ناجائز ہونے کا حقیقی سبب واہب کی کیفیت ذہنی ہے جو یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ مرنے والا ہے ۔ اور چونکہ وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ مرنے والا ہے اس لیے وہ مابین (inter vivos) کسی منتقلی کی نیت نہیں رکھتا ۔ اس کی واحد نیت ایک ایسی منتقلی کی ہوتی ہے جو اس کی موت کے بعد مؤثر ہو سکے ۔ ایک انتقال (جائداد) انتقال کنندہ کی نیت کے مطابق مؤثر ہوتا ہے ۔ اگر انتقال کنندہ دوران حیات کوئی ہبہ کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو تو ایسا ہبہ متحقق نہ ہوگا ۔ ایک ہبہ جو مرض‌الموت میں کیا جائے ایک وصیت کی حیثیت سے نافذ ہوتا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے ہبہ کے ذریعہ محض وصیتی انتقال ملکیت کی نیت ہوتی ہے ۔ یہ اصول صرف شرع اسلام ہی کا نہیں ہے بلکہ قانون روما میں بھی اس اصول کو ہبہ بحالت مرض‌الموت کہا جاتا ہے اور ہمارے (ملک پاکستان) قانون جانشینی ایکٹ مجریہ ۱۹۲۵ع

marfat.com

کی دفعہ ۱۹۱ کے تحت بیان کیا گیا ہے۔"[۱۲۶] (مرض‌الموت کی تعریفات کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ ھذا جلد دوم صفحہ ۴۲۵-۴۲۷)

تنسیخ ھبہ

۱۷۹ - (۱) واہب مجاز ہے کہ شئے موہوبہ کا قبضہ دینے سے پہلے جس وقت چاہے ہبہ کو منسوخ کر دے۔

توضیح :- اگر واہب عقد ہبہ کے بعد مگر قبضہ سے پہلے مر جائے تو مال موہوبہ واہب کی میراث میں داخل ہوگا۔

(۲) واہب مجاز ہے کہ شئے موہوبہ کا قبضہ دینے کے بعد بھی ہبہ کو منسوخ کر دے، الایہ کہ :

(الف) واہب شوہر ہو اور موہوب لہٗ زوجہ یا اس کے برعکس

(ب) موہوب لہٗ ذی رحم محرم ہو۔

(ج) موہوب لہٗ فوت ہو گیا ہو۔

(د) شئے موہوبہ موہوب لہٗ کی ملک اور قبضے سے بذریعہ فروخت یا ہبہ یا کسی اور طریقے سے نکل گئی ہو۔

(ہ) شئے موہوبہ گم یا ضائع ہو گئی ہو۔

(و) شئے موہوبہ کی ہئیت بدل گئی ہو۔

(ز) کوئی اور شئے، شئے موہوبہ میں شامل ہو گئی ہو۔ جس کا جدا کرنا ممکن نہ ہو۔

(ح) ہبہ بالعوض ہو۔

مگر لازم ہے کہ قبضہ دے دینے کے بعد بجز حکم عدالت ہبہ منسوخ نہیں کیا جا سکے گا۔

(۳) بمتابعت احکام مندرجہ بالا واہب کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء ہبہ تفضیلی کو بموجب احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۲ بذریعہ عدالت منسوخ کرانے کے مجاز ہوں گے۔

---

(۱۲۶) پی ایل ڈی، ۱۹۶۴، سپریم کورٹ، صفحہ ۱۴۳

marfat.com

تشریح

تنسیخ هبہ کو حضور (صلعم) نے انتہائی ناپسند فرمایا ہے - چنانچہ صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ جو شخص هبہ میں رجوع کرتا ہے وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے پھر اسے چاٹ لیتا ہے ۔[۱۲۷]

صحیح مسلم کے مشہور شارح امام نووی نے لکھا ہے مذکورہ بالا حدیث میں جو کراہت بیان کی گئی ہے تنزیہی ہے، تحریمی نہیں ہے ۔[۱۲۸]

ائمۂ ثلاثہ و جمہور علماء کے نزدیک قبضہ کے بعد هبہ میں رجوع کرنا حرام ہے ، یعنی اگر موهوب لہ نے شئے موهوبہ کا قبضہ لے لیا تو واهب اس هبہ کو فسخ نہیں کر سکتا ، لیکن احناف کے نزدیک قبضے کے بعد بھی رجوع جائز ہے بشرطے کہ موهوب ذی رحم محرم نہ ہو ، هبہ بالعوض نہ ہو یا کوئی اور شئے ، شئے موهوبہ میں شامل نہ ہوئی ہو یا شئے موهوبہ موهوب لہ کی ملک سے خارج نہ ہوئی ہو ۔[۱۲۹]

هبہ بلا عوض میں احناف کے نزدیک رجوع جائز ہے مگر عوض مل جانے کے بعد رجوع جائز نہ ہوگا ۔[۱۳۰]

اجنبی سے مراد وہ شخص ہے جس سے قرابت محرمہ نہ ہو ۔ اگرچہ غیر محرم قرابت ہو مثلاً چچا زاد بھائی وغیرہ یا قرابت نہ ہو مگر محرم ہو ، جیسے رضاعی بھائی بہن ۔

---

(۱۲۷) صحیح مسلم ، امام مسلم مطبوعہ مصر ، کتاب الهبات ، صفحہ ۶۴

(۱۲۸) صحیح مسلم، مع شرح نووی، امام نووی، مطبوعہ مصر، جلد ۱۱ ، کتاب الهبات، صفحہ ۶۲

(۱۲۹) هدایہ، برهان الدین مرغینانی (۵۹۳ھ) مطبوعہ قرآن محل کراچی، صفحہ ۲۸۹-۲۹۰

(۱۳۰) هدایہ، برهان الدین مرغینانی (۵۹۳ھ) مطبوعہ قرآن محل کراچی، صفحہ ۲۸۹-۲۹۰
بدایۃ المجتهد، ابن رشد (۵۹۵ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۷۹ھ جلد ۲، صفحہ ۳۳۲
مجمع الانهر، داماد آفندی (۱۰۷۸ھ) مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ جلد ۲، صفحہ ۳۵۹

marfat.com

ذی رحم محرم کے ہبہ سے رجوع کی ممانعت :

ہبہ اور صدقہ کبھی اجنبیوں کی طرف سے ہوتا ہے اورکبھی رشتہ داروں کی طرف سے رشتہ داروں کی طرف سے ہبہ افضل ہے کیونکہ اس میں ہبہ صلۂ رحمی کے سبب سے ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ "سب سے اچھا صدقہ وہ ہے جو ذی رحم رشتہ دار کو کیا جائے" ۔ ابراہیم نخعی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا : "جس شخص نے ہبہ کیا واسطے ذی رحم محرم کے اور اس ذی رحم محرم نے شئے موہوبہ پر قبضہ کر لیا تو واہب کے لیے اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے" ۔ "نیز عطاء و مجاہد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا:"کہ جس شخص نے ذی رحم محرم کے واسطے کوئی ہبہ کیا اور اس ذی رحم محرم نے شئے موہوبہ پر قبضہ کر لیا تو واہب کے لیے اس ہبہ میں رجوع جائز نہیں ہے اور جس شخص نے غیر ذی رحم کے حق میں ہبہ کیا اس کے لیے اس ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے جب تک کہ اس شئے موہوبہ کا عوض نہ ملا ہو" ۔

حضرت عمر کے قول میں ذی رحم محرم سے کیا مراد ہے اس کا بعض روایات میں ذکر کیا گیا ہے ۔ ذی رحم محرم میں دائمی حرمت کے ساتھ قرابت فرض کی گئی ہے نہ کہ ایسی قرابت جس میں محرمیت نہ ہو (یعنی حضرت عمر کے قول میں ذی رحم محرم کا جو لفظ آیا ہے اس سے مراد ایسا صلۂ قرابت ہے جس میں کہ قرابت داری دوامی ہو اور محرمیت کے ساتھ ہو یعنی رشتہ دار محرم ہو جیسے ماں اور بیٹا ، ایسی قرابت مراد نہیں ہے جو غیر محرم کے ساتھ ہو) جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : کہ "تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنھم الآیہ"یعنی قطع کرتے ہیں اپنے ارحام کو ان پر اللہ کی لعنت ہے ۔ یہاں رحم سے مراد دوامی

marfat.com

طور پر محرم ہونا ہے ۔ ۱۳۱

مذکورہ بالا حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ ہبہ بلاقبضہ تمام نہیں ہوتا کیونکہ قبضے کا اعتبار اس بناء پر کیا گیا کہ وہ رجوع سے باز رکھتا ہے اور اس بارے میں ہماری (احناف کی) دلیل یہ ہے کہ باپ جب اپنے بیٹے کے لیے ہبہ کرتا ہے تو اس کے لیے اس ہبہ میں رجوع کرنا جائز نہیں ۔ جس طرح کہ بیٹا جب اپنے باپ کو ہبہ کرے تو اس کے لیے اس ہبہ میں رجوع جائز نہیں اور یہ حکم اس لیے ہے کہ رجوع سے باز رکھنا ایک مخصوص مقصد کے حصول کی غرض سے ہے اور وہ مقصد صلۂ رحمی ہے ۔کیونکہ رجوع میں خصومت اور دشمنی ہے جس سے قطع رحمی ہوتی ہے اور اس ضمن میں اولاد محرمیت والی دائمی قرابت میں سب سے زیادہ قوی قرابت والی ہے۔۱۳۲

اس حدیث میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ وہ شخص جو اجنبی کے حق میں ہبہ کرے اس کو حق ہے کہ وہ اس ہبہ میں رجوع کر لے جب تک کہ اس کو عوض نہ ملا ہو، کیونکہ حضور (صلعم) کے قول "مالم یثب" میں ثواب سے مراد عوض ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں مسئلوں میں ہمارے (احناف کے) امام ہیں ۔۱۳۳

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ شوہر اور زوجہ ذی رحم محرم کے درجے میں ہیں چنانچہ ان میں سے کوئی ایک جب دوسرے کو ہبہ کرے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس ہبہ میں رجوع کرے ۔ اس قول سے ہم (احناف) یہ اخذ کرتے ہیں کہ شوہر اور زوجہ میں بذریعہ زوجیت قرابت قریبہ موجود ہے اور اسی سبب سے دونوں طرف بغیر حجب کے وراثت

---

(۱۳۱) المبسوط ، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۹

(۱۳۲) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۹

(۱۳۳) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۲ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۹

marfat.com

متعلق ھوتی ھے اور اسی زوجیت کے سبب کی بناء پر ایک دوسرے کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کرنا منع ھے۔ ھبہ سے جو مقصود حاصل ھوتا ھے وہ ان دونوں کے درمیان سکون اور ازدواج ھے اور رجوع میں ان دونوں کے درمیان عداوت اور نفرت پیدا کرنا ھے اور زوجیت الفت و مودت کے معنی میں ھے پس دونوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی ایک ایسے فعل کا اقدام، جو الفت اور مودت کی ضد ھو، منع ھے ۔ چنانچہ اسی سبب سے قرابت داروں اور رشتہ داروں کے درمیان رجوع کرنا منع ھے ۔۱۳۴

شوھر کی طرف سے زوجہ کے ھبہ میں رجوع :

اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ کے حق میں ھبہ کیا اور پھر وہ عورت اس سے بائن (جدا) ھو گئی تو مرد اس ھبہ میں رجوع نہیں کر سکتا ، کیونکہ ھبہ قیام زوجیت کے دوران کیا تھا اور یہ بات ظاھر ھے کہ اس وقت مرد کا مقصود عوض نہیں ھو سکتا تھا لہذا ایسے ھبہ میں مرد رجوع نہیں کر سکتا ۔۱۳۵

شیعۂ امامیہ :

شیعی فقہاء کے نزدیک زوجہ کو ھبہ شوھر میں اور شوھر کو ھبہ زوجہ میں رجوع کرنا مکروہ ھے اور بعض علماء نے فرمایا ھے کہ زوج و زوجہ اس باب میں اھل قرابت کا حکم رکھتے ھیں ۔ قول اول اشبہ اور قواعد و اصول کے موافق ھے ۔۱۳۶

---

(۱۳۴) المبسوط، امام سرخی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ھجری ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۵۱

(۱۳۵) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ھجری، جلد ۱۲ ، صفحہ ۶۱
مجمع الانہر، داماد آفندی،(۱۰۷۸ھ) جلد۲،مطبوعہ مصر۱۳۲۸ھ، صفحہ۳۶۲
البحرالرائق' ابن نجیم، (۹۷۰ھ) مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ، جلد۷، صفحہ ۲۹۴

(۱۳۶) شرائع الاسلام' نجم الدین ابی جعفر الحلی (۶۷۴ھ)، مطبوعہ بیروت، القسم الرابع ، صفحہ ۲۵۳

marfat.com

جب زوجہ شوہر کی طرف سے جبر مدعی ہو :

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے ۔ آپ نے فرمایا : ”کہ جب عورت اپنے شوہر کو ہبہ کرے تو وہ اگر چاہے تو اس میں رجوع کر سکتی ہے جب کہ وہ اس امر کی مدعی ہو کہ اس کے شوہر نے اس پر جبر کیا تھا اور اگر شوہر نے زوجہ کے حق میں ہبہ کیا تو شوہر کے واسطے جائز نہیں ہے کہ وہ ہبہ میں رجوع کرے ۔“ حضرت علی کے قول سے مراد زوجیت کے حکم کے سبب رجوع میں شوہر اور زوجہ کے درمیان فرق کرنا نہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ اگر عورت اس امر کی مدعی ہو کہ اس پر جبر کیا گیا ہے تو اس کا دعویٰ قابل سماعت ہوگا اور شوہر کی جانب سے اس دعوے کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا ۔ کیوں کہ ظاہر یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کے اوپر جبر کرنے پر قادر ہے ، جب کہ عورت اپنے شوہر پر جبر کرنے پر قادر نہیں ہے نیز ظاہر ہے کہ عورت اپنی ذات کے سبب شوہر کی جانب سے ڈرتی ہے جس سے اکراہ (جبر) بذریعہ مارپیٹ اور قید ثابت ہو گا اور شوہر کو اپنی زوجہ کی جانب سے اس قسم کا کوئی خوف درپیش نہیں ہوتا ۔ اس قول میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص پر جبر کیا گیا ہو اس کا ہبہ جائز نہیں ، کیوں کہ ہبہ کی صحت کی شرط مکمل رضامندی کا ہونا ہے ، اور جبر رضامندی کو معدوم کر دیتا ہے ۔[۱۳۷]

جو کوئی شخص تقسیم شدہ شے کا ہبہ ذی رحم محرم کو کرے اور اس کا قبضہ موہوب لہ ، کو دے دے تو پھر اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس ہبہ میں رجوع کرے اور اگر اس شخص نے اس شے مقسومہ کا

---

(۱۳۷) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۵۲

البحرائق ، ابن نجیم ، (۹۷۰ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ہجری ، جلد ۷ ، صفحہ ۲۹۴

marfat.com

ہبہ کسی اجنبی کے حق میں کیا یا کسی ذی رحم غیر محرم کے حق میں کیا تو اس کا رجوع کرنا ہبہ میں جائز ہو گا ۔

حنفیہ اور شافعیہ میں اختلاف :

اجنبی کو ہبہ کرنے کی صورت میں رجوع کے سلسلے میں ہمارے (احناف) کے نزدیک رجوع کا حق اس وقت تک ہے جب تک کہ واہب کو شے موہوبہ کا عوض موہوب سے نہ ملا ہو ، اگرچہ ایسا کرنا بطریق دیانت اس کے لیے مستحسن نہیں ، لیکن امام شافعی کے نزدیک واہب کے لیے اجنبی کو شے موہوبہ ہبہ کرنے کی صورت میں ہبہ میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے ۔ امام شافعی اپنے قول کی تائید میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں کہ : ”واہب ہبہ میں نہ رجوع کرے مگر جب کہ باپ اپنے بیٹے کے حق میں ہبہ کرے“۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا : ”نہیں ہے حلال کہ واہب ہبہ میں رجوع کرے الا یہ کہ باپ نے اپنے بیٹے کو ہبہ کیا ہو۔“ چنانچہ امام شافعی کے نزدیک حضور (صلعم) نے رجوع سے منع فرمایا یا اسے حرام قرار دیا اور شرعاً حرام کے ارتکاب کا اقدام کرنا ناجائز ہے ۔ نیز حضور (صلعم) نے فرمایا : کہ ”ہبہ میں لوٹانے والا اس لوٹانے والے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے اور پھر اس قے کو چاٹ لیتا ہے“ ۔ ایک روایت میں ہے کہ ”اس کتے کی طرح ہے جو قے کرے اور پھر اپنی قے کو چاٹ لے“ ۔ امام شافعی کے نزدیک قے کو نگل لینا حرام ہے ۔ پس اس طرح ہبہ میں رجوع بھی حرام ہے ۔ اور اس کی علّت یہ ہے کہ ہبہ عقد تملیک ہے یعنی مالک بنا دینے والا عقد ہے ۔ پس عقد تملیک مطلق ہونے کے اعتبار سے رجوع کو نہیں چاہتا جیسا کہ بیع میں ہے اور یہ بھی کہ رجوع مقصود کی ضد ہے اور مقصد مالک بنانا ہے اور عقد اپنے متضاد معنی کو اپنے ضمن میں نہیں رکھتا ۔

marfat.com

احناف کے دلائل :

احناف کی دلیل حضرت علی کے قول کے بارے میں یہ ہے کہ حضرت علی کی حدیث موقوف ہے (یعنی اس کی نسبت یا اسناد حضور تک نہیں پہنچتیں) اور رسول اللہ (صلعم) کی ایک مرفوع حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا : کہ "ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اسے شئے موہوبہ کا عوض نہ ملا ہو"۔ اس حدیث میں حضور کی مراد قبضے کے بعد واہب کا حق رجوع ثابت کرنا ہے کیونکہ قبضے سے پہلے ہبہ مکمل نہیں ہوتا ۔ حضور کے قول میں حق رجوع کے سلسلے میں واہب کی طرف اس کی نسبت اس لیے کی گئی ہے کہ شئے موہوبہ پہلے اس کی ملکیت تھی جیسا کہ ایک آدمی کہے کہ ہم نے فلاں نان بائی کی روٹی کھائی اگرچہ اس نے وہ روٹی اس سے خرید لی تھی یہاں حق عوض کے حصول کا جو اس شئے میں ہے وہ قبضے کے بعد حق رجوع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پیشکش کرو اُس سے بہتر یا اُسی جیسی ۔"[۱۳۸]

ابوہریرہ کی حدیث میں رسول (صلعم) سے مروی ہے کہ:"جس شخص نے ہبہ کیا اور وہ پھر اس میں رجوع کرنے کا ارادہ کرے ، اس کو اپنے فعل کی برائی کو جان لینا اور اس فعل (کے ارتکاب) سے ٹھہر جانا چاہیے ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ "جس شخص نے ہبہ کیا وہ پھر رجوع کرنے کا ارادہ کرے تو اُسے اپنے فعل سے باز رہنے کی اچھائی پر غورکرنا چاہیے اور (فعل رجوع سے) رک جانا چاہیے" اس حدیث سے مراد ہبہ میں واہب کا حسن فعل ہے اور رجوع میں قبح فعل ہے ۔[۱۳۹]

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "ہبہ

---

(۱۳۸) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۲ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۵۲

(۱۳۹) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۲ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۵۳

marfat.com

کرنے والے تین ہیں ۔ ایک وہ آدمی جو بطور صدقہ ہبہ کرے ۔ اس کے لیے ہبہ میں رجوع جائز نہیں ۔ دوسرے وہ آدمی جو دوسرے سے ہبہ کی امید پر ہبہ کرے ، اس کے لیے رجوع جائز ہے جب تک کہ اسے عوض نہ ملا ہو ۔ تیسرے وہ آدمی جو عوض کی شرط کے ساتھ ہبہ کرے ، وہ ہبہ ایک فرض ہے اس کی حیات میں اور اس کی موت کے بعد بھی ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہبہ جو اجنبیوں کے لیے کیا گیا ہو اس کا مقصود معاوضہ اور بدلہ ہے اور اس بارے میں اس کا مرجع ظاہراً عرف و عادت ہے کیوں کہ انسان ہبہ کرتا ہے یا تو اس شخص کے حق میں جو اس سے درجے میں بلند ہوتا ہے تاکہ اس کی جاہ سے فائدہ اٹھائے اور یا اپنے سے کم تر درجے کے آدمی کے لیے تاکہ وہ موہوب لہ اس کی خدمت کرے اور یا اپنے سے مساوی درجے کے آدمی کے حق میں تاکہ وہ اس کو عوض دے ۔[۱۴۰]

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حق رجوع عقد ہبہ کا مقتضاء نہیں ہے بلکہ عقد کے مقصود میں خلل کا باعث ہے اور ہبہ سے مقصود جود و سخا کا اظہار ہے بایں معنی کہ جو معروف ہو چکا ہو وہ مشروط کے درجہ میں ہوتا ہے اور تبرّع (احسان) میں جہاں عوض مقصود ہوتا ہے وہاں اظہار جود و سخا بھی مقصود ہے ۔[۱۴۱]

حضور (صلعم) نے فرمایا "تہادوا تحابوا" یعنی ھدیہ دو تا کہ محبت بڑھے ۔ اس میں تفاعل کا باب اختیار کیا گیا ہے جو جانبین سے وجود فعل کا مقتضیٰ ہے یعنی دونوں طرف سے ہبہ ہو ۔ بالفاظ دیگر اس کے معنی ہوئے کہ ایک دوسرے کو ہبہ کرو تا کہ ایک دوسرے میں محبت پیدا ہو ۔

---

(۱۴۰) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ھجری، جلد ۱۲، صفحہ ۵۲

(۱۴۱) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ھجری جلد ۱۲، صفحہ ۵۲

marfat.com

حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا کہ آپ نے ایک گھوڑا فی سبیل اللہ دے دیا یعنی بخش دیا پھر دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا ہے پس آپ نے ارادہ کیا کہ اس گھوڑے کو خرید لیں آپ نے حضور (صلعم) سے پوچھا حضور نے فرمایا :"اپنے صدقے میں رجوع نہ کرو"۔ حالانکہ خریدنا حکماً صدقے میں رجوع نہیں ہوتا مراد یہاں اس سے یہ ہے کہ بطور دیانت اور مروّت کے بھی رجوع اچھا نہیں ۔۱۳۲

جس حدیث میں کتے کی اپنی قے کو چاٹ لینے کے فعل کو رجوع سے تشبیہہ دی گئی ہے تو در اصل اس کا مقصود رجوع کے فعل کے قبیح ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ کتا فعل قباحت سے موصوف ہوتا ہے نہ کہ حرمت سے کیونکہ کتا غیر مکلف ہے ۔۱۳۳

جب والد اپنے بیٹے کے حق میں ہبہ کرے تو احناف کے نزدیک رجوع جائز نہیں ہے امام شافعی کے نزدیک باپ کو اپنے بیٹے کے حق میں ہبہ میں رجوع کا حق ہے ۔ احناف کا مسلک ہبہ کے مقصود و معنی کے لحاظ سے راجح ہے ۔

ظاہری مسلک :

علامہ ابن حزم ظاہری کے مذہب میں ہبہ کا لفظ استعمال کرنے سے ہبہ تام ہو جاتا ہے ۔ ان کے نزدیک اس کے بعد واہب کو اپنے ہبہ میں رجوع کرنے کا مطلق حق حاصل نہیں رہتا مگر دو صورتوں میں رجوع کیا جا سکتا ہے ۔ (۱) باپ یا ماں اپنے بیٹے یا بیٹی (اولاد) کو ہبہ کرے ان دونوں کو ہر وقت اپنے ہبہ میں رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا ۔ چاہے اولاد بالغ ہو یا نابالغ ہو ۔ خواہ اولاد نے اس ہبہ کو اپنی زوجہ کے

---

(۱۳۲) المبسوط، امام سرخسی ، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۵۴

(۱۳۳) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲ ، صفحہ ۵۴

marfat.com

حق عقد ازدواجی کا عوض (مہر) بنا لیا ہو یا نہ بنایا ہو۔ اس کے بدلے قرض کا معاہدہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو، البتہ اگر موہوب ہلاک ہوگیا تو اب رجوع صحیح نہ ہوگا نیز ہبہ کے بعد موہوب کی آمدنی یا پیدا ہونے والے بچہ میں بھی رجوع جائز نہ ہوگا۔ والدین کے ہبہ کی صورت میں اگر موہوب کا کچھ حصہ ہلاک ہوگیا اور کچھ حصہ باقی رہا تو باقی حصہ میں والدین کا رجوع کر لینا جائز ہے۔[۱۴۴]

رجوع کی چند مزید صورتیں :

ایک شخص نے ایک عورت کے حق میں ہبہ کیا پھر اس عورت سے نکاح کر لیا تو اس مرد کو حق ہے کہ وہ اس ہبہ میں رجوع کر لے، کیونکہ جب اس مرد نے اس عورت کو ہبہ کیا تھا اس وقت وہ عورت اس مرد کے لیے اجنبی تھی جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس مرد کا مقصود عوض تھا جو اس کو نہیں ملا اور یہ کہنا کہ اس مرد کا مقصود اس ہبہ سے یہ تھا کہ وہ اس عورت سے نکاح کرلے جو اس نے کرلیا اس لیے وہ اپنے مقصود کو پہنچ گیا، بنا بریں وہ اس ہبہ میں رجوع نہیں کر سکتا اس کے جواب میں احناف کہتے ہیں کہ یہ مقصود شرعی نہیں ہے۔[۱۴۵]

شیعی نقطۂ نظر :

اگر کوئی شخص ہبہ کرے اور مال موہوب کو قبضہ دینے کے بعد غیر موہوب لہٗ کے ہاتھ فروخت کرے پس اگر موہوب لہٗ واہب کے اہل قرابت میں سے ہو تو بیع صحیح نہ ہوگی اور اسی طرح اگر موہوب لہٗ شخص اجنبی ہو اور واہب اس سے عوض لے چکا ہو تب بھی مال موہوب

---

(۱۴۴) المحلی، ابن حزم (۴۵۶ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۵۲ھ جلد ۶، صفحہ ۱۵۵

(۱۴۵) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحات ۶۱-۶۰

مجمع الانہر داماد آفندی، (۱۰۷۸ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد ۲، صفحہ ۳۶۲

marfat.com

کی بیع صحیح نہ ہوگی، لیکن اگر موہوب لہ شخص اجنبی ہو اور واہب نے اس سے عوض نہ لیا ہو اور مال موہوب کو فروخت کرے تو بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ بیع باطل ہوگی اس لیے کہ اس صورت میں واہب نے اس مال کو فروخت کیا ہے جس کا کہ وہ مالک نہ تھا اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بیع صحیح ہوگی کیونکہ واہب کو صورت مذکورہ میں رجوع کرنا جائز ہے اور اول قول اشبہ اور قاعدہ کے موافق ہے۔ اگر ہبہ فاسد ہو تو عقد بیع بہر حال میں صحیح ہوگا خواہ موہوب لہ اہل قرابت میں سے ہو یا اجنبی، خواہ واہب نے عوض لیا ہو یا نہ لیا ہو اور یہی کلام اس صورت میں بھی جاری ہوگا جب کہ کوئی شخص اپنے مورث کے مال کو فروخت کرے اور اس کی حیات کا یقین رکھتا ہو اور فروخت کرنے کے بعد اس کے مورث کا وقت بیع وفات پانا ظاہر ہو تو اس صورت میں بیع صحیح ہوگی اس لیے کہ صورت مفروضہ میں بائع نے دراصل اسی مال کو فروخت کیا ہے جس کا کہ وہ مالک تھا اور اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے آزاد کردہ غلام کے ساتھ وصیت کرے اور بعد وصیت اس کے عتق (آزاد کرنا) ظاہر ہو تو وصیت صحیح ہوگی۔[۱۳۶]

عوض کے بعد رجوع کا حق نہیں:

ہبہ میں رجوع کا مانع عوض لے لینا ہے کیونکہ ہبہ کا مقصود عوض ہے جو پورا ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں "مالم یثب" اس بات کی دلیل ہے کہ عوض مل جانے کے بعد رجوع نہیں ہے۔[۱۳۷]

جب موہوب لہ واہب کو اس کے ہبہ کا عوض دے دے اور

---

(۱۳۶) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی (۶۷۶ھ)، مطبوعہ بیروت، صفحہ ۲۵۴

(۱۳۷) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۲ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۳، صفحہ ۵۶

ہدایہ (عربی) برحاشیہ فتح القدیر، مطبوعہ مصر، جلد ۷، صفحہ ۱۳۳

بدائع الصنائع، امام کاسانی (۵۸۷ھ) مطبوعہ مصر ۱۹۱۰ع جلد ۶، صفحہ ۱۲۹

marfat.com

واهب اس عوض پر قبضه کر لے تو واحب مجاز نه هوگا که اپنے هبه میں رجوع کرے اور نه عوض دینے والا موهوب لهه مجاز هوگا که اپنے عوض میں رجوع کرے ۔[۱۴۸]

هبه بشرط عوض به منزله بیع کے هے ۔[۱۴۹] چنانچه اگر ایک شخص دوسرے کو بشرط عوض هبه کرے که وه کسی دن اس کا عوض دے دے اور دونوں اس پر متفق هوگئے اور ان میں سے ایک نے دوسرے کے عوض پر قبضه نه کیا هو یہاں تک که دوسرا عوض دینے سے انکار کرے تو پہلا شخص اپنے هبه میں رجوع کر سکتا هے البته اگر دونوں میں عوض کا لین دین هو جائے تو هبه جائز هوگا (کیونکه عوض کی تکمیل هر دو جانب سے هوگئی) ۔[۱۵۰]

اگر نصف هبه کے عوض میں کوئی شئے دی تو واهب کو اختیار هوگا که بقیه میں رجوع کر سکے کیونکه بعض(جزو) کے واسطے کل کا اعتبار کیا جائے گا ۔[۱۵۱]

---

(۱۴۸) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۲ھ) مطبوعه مصر ، ۱۳۲۴ هجری، جلد ۱۲ صفحه ۷۵
بدائع الضائع، امام کاسانی (۵۸۷ھ)' مطبوعه مصر ۱۹۱۰ء، جلد۶، صفحه ۱۳۱
بحرالرائق ابن نجیم (۹۷۰ھ) ، مطبوعه مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ۷ صفحه ۳۱۹
(۱۴۹) المبسوط، امام سرخسی ، (۴۸۲ھ) مطبوعه مصر ، ۱۳۲۴ هجری، جلد ۱۲، صفحه ۷۹
بحرالرائق ابن نجیم (۹۷۰ھ)، مطبوعه مصر ۱۳۱۱ھ جلد ۷ صفحه ۳۲۱
هدایه (عربی) بر حاشیه فتح القدیر مطبوعه مصر ، جلد ۷ ، صفحه ۱۳۸
(۱۵۰) المبسوط، امام سرخسی ، (۴۸۲ھ) مطبوعه مصر ، ۱۳۲۴ هجری ، جلد ۱۲ صفحه ۷۹
بحرالرائق ابن نجیم ، (۹۷۰ھ) مطبوعه مصر، ۱۳۱۱ھ جلد ۷ ، صفحه ۳۱۸
بدائع الصنائع، امام کاسانی (۵۸۷ھ)، مطبوعه مصر ۱۹۱۰ء، جلد۶ صفحه۱۳۲
(۱۵۱) المبسوط امام سرخسی ، (۴۸۲ھ) مطبوعه مصر ، ۱۳۲۴ هجری'جلد ۱۲ ، صفحه ۸۲
بحرالرائق ابن نجیم ، (۹۷۰ھ) مطبوعه مصر ، ۱۳۱۱ھ جلد ۷ ، صفحه ۳۱۹
بدائع الصنائع' امام کاسانی (۵۸۷ھ)' مطبوعه مصر ۱۹۱۰ء' جلد ۶' صفحه ۱۳۲

marfat.com

ایک شخص نے دوسرے شخص کے حق میں زمین ہبہ کی - موهوب لہ نے اس پر عمارت بنا لی - اب واهب نے ارادہ کیا کہ اپنے ہبہ میں رجوع کر لے اس نے اپنا مقدمہ قاضی کے روبرو پیش کیا - قاضی نے قرار دیا کہ واهب کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے پھر موهوب لہ نے اپنا مکان گرا دیا - اب واهب کے واسطے امر مانع کے زائل ہو جانے کے سبب رجوع کا حق لوٹ آیا اور وہ اپنے ہبہ میں رجوع کر سکتا ہے -[۱۵۲]

دراصل موهوب لہ میں زیادتی متصلہ کا پیدا ہو جانا رجوع سے مانع ہوتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یا تو اصل موهوبہ میں متصل زیادتی پیدا ہو گی ، خواہ یہ موهوب لہ کے فعل سے پیدا ہو یا از خود پیدا ہو رجوع ممنوع ہو گا ، کیونکہ اصل کو زیادتی کے بغیر واپس کرنا ممکن نہیں ہوتا اور زیادتی موهوبہ نہیں ہوتی کہ اس میں رجوع کیا جا سکے - اور یہ ممکن نہیں کہ اصل کو زیادتی سے جدا کیا جا سکے - مثلاً مکان میں تعمیر کا اضافہ کر لیا یا زمین میں ایسے درختوں کا باغ لگا لیا جو بقاء دائمی کے طور پر لگائے جاتے ہیں یا کپڑا تھا پختہ رنگ دیا گیا یا اس کی قمیض یا کوٹ وغیرہ بنا لیا گیا اور اگر زیادتی منفصلہ ہو تو رجوع کرنا جائز ہو گا - خواہ یہ زیادتی اصل موهوبہ سے ہی پیدا ہوئی ہو یا خارج سے لاحق ہوئی ہو -[۱۵۳]

جب واهب نے رجوع کا ارادہ کیا اس وقت وہ لونڈی حاملہ تھی - چنانچہ اگر وہ زیادتی (حمل) بلا گناہ ہے (یعنی لونڈی کا حمل مالک سے ہے یا شوہر سے) تو واهب اس میں رجوع نہیں کر سکتا ، لیکن اگر زیادتی

---

(۱۵۲) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ہجری ، جلد ۱۲، صفحہ ۸۶-۸۵

(۱۵۳) بدائع الصنائع امام کاسانی، (۵۸۷ھ) مطبوعہ مصر ۱۹۱۰ع، جلد ۶، صفحہ ۱۲۹ بحرالرائق ابن نجیم، (۹۷۰ھ) مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ، جلد ۷، صفحہ ۳۱۷

marfat.com

(حمل) گناہ کے سبب ہے تو اس میں رجوع کر سکتا ہے ۔۱۵۴

ایک کنیز بوقت ھبہ بدصورت تھی بعد کو حسین و جمیل ھو گئی تو واھب اس کو واپس نہیں لے سکتا کیونکہ حسن و جمال زیادتی کے مترادف ہے ، البتہ اس کے برعکس صورت میں رجوع جائز ھو گا ، کیونکہ کمی واھب کے حق رجوع میں مانع نہیں ہے ۔۱۵۵

واھب نے موھوب لہہ کو لوھا ھبہ کیا ۔ موھوب لہہ نے اس سے تلوار بنا لی یا کاغذ دیا اور اس پر موھوب لہہ نے لکھ لیا تو ایسی شئے میں واھب رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ تبدیلی ذات شئے یا ذات شئے میں زیادتی حادثاً یا موھوب لہہ کے فعل سے شئے موھوبہ کی مالیت میں زیادتی ہے جو رجوع میں مانع ہے ۔۱۵۶

شئے موھوبہ کی قیمت میں اضافہ یا تبدیلی کی صورت میں :

جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر موھوب میں اضافہ ھو گیا تو حق رجوع نہیں ، کیونکہ حق رجوع اس میں ہے جو ھبہ میں شامل ہے اور یہ زیادتی جو اس شئے موھوبہ میں ھوئی ھبہ میں شامل نہیں اور اصل شئے موھوبہ میں بغیر اس زیادتی کے جو اصل شئے سے متصل ہے رجوع ممکن نہیں ، بناء بریں شئے موھوبہ میں اضافے کے سبب رجوع نہیں کیا جا سکتا ۔۱۵۷ البتہ اگر اس شئے کی قیمت بڑھ جائے تو رجوع

(۱۵۴) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ھجری، جلد ۱۲، صفحہ ۸۸

(۱۵۵) المبسوط، امام سرخی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ھجری ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۸۸

مجمع الانہر، داماد آفندی ، (۱۰۷۸ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ھجری، جلد۲ ، صفحہ ۳۶۱

(۱۵۶) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبو مصر ، ۱۳۲۴ ھجری ، جلد ۱۲ ، صفحات ۸۹-۸۸

(۱۵۷) المبسوط ، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ھجری ، جلد ۱۲، صفحہ ۵۶

marfat.com

کا حق ساقط نہ ہو گا کیونکہ قیمت میں اضافہ اصل شئے کی ذات میں اضافہ نہیں بلکہ یہ اضافہ لوگوں کی رغبت کی زیادتی کے سبب ہے۔ شئے اپنے حال پر جیسی کہ تھی ویسی ہی ہے۔[۱۵۸]

واہب نے ایک کپڑا ہبہ کیا موہوب لہ نے اس کو سرخ یا پیلا رنگ لیا یا اس کو سی لیا اب واہب اس ہبہ میں رجوع نہیں کر سکتا۔[۱۵۹]

شیعی نقطہ نظر:

علامہ نجم الدین الحلّی نے لکھا ہے کہ جب واہب اس ہبہ میں رجوع کرے جس میں کہ اس کو رجوع کرنا صحیح ہو (مثلاً شخص اجنبی کے لیے بدون عوض واقع ہوا ہو) اور مال موہوب میں کوئی عیب بزیادتی نقصان حادث ہو چکا ہو تو واہب کو موہوب لہ سے ڈنڈ (قدر تفاوت بین الصحیح و المعیب) کا مطالبہ صحیح نہ ہو گا اس لیے کہ وہ ملک موہوب لہ میں حادث ہوا جس پر مالک کی طرف سے اس کو تسلط حاصل تھا، خواہ عیب مذکور اسی کے فعل سے حادث ہوا ہو یا اور کسی وجہ سے اور جب کہ مال موہوب میں کوئی نماء متصل زیادتی (جیسے چوپایہ کا فربہ ہونا) حادث ہو تو رجوع کے بعد واہب کا مال ہو گا اور اگر کوئی نماء منفصل زیادتی (جیسے درخت میں پھل اور حیوان سے بچے کا پیدا ہونا) حاصل ہو پس اگر بعد عقد حاصل ہوئے ہوں تو موہوب لہ کا اور اگر وقت عقد موجود ہو تو واہب کا مال ہوگا۔[۱۶۰]

---

(۱۵۸) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۵۶

(۱۵۹) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۸۳

بدائع الصنائع امام کاسانی، (۵۸۷ھ) مطبوعہ مصر ۱۹۱۰ء، جلد ۶، صفحہ ۱۲۹
الاختیار لتعلیل المختار، عبداللہ بن محمود بن مودود (۶۸۳ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۹۵۱ء جلد ۲، صفحہ ۵۰

(۱۶۰) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی (۶۷۴ھ) مطبوعہ بیروت القسم الرابع، صفحہ ۲۵۴

marfat.com

جب کہ موہوب لہ پارچہ موہوب (وہ کپڑا جو ہبہ کیا گیا ہے) کو رنگ لے پس اگر ہم قائل ہوں کہ ایسا تصرف مانع رجوع ہے تو واہب کو رجوع کرنا صحیح نہ ہو گا اور اگر ہم قائل ہوں کہ ایسا تصرف اور صورت (جب کہ واہب اجنبی ہو) مانع رجوع نہیں ہے تو موہوب لہ پارچہ مذکورہ میں قیمت رنگ کے ساتھ اس کا شریک ہو گا ۔۱۶۱

موہوب لہہ کی ملکیت سے نکل جانے کے بعد :

اگر شئے موہوبہ ، موہوب لہہ کی ملک سے نکل جائے تب بھی واہب کو حق رجوع نہیں رہتا چونکہ موہوب لہہ کی ملکیت سے موہوبہ منتقل ہو کر دوسرے کی ملکیت میں پہونچ گئی ، اس سے موہوبہ گویا شئے دیگر ہوگئی کیونکہ تبدیلی ملک سے شئے کی ذات متبدل ہو جاتی ہے ۔ اس کے ماسوا جب موہوب لہہ نے موہوبہ میں تصرف کر کے استفادہ کر لیا تو ہبہ کی غرض اصلی انتہاء کو پہونچ گئی ۔ اب ایسی ملک میں جو ہبہ سے حاصل ہوئی تھی رجوع کا حق دینے کے یہ معنی ہوں گے کہ اس ملک کو ختم کر دیا جائے اور یہ امر دوسرے کی ملکیت میں ممکن نہیں رہتا ۔۱۶۲

اگر شئے موہوبہ موہوب لہہ کے پاس سے ضائع ہو جائے اس سے پہلے کہ واہب قاضی کے حکم کے بعد اس پر قبضہ کرے اور واہب کے مطالبۂ قبضہ کے باوجود موہوب نے موہوبہ کو روکا ہو تو واہب مجاز ہو گا

(۱۶۱) شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی (۶۷۶ھ)، مطبوعہ بیروت القسم الرابع، صفحہ ۲۵۴

(۱۶۲) المبسوط، امام سرخسی ، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ہجری ، جلد ۱۲ صفحہ ۵۶

بدائع الصنائع امام کاسانی ، (۵۸۷ھ) مطبوعہ مصر ۱۹۱۰ء ، جلد ۶ ، صفحہ ۱۲۹

marfat.com

کہ وہ شئے موہوبہ کی قمیت موہوب لہہ سے بطور تاوان وصول کرے ۔۱۶۳

اگر شئے موہوبہ خود ضائع ہو گئی یا اسے موہوب لہہ نے ختم کر دیا یا موہوب لہہ کی ملک سے نکل گئی ہو یا اس نے شئے موہوبہ کو نابالغ بیٹے یا کسی اجنبی کے حق میں ہبہ یا بطور دیگر دے دیا ہو یا خود موہوب لہہ کے پاس وہ شئے موہوبہ باعتبار منفعت (علاوہ قیمت کے) بڑھ گئی ہو تو اس ہبہ سے واہب کے لیے رجوع جائز نہ ہو گا ۔۱۶۴

اگر گھر ہبہ کیا جس کی بنیاد منہدم ہو گئی تو واہب کے لیے جائز ہے کہ اس زمین پر رجوع کرلے ۔۱۶۵ کیونکہ شئے کی ذات میں کمی رجوع میں مانع نہ ہوگی ۔

اگر نصف ہبہ کے عوض میں کوئی چیز دی تو واہب کو حق ہوگا کہ وہ باقی ہبہ میں رجوع کرے ۔ کیونکہ جزو پر کل کا اعتبار کیا جائے گا اور موہوبہ کے عوض مقرر کرنے میں اس کے حصے کیے جا سکتے ہیں ۔ واہب مجاز نہیں ہے کہ وہ اپنے ہبہ میں (قبضہ کے بعد) بغیر حکم قاضی کے رجوع کرے الا یہ کہ خود موہوب لہہ شئے موہوبہ واہب کو لوٹا دے ۔ اس سے پہلے کہ قضائے قاضی (حکم عدالت) کے بعد واہب شئے موہوبہ کا قبضہ موہوب لہہ سے لے، اگر شئے موہوبہ موہوب لہہ سے (بغیر انکار واپسی) ضائع ہو جائے تو ایسی صورت میں واہب کے لیے جائز

---

(۱۶۳) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ہجری ، جلد ۱۲ صفحہ ۸۲

مجمع الانہر، داماد آفندی، (۱۰۷۸ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد ۲ صفحہ ۳۶۴

(۱۶۴) المبسوط ، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲ صفحہ ۸۳

(۱۶۵) المبسوط، امام سرخسی ، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲ صفحہ ۸۳

marfat.com

نہ ہوگا کہ موہوب لہہ سے اس کی قیمت کا تاوان -۱۶۶ (البتہ انکار واپسی کے بعد تاوان لیا جا سکتا ہے) -

جب کہ شئے موہوبہ ہالکہ (ہلاک ہونے والی) مستھلکہ (ہلاک کی گئی) ہو یا موہوب لہہ کی ملک سے نکل کر اس کے نابالغ بیٹے یا اجنبی کے پاس بذریعہ ہبہ یا بطور دیگر چلی گئی ہو یا خود موہوب لہہ کے پاس سے وہ شئے خیراً بڑھ گئی ہو تو واہب کے لیے ہبہ میں رجوع جائز نہ ہوگا-۱۶۷

جب کہ شئے موہوبہ ایک مکان ہو یا زمین ہو اور اس کے ایک ٹکڑے پر تعمیر ہو گئی ہو یا درخت اگ آئے ہوں اس سبب سے واہب کو شئے موہوبہ میں رجوع کا حق نہ ہوگا۱۶۸-

اگر شئے موہوبہ گھر ہو اور ہبہ کے بعہ اس کی بنیاد منہدم ہو گئی ہو تو واہب کو زمین میں رجوع کا حق ہوگا۱۶۹ -

شیعی نقطۂ نظر :

جب کہ مال موہوب پر قبضہ متحقق ہو جائے پس اگر موہوب لہہ

---

(۱۶۶) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲ صفحہ ۸۲

بدائع الصنائع امام کاسانی ، (۵۸۷ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۹۱۰ع ، جلد ٦ ، صفحہ ۱۳۱

مجمع الانہر داماد آفندی ، (۱۰۷۸ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۸ھ ، جلد ۲ ، صفحہ ۳٦۳

(۱٦۷) المبسوط ، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۸۳

(۱٦۸) المبسوط ، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۸۳

(۲٦۹) المبسوط ، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۸۳

مجمع الانہر ، داماد آفندی، (۱۰۷۸ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد ۲، صفحہ ۳٦۰

marfat.com

والدین (ماں باپ) ہوں تو واہب کو اس میں رجوع کرنا اجماعاً جائز نہ ہوگا اور اسی طرح اگر موہوب لہہ سوائے ماں باپ کے اہل قرابت میں سے کوئی اور ہو تب بھی رجوع کرنا جائز نہ ہوگا اگرچہ اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ۔ اگر موہوب لہہ اجنبی ہو اور عین مال باقی ہو تو واہب کو اس میں رجوع کرنا جائز ہوگا اور اگر عین مال تلف ہو گیا ہو تو رجوع کرنا جائز نہ ہوگا اور اسی طرح اگر موہوب لہہ اجنبی ہو اور واہب نے اس سے مال موہوب کے عوض میں کچھ لے لیا ہو تب بھی رجوع کرنا جائز نہ ہوگا اگرچہ قلیل ہو ۔[۱۷۰] اور اگر موہوب لہہ مال موہوب میں ایسا تصرف کر لے جو متلف عین (ذات شئے کو تلف کرنے والا) نہ ہو (جیسے کپڑے کا پہن لینا) تو آیا ہبہ لازم ہو جائے گا یا نہیں ! بعض علماء نے فرمایا ہے کہ لازم ہو جائے گا اور بعض نے فرمایا ہے کہ لازم نہ ہوگا اور یہی قول اشبہ اور اصول مذہب کے موافق ہے ۔

واہب کی موت کے بعد :

اگر واہب مر جائے تو اس کے وارث کو حق نہیں ہے کہ وہ اس ہبہ میں رجوع کرے ۔ کیونکہ عقد ہبہ کے ساتھ تملیک وارث سے متعلق نہیں ہوتی، لہذا وارث اس شئےمیں جو مورث کی ملک میں اس کی موت کے وقت نہیں ہوتی مورث کا جانشین نہیں ہوتا ۔[۱۷۱]

لیکن اگر شخص واہب (ہبہ کرنے والا) عقد کے بعد اور قبضہ سے

---

(۱۷۰) شرائع الاسلام ، نجم الدین ابی جعفر الحلی ، (۶۷۶ھ) ، مطبوعہ بیروت ، القسم الرابع ، صفحہ ۲۵۳

(۱۷۱) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۲ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۵۶

مجمع الانہر، داماد آفندی، (۱۰۷۸ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد ۲، صفحہ ۳۶۱

الاختیار لتعلیل المختار، عبداللہ بن محمود بن مودود (۶۸۳ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۹۵۱ع ، جلد ۲ ، صفحہ ۵۱

marfat.com

پہلے مر جائے تو مال موہوب اس کی میراث میں داخل ہوگا ۔۱۷۲

موہوب لہٗ کے مرض الموت میں رجوع :

موہوب لہٗ کے مرض الموت میں مبتلا ہونے کی حالت میں واہب رجوع کر سکتا ہے یا نہیں اس بارے میں دو روایتیں ہیں ۔ ایک روایت یہ کہ وہ کل مال (ہبہ) میں رجوع کر سکتا ہے اور دوسری یہ کہ ایک تہائی میں کر سکتا ہے کیوں کہ مرض الموت میں مبتلا ہونے کے سبب مال میں ورثاء کا حق متعلق ہو جاتا ہے ۔۱۷۳

موہوب لہٗ کی وفات کے بعد :

اگر موہوب لہٗ مر جائے تو اس کی ملک موہوب لہٗ سے اس کے وارث کی طرف منتقل ہو جاتی ہے ۔ اگر موہوب لہٗ کی زندگی میں ملک کسی دوسرے شخص کی جانب منتقل ہو جائے تو واہب کو اس شئے موہوبہ میں رجوع کا اختیار نہیں رہتا اسی طرح موہوب لہٗ کی موت کے بعد بھی واہب کو اختیار نہ رہے گا ۔ (کیونکہ موہوب لہٗ کے انتقال سے فی الفور اس شئے کی ملکیت میں ورثاء کا حق متعلق ہو جاتا ہے) ۔۱۷۴

پاکستانی عدالتوں کے فیصلے :

جسٹس کیانی و حبیب اللہ خان نے بمقدمہ اورنگ زیب بنام داؤد مندرجہ

---

(۱۷۲) شرائع الاسلام ، نجم الدین ابی جعفر الحلی ، (۶۷۴ھ) ، مطبوعہ بیروت ، القسم الرابع ، صفحہ ۲۵۳

(۱۷۳) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۸۵

بدائع الصنائع ، امام کاسانی ، (۵۸۷ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۹۱۰ع ، جلد ۶ ، صفحہ ۱۲۹

(۱۷۴) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۶۴ ہجری ، جلد ۱۲، صفحہ ۵۶

مجمع الانہر، داماد آفندی، (۱۰۷۸ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد ۲، صفحہ ۳۶۱

marfat.com

پی ایل ڈی ۱۹۵۷ ، پشاور ، صفحہ ۸۵ قرار دیا کہ ایک هبہ جو ایک خونی رشتہ دار (blood relation) کو کیا جائے جس سے نکاح ممنوع ہو، مثلاً دادا کی جانب سے اپنے پوتے کو ، ناقابل رجوع ہے ۔ کسی جائز هبہ کا واپس لینا دو شرطوں کی موجودگی میں ناممکن ہو جاتا ہے ایک یہ کہ موهوب لہه ازدواجی سبب سے محرم ہو اور دوسرے یہ کہ خونی رشتہ دار ہو ۔ خونی رشتہ داروں کی صورت میں ، جو مذکر ہوں ، یہ طے کرنے کے لیے کہ وہ نکاح کے لیے محرم ہیں ایک کی صنف کو بدلنا ہوگا تاکہ یہ مشخّص کیا جا سکے کہ کیا قرابت محرمہ ہو جاتی ہے ۔

بمقدمہ محمد لطیف بنام محمد نواز مندرجہ پی ایل ڈی ، ۱۹۶۰ لاہور ، صفحہ ۱۳۰ جسٹس محمد شفیع نے قرار دیا کہ اسلامی قانون کے تحت ایک هبہ جو ایک شخص دوسرے کو کرے جو اس سے اس قدر قریبی رشتہ رکھتا ہو (مثال کے طور پر بھائی) کہ ان دونوں میں ، اگر جسمانی اعتبار سے نکاح ممکن ہو یعنی مختلف صنف سے تعلق رکھتے ہوں تو ایسا نکاح غیر قانونی ہو گا ، هبہ واپس نہیں لیا جا سکتا ۔ واهب اور موهوب لہه کا مختلف صنف سے ہونا ضروری نہیں تاکہ هبہ میں رجوع کی غرض سے ذی رحم محرم کے درجوں میں آ سکے ۔ الفاظ "محرمی درجات" کے مصنوعی معنی لینے چاهئیں جس کا مطلب ہے کہ قرابت کا وہ درجہ جو ان دو کے درمیان نکاح کے جواز کو جسمانی اعتبار سے گو ممکن ہو خارج کرتا ہو ۔ ان الفاظ کا لغوی مفہوم نہیں لیا جاسکتا ، چنانچہ سوتیلے بھائی کے حق میں هبہ ناقابل رجوع ہے ۔

حق رجوع ایک ذاتی حق ہے :

عدالت عالیہ مغربی پاکستان ، پشاور بینچ نے بمقدمہ عبدالرحمن بنام خلیل الرحمن قرار دیا کہ شرع اسلام میں هبہ سے رجوع کرنے کا حق

marfat.com

ایک ذاتی حق ہے ، چنانچہ یہ حق واہب کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے واہب کے قانونی نمایندگان نہ اس مقدمے کو جاری رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی متابعت میں اپیل کو ، بہر حال تنسیخ ہبہ نامے کا مقدمہ ایک مختلف بنیاد پر قائم ہوتا ہے ایسے مقدمہ کا نہ صرف اختیار ہے بلکہ مقدمہ کرنے کا حق واہب (مدعی) کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے ۔ ایک ہبہ نامے کی تنسیخ کے مقدمے میں بذات خود ہبہ کا معاملہ بسبب چند کوتاہیوں کے جو اس کے تحریر کرنے والے کی نا اہلیت یا اس کی آزاد مرضی سے متعلق ہوتی ہیں ، ہدف اعتراض بنتا ہے ۔ چنانچہ ایسا مقدمہ کسی شخصی حق کے نفاذ کے لیے نہ ہونے کے سبب متوفی واہب کے قانونی نمایندگان کے ذریعہ جائز طور پر جاری رکھا جا سکتا ہے ۔١٧٥ (یعنی اگر ہبہ نامہ میں کوئی ایسا نقص موجود ہو جسکے ذریعہ شرعاً ورثاء کو اعتراض کا حق حاصل ہو تو پھر دعویٰ مسموع ہوگا) ۔

صدقہ **١٨٠ ۔ صدقہ وہ عطیہ ہے جو اُخروی ثواب کے لیے دیا جائے ۔**

تشریح

صدقہ میں ہبہ کی مانند قبضہ دہی شرط ہے ۔ جائداد مشاع کا صدقہ جائز نہیں ۔ صدقہ قبضہ دہی کے بعد منسوخ نہیں ہو سکتا ۔١٧٦

صدقہ اور ہبہ میں فرق :

ہبہ اور صدقے کا فرق اس مقصد کے لحاظ سے ہے جس مقصد سے وہ کیا جاتا ہے ہبہ میں مقصد یہ ہوتا ہے کہ موہوب لہ کے ساتھ اظہار

---

(١٧٥) پی ایل ڈی ، ١٩٦٦ ، پشاور ، صفحہ ١٢١

(١٧٦) المبسوط، امام سرخسی ، (٣٨٢ھ) مطبوعہ مصر ، ١٣٢٤ ہجری، جلد ١٢، صفحہ ٩٢

فتح القدیر مع الہدایہ ابن ہمام، (٨٦١ھ) مطبوعہ مصر ١٣٥٦ ہجری، جلد٧، صفحہ ١٤٣

marfat.com

محبت کیا جائے ، یا اس کی نظر میں اپنی وقعت یا عزت قائم کی جائے جبکہ صدقے کا مقصد خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہے ۔

صدقے اور وقف میں فرق :

صدقے اور وقف میں یہ فرق ہے کہ صدقے کی صورت میں اصل شئے صرف (خرچ) ہو سکتی ہے ۔ وقف کی صورت میں صرف جائداد کی آمدنی صرف (خرچ) میں لائی جا سکتی ہے ۔

احناف کے نزدیک صدقہ ہبہ کی مانند ہے ، کیونکہ صدقے میں متصدق علیہ (جس کو صدقہ کیا جائے) کی ملکیت بدون قبضہ ثابت نہیں ہوتی ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں اختلاف ہے ۔ ان کے نزدیک صدقے میں بلا قبضہ ملکیت ثابت ہو جاتی ہے ۔ صحابۂ کرام اور تابعین رضی‌اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی اس سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب صدقے کا اعلان کیا جائے تو وہ جائز ہو جائے گا ، البتہ ابن عباس اور معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ صدقہ بلا قبضہ جائز نہیں ۔ قاضی شریح اور ابراہیم نخعی سے اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں ۔ احناف نے ابن عباس رضی‌اللہ عنہ کی حدیث کو اختیار کیا اور حضرت علی اور عبداللہ ابن مسعود کے قول کو اس صدقے سے تعبیر کیا جو ایک آدمی اپنے چھوٹے بچے کے حق میں کرے اور ایسا صدقہ (ہبہ) اعلان کرنے سے مکمل ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ وہ شخص شئے موہوبہ پر اپنے چھوٹے لڑکے کی طرف سے قابض ہوتا ہے ۔ احناف کی اس تعبیر کی بنیاد رسول اکرم کا یہ قول ہے : ”کہ انسان کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال اور نہیں ہے تیرے واسطے تیرے مال میں سے مگر وہ جو تو نے کھایا پس وہ فنا کر دیا یا تو نے پہنا پس وہ پرانا کر دیا یا تونے صدقہ کیا پس وہ گزر گیا اور جو کچھ اس کے سوائے ہے

marfat.com

وہ مال وارث کا ہے ۔"۱۷۷

صدقہ جب کہ قبضہ کے ساتھ مکمل ہو جائے تو صدقہ دینے والے کے لیے رجوع جائز نہیں ، خواہ وہ صدقہ اس کے قرابت داروں کے واسطے ہو یا اجنبی کے واسطے ، کیونکہ صدقے کا مقصد حصول ثواب ہے اور وہ نفس صدقے سے حاصل ہو گیا ۔ اس لیے صدقے کے مکمل ہو جانے کے ساتھ مقصد کے حصول کے بعد صدقے سے رجوع نہیں کیا جا سکتا ۔ صدقہ دینے والا صدقے میں دی جانے والی شئے کو اللہ تعالیٰ کا مال بنا دیتا ہے اور وہ اس شئے کو فقیر کے حوالے کر دیتا ہے ۔ چنانچہ وہ مال اس فقیر کے لیے اللہ کی طرف سے ہوتا ہے ، لہذا عطیہ دینے والے کے لیے قابض پر کوئی احسان نہیں ہوتا اس مال کی ملک میں حق رجوع بھی باقی نہیں رہتا کیونکہ صدقے کی صورت میں معطی (عطیہ دینے والے) کی ملک معدوم ہو گئی اس لیے وہ اس میں رجوع نہیں کر سکتا اور یہی صورت ہبہ میں رجوع کے حکم کی ہے خواہ موہوب لہہ مسلمان ہو یا کافر کیونکہ مسلمان یا کافر ہونے سے مقصود مختلف نہیں ہوتا ۔ لیکن اگر موہوب لہہ اجنبی ہو تو ہبہ کا مقصود عوض ہے اور اگر رشتہ دار ہو تو اس کا مقصود صلۂ رحمی ہے اور یہ صورت مسلمان اور کافر دونوں میں برابر ہے ۔۱۷۸

ایک شخص نے مساکین کے حق میں ہبہ کیا اور ان کو قبضہ بھی دے دیا تو ازروئے استحسان وہ رجوع نہیں کر سکتا لیکن بر بنائے قیاس اس کو رجوع کا حق ہے کیونکہ اس کی ملک بطریق ہبہ ہے اور اسباب ملک میں غنی اور فقیر بیع کی طرح دونوں برابر ہیں ۔ از روئے استحسان اس کو

(۱۷۷) المبسوط ، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۸

(۱۷۸) المبسوط ، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲ ، صفحہ ۵۸

marfat.com

رجوع کرنے کا حق اس بناء پر نہیں کہ فقیر اور مسکین کے حق میں ہبہ کرنا ثواب کی نیت سے ہوتا ہے نہ کہ عوض کے لیے ۔۱۷۹

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ ہبہ جو صلۂ رحمی کے لیے کیا جائے یا بطور صدقہ ہو اس میں رجوع نہیں ہو سکتا ۔۱۸۰

امام محمد نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے گھر میں مسجد بنالی ۔ اس میں لوگ نماز پڑھتے تھے پھر وہ شخص مرگیا وہ گھر (مع جائے مسجد) ورثاء کی میراث ہوگا اس لیے کہ اس شخص نے اپنی ملک سے اس کو ممیز نہیں کیا اور یہ صدقہ مشاع کے معنی میں ہوگا ،۱۸۱

شیعی نقطۂ نظر :

علامہ نجم الدین ابی جعفر الحلّی نے شیعی فقہ پر اپنی مشہور تصنیف "شرائع الاسلام" میں لکھا ہے کہ صدقہ وہ عقد ہے جو ایجاب اور قبول اور اقباض (قبضہ دینے) کی طرف احتیاج رکھتا ہے اور اگر مال صدقہ پر بدون رضا مالک کوئی شخص معطی لہ (جس کو کہ عطا کیا گیا ہے) کو قبضہ دے گا یا وہ از خود قبضہ کر لے گا تو اس کی طرف منتقل نہ ہوگا اور صحت صدقہ میں نیت قربت شرط (الی اللہ) ہے اور مال صدقہ کا قبضہ دینے کے بعد واپس لینا علی الاصح (مذہب صحیح کی بناء پر) جائز نہیں ہے اس لیے کہ صدقہ سے اجر و ثواب مقصود ہوتا ہے جو معطی (دینے والا) کو حاصل ہوچکا ۔ پس صدقہ بمنزلہ ہبہ بالعوض ہے جس میں رجوع کرنا صحیح نہیں ہے اور غیرهاشمی کا صدقہ مفروضہ جو صدقہ واجب ہے (جیسے زکوۃ اور فطرہ) بنی ہاشم پر حالت اختیار میں حرام اور صدقہ ہاشمی (جو

---

(۱۷۹) المبسوط ، امام سرخسی ، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲ ، صفحہ ۹۳

(۱۸۰) المبسوط، امام سرخسی ، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ۱۳۲۴، ہجری ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۹۴

(۱۸۱) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲ ، صفحہ ۹۴

marfat.com

ھاشم بن عبدالمناف کی طرف منسوب ھے) مطلقاً (خواہ حالت اختیار ھو یا حالت اضطرار) اور صدقہ غیر ھاشمی حالت اضطرار میں بنی ھاشم پر حرام نہیں ھے۔ البتہ بنی ھاشم کو صدقہ مندوبہ (سنتی صدقہ جیسے گندمو گو سفند وغیرہ) کے لینے میں مطلقاً (خواہ وہ ھاشمی کا ھو یا غیر ھاشمی کا) مضائقہ نہیں۔[۱۸۲] اس مقام پر تین مسئلے بیان کیے گئے ھیں :

(۱) صدقہ میں بعد قبضہ رجوع کرنا علی الاصح مطلقاً جائز نہیں ھے خواہ اس کا عوض حاصل ھوا ھو یا نہ ھوا ھو اور خواہ اھل قرابت کو دیا ھو یا کسی اجنبی کو ۔

(۲) کافر ، ذمی کو صدقہ دینا جائز ھے اگرچہ اجنبی ھو ، اس لیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ھے "علی کل کبد حری اجر (ھر تفتیدہ جگر پر تصدق کرنے میں اجرو ثواب ھے) جو کافر ، ذمی کو بھی شامل ھے ۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ھے "لا ینہکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین" یعنی حق تعالیٰ تم کو ان لوگوں پر احسان کرنے سے منع نہیں کرتا جنھوں نے تمھارے ساتھ دین اسلام کے بارے میں مقاتلہ نہیں کیا ۔

(۳) صدقہ جہری سے (علانیہ تصدق کرنا)صدقہ سرّی (پوشیدہ تصدق کرنا) افضل اور بہتر ھے لیکن اگر صدقہ نہ دینے میں متہم ھو تو دفعہ تہمت اور حفظ آبرو کے لیے علانیہ صدقہ بہتر اور افضل ھے ۔

ظاھریہ مسلک :

امام ابن حزم کے نزدیک ھبہ ، صدقہ ، عطیہ کا ایک ھی حکم ھے ۔ یہ تمام عقد محض عبارت سے مکمل ھو جاتے ھیں ۔[۱۸۳]

---

(۱۸۲) شرائع الاسلام ، مطبع بیروت ، قسم ثانی ، صفحات ۲۵۱

(۱۸۳) المحلی ، ابن حزم ، (۴۵۶ھ) مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ۶ ، صفحہ ۱۳۲

marfat.com

عاریت

۱۸۱ - کسی شئے کو لینے اور اس سے استفادہ کرنے کی ایسی اجازت جسے دینے والا جب چاہے منسوخ کر دے ''عاریت ہے،، -

تشریح

عاریت (licence) سے حق ملکیت پیدا نہیں ہوتا بلکہ عارضی طور پر اس شئے سے جس حد تک اور جس وقت تک استفادہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے اس وقت تک حق استفادہ اس شئے کی نسبت پیدا ہو جاتا ہے۔ ہبہ کے برخلاف عاریت بہر صورت منسوخ کی جا سکتی ہے -

عاریت کا مطلب ہے کہ یوسوفرکٹ (usufruct) کا ہبہ - عاریت قابل رجوع ہے جب کہ ہبہ صرف خاص صورتوں میں قابل رجوع ہے -[۱۸۴] ظاہریہ کے نزدیک بھی عاریت ایک مستحسن عمل ہے اور بعض حالات میں فرض ہو جاتا ہے -[۱۸۵]

مجلۃ الاحکام میں عاریت کے قانونی احکام :

مجلۃالاحکام العدلیہ میں عاریت کے سلسلہ میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے :

۸۰۴ - عاریت کا معاملہ ایجاب اور لین دین سے مکمل ہو جاتا ہے -

۸۰۶ - معیر (عاریت دینے والے) کو یہ حق حاصل ہے کہ جب چاہے اپنا مال واپس لے لے -

۸۰۷ - عاریت کے لیے یہ شرط ہے کہ جو چیز مستعار دی یا لی جائے اس سے نفع اٹھانا ممکن ہو ، اسی لیے بھاگے ہوئے یا قابو سے باہر جانور کا عاریت پر دینا یا لینا صحیح نہیں ہے -

۸۱۰ - عاریت میں قبضہ شرط ہے - قبضہ میں مال لینے سے پہلے کوئی حکم عاریت عاید نہیں ہو سکتا -

---

(۱۸۴) پی ایل ڈی ، ۱۹۵۸ ، لاہور ، صفحہ ۱۸۹

(۱۸۵) المحلی، ابن حزم، (۴۵۶ھ) مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ، جلد ۶ ، صفحہ ۲۰۵

marfat.com

۸۱۱ - عاریت میں مال مستعار کا متعین ہونا بھی شرط ہے ۔

۸۱۲ - مستعیر عاریت میں بغیر کسی بدلے کے مال مستعار سے انتفاع کا حق دار ہو جاتا ہے ۔ اسی لیے معیر کو یہ حق حاصل نہیں کہ مستعیر سے انتفاع کے بدلے کوئی کرایہ یا صلہ طلب کرے ۔

۸۱۳ - مال مستعار مستعیر کے قبضہ میں امانت ہوتا ہے ۔ اس لیے اگر بغیر کسی عمل یا کوتاہی عمل (تعدی یا تقصیر) کے اگر مستعیر کے قبضہ میں یہ مال تلف ہو جائے تو مستعیر پر کوئی تاوان (ڈنڈ) عاید نہ ہوگا۔ مثلاً ایک مستعار آئینہ بلا قصد و ارادہ ہاتھ سے چھوٹ کر گرے اور ٹوٹ جائے یا مستعیر کا پیر نادانستگی میں آئینہ پر پڑ جائے اور آئینہ ٹوٹ جائے ، یا مستعار فرش پر کچھ گر کر اسے داغ دار کر دے اور اس کی قیمت میں نقص آ جائے تو مستعیر پر کوئی تاوان عاید نہ ہوگا ۔

۸۱۴ - اگر مستعیر سے کوئے بے اعتدالی ہوئی یا کوتاہی عمل سرزد ہوئی اور مال مستعار تلف ہو گیا یا اس کی قیمت میں نقص واقع ہو گیا تو چاہے اس کا کوئی بھی سبب ہو ، مستعیر پر تاوان عاید ہوگا ،

۸۱۵ - مال مستعیر کے اخرجات ضروریہ مستعیر پر عاید ہوتے ہیں ، اسی لیے اگر کسی نے مستعار جانور کو چارہ نہ دیا اور جانور ہلاک ہو گیا تو مستعیر پر تاوان عاید ہوگا ۔

۸۱۸ - اگر عاریت میں کسی خاص نوعیت انتفاع کی شرط ہو تو مستعیر کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس نوعیت سے تجاوز کرے ، لیکن اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس سے خفیف تر یا آسان تر یا اس کے برابر کی حد تک دوسری نوعیت کا انتفاع کرے ۔

marfat.com

۸۲۴- مال عاریت کو معیر کی اجازت کے بغیر کسی کو کرایہ پر دینے یا رہن رکھنے کا حق مستعیر کو حاصل نہیں ۔

۸۲۵- معیر جب مستعیر سے عاریت پر دیا ہوا مال واپس مانگے تو فوراً اس کی واپسی ضروری ہے ۔ اگر مستعیر نے بغیر کسی عذر کے واپسی میں دیر کی اور مال عاریت تلف ہو گیا یا اس کی قیمت میں نقص آ گیا تو تاوان عاید ہو گا ۔

۸۲۶- وہ عاریت جس میں صریحاً دلالتاً وقت کا تعین ہو ، اس کی واپسی مقررہ وقت پر ہو گی ، لیکن واپسی میں اتنی دیر جو عادتاً ہو ہی جاتی ہے ۔ قابل در گزر ہو گی ۔[۱۸۶]

---

(۱۸۶) ماخوذ المجلۃ الاحکام العدلیۃ ، باب سوم ، عاریت

marfat.com

وقف

marfat.com

پچیسواں باب

وقف

تعریفات

۱۸۲ ۔ (الف) کسی قیمتی شئے کی ذات (corpus of property) کو خدا کی ملک میں مقید کر دینا اور اس کی منفعت کو دوسروں پر بہ اغراض مذھبی و خیراتی نیک نیتی کے ساتھ دائماً صدقہ کر دینے کا صاف اور صریح اظہار "وقف" کہلاتا ھے ۔

(ب) وقف کرنے والے شخص کو "واقف"، یا "بانی وقف"، کہا جاتا ھے ۔

(ج) وقف جس فرد یا جماعت کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے کیا جائے اس فرد یا جماعت کو "موقوف علیه"، یا "موقوف علیهم"، کہا جاتا ھے ۔

(د) جس تحریر کے ذریعہ سے وقف کا اعلان کیا جائے اس کو "وقف نامہ" کہا جاتا ھے ۔

(ه) اگر وقف اس شرط کے ساتھ کیا جائے کہ وہ واقف کی وفات کے بعد نفاذ پذیر ھو تو ایسے وقف کو "وقف بالوصیت"، کہا جاتا ھے ۔

(و) جو شخص اغراض وقف کے پورا کرنے اور واقف کی ھدایات کے مطابق وقف پر عمل درآمد کرنے کے لیے مقرر کیا جائے اس کو "متولی وقف"، کہا جاتا ھے ۔

تشریح

وقف کے لفظی معنی روکنا ، باندھنا ، تحویل میں رکھنا ھیں ۔ عربی لغت میں اس کے معنی "حبس" (بند کرنے ، قید کرنے) کے ھیں[1] ۔ امام ابو حنیفہ کی رائے کے مطابق کسی مخصوص شئے کی ملکیت کو واقف کے حق ملک میں

(۱) المبسوط، امام سرخسی، (۴۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۲۶
ھدایۃ، برھان الدین مرغینانی ، ۵۹۳ھ کراچی ، جلد ۲ ، صفحہ ۶۳۷

marfat.com

روک رکھنا اور اس کے منافع یا استفادہ کو محتاجوں پر خیرات میں یا دوسرے حسنات (نیک کاموں) میں صرف کیے جانے کے واسطے مخصوص کر دینا شرعی وقف کہلاتا ہے۔ صاحبین (امام ابویوسف و امام محمد) کی رائے میں وقف کے معنی شئے موقوفہ سے واقف کی ملکیت کا زائل ہو کر معنوی طور پر خدا کی ملکیت میں اس طرح آ جانا ہے کہ اس کا منافع مخلوق کی طرف رجوع کرے اور اس کے کام آئے۔[۲]

امام ابو حنیفہ کا نقطۂ نظر :

امام ابو حنیفہ کی بیان کردہ تعریف کی رو سے کسی شئے کو حکماً واقف کی ملکیت میں تصور کرتے ہوئے شئے کی منفعت کو دوسروں پر صدقہ کر دینا "وقف" ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف لازم نہیں ہوتا بلکہ نفس شئے کو حکماً واقف کی ملکیت میں تصور کرتے ہوئے اس کی منفعت کو دوسروں پر صدقہ کر دینا عاریت کی درجے کا حامل ہے۔ لہذا وقف کے درجۂ عاریت میں ہونے کے سبب واقف کو اپنی حین حیات، اس سے رجوع کرنے، دوسروں کو ہبہ کر دینے یا فروخت کر دینے کا حق حاصل رہتا ہے تاآں کہ وہ وقف حد لزوم کو نہ پہنچ جائے۔ ان کے نزدیک وقف اس وقت لازم ہو گا جب کہ حکم حاکم ہو جائے (یا وقف بذریعہ وصیت ہو)۔ چنانچہ ان کے نزدیک جب تک حکم حاکم نہ ہو جائے (یا بطور وصیت نہ ہو) وقف لازم نہ ہو گا اور واقف شئے موقوفہ کی ملکیت میں تصرف کر سکتا ہے۔[۳]

---

(۲) ہدایہ، برہان الدین مرغینانی (۵۹۳ھ) کراچی، جلد ۲، صفحہ ۶۳۷

(۳) ردالمختار، ابن عابدین، (۱۲۵۲ھ) مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۶۸

مجمع الانہر، داماد آفندی، ۱۰۷۸ھ مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ھ، جلد ۱، صفحہ ۷۳۹

الاختیار لتعلیل المختار، عبداللہ بن محمود بن مودود (۶۸۳ھ) مطبوعہ مصر، ۱۹۵۱ع جلد ۳، صفحہ ۴۰

فتح القدیر، ابن ہمام، (۸۶۱ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۳۷

marfat.com

امام محمد کی رائے :

امام محمد کے نزدیک وقف حسب ذیل چار شرائط کے بعد لازم ہوگا :

(۱) حکم حاکم ۔

(۲) جائداد موقوفہ کی اس کی صلاحیت کے مطابق سپردگی ۔

(۳) موت پر معلق ہو تو موت کا واقع ہو جانا ۔

(۴) اس طرح وقف کرنا کہ میں نے اس شئے کو اپنی زندگی میں وقف کیا اور وفات کے بعد بھی ہمیشہ کے لیے ۔

امام ابو یوسف کی رائے :

امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا گیا ہے کسی شئے کی ذات کو اپنے ملک سے نکال کر خدا کی ملکیت میں دائماً محبوس کر دینا اور اس کی منفعت کو دوسروں پر صدقہ کر دینا "وقف" ہے ۔ خواہ موقوف علیہ غنی ہی کیوں نہ ہو ۔ امام ابویوسف کے نزدیک وقف کے الفاظ استعمال کرنے کے بعد ہی سے واقف کو رجوع کا حق حاصل نہیں رہتا ۔ پھر نہ واقف شئے موقوفہ کو ہبہ کر سکتا ہے نہ فروخت کر سکتا ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے ۔[۴] چنانچہ امام ابویوسف کے نزدیک وقف صرف قول سے لازم ہو جاتا ہے ، حکم حاکم یا متولیان کے قبضے کی حاجت نہیں ۔ وقف کے لازم ہو جانے

(۴) درالمختار برحاشیہ ردالمختار، علاءالدین حصکفی ، (۱۰۸۸ھ) مطبوعہ مصر ، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳ ، صفحہ ۳۶۹

مجمع الانہر ، داماد آفندی ، (۱۰۷۸ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ ہجری، جلد ۱، صفحہ ۷۳۹

بحرالرائق ، ابن نجیم (۹۷۰ ھ) ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ہجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۲۱۲

فتاوی عالمگیری ، (عربی) ، مطبع مجیدی کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۱۵

فتح القدیر، ابن ہمام (۸۶۱ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۴۰

احکام الاوقاف ، شفیق العانی ، مطبوعہ بغداد ، ۱۹۶۰ع، صفحہ ۱۱

marfat.com

کے سلسلے میں امام ابویوسف کا قول مفتی بہ اور زیر عمل ہے ۵

ائمۂ ثلاثہ کے اقوال :

ائمہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ اصل ذات شئے موقوفہ کس کی ملکیت ہوتی ہے ۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ، امام ابو حنیفہ اس کو واقف کی ملکیت قرار دیتے ہیں جب کہ صاحبین اور دیگر حنفی فقہا اسے اللہ تعالیٰ کی ملک کہتے ہیں ۔ مالکیہ کے نزدیک ملکیت واقف کی ہے ۔ حنفی فقہاء میں سے شیخ ابن ہمام نے اپنی کتاب فتح القدیر میں اسی نظریہ کو اختیار کیا ہے ۔ ازالۂ ملک کے اعتبار سے شافعیہ کا قول صاحبین کے موافق بیان کیا جاتا ہے اور حنبلیہ کی رائے میں ملکیت معین موقوف علیہم کی ہے ۔٦

شیعہ فقہ میں وقف کی تعریف :

شرائع الاسلام کے مصنف علامہ نجم الدین جعفر الحلی نے وقف کے بارے میں لکھا ہے کہ "وقف وہ عقد ہے جس کا ثمرہ تحبیس اصل اور اطلاق منفعت ہے ۔٧ (یعنی شئے کی ذات کو روک لینا اور اس کے منافع کو چھوڑ دینا ہے) ۔ لیکن حقیقت میں یہ وقف کی تعریف نہیں کہی جا سکتی بلکہ اس

(۵) ردالمحتار مع درالمختار، ابن عابدین (۱۲۵۲ھ) مطبوعہ مصر، ۱۲۵٦ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۷۲-۳۷۵
فتاوی عالمگیری (عربی) مطبع مجیدی کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۱۵
فتح القدیر، ابن ہمام (۸٦۱ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۵٦ ہجری، جلد ۵، صفحات ۴۰-۴۴
الاحکام الاوقاف، شفیق العانی، مطبوعہ بغداد، ۱۹٦۰ع، صفحہ ۱۰
الاسعاف، مطبوعہ مصر، ۱۲۹۲ ہجری، صفحہ ۹
(٦) فتح القدیر، ابن ہمام (۸٦۱ھ) جلد ۵، صفحہ ۴۰
(۷) "الوقف عقد ثمرته تحبیس الاصل و اطلاق المنفعة" (شرائع الاسلام، علامہ نجم الدین جعفر الحلی، (٦۷٦ھ) مطبوعہ تہران، ۱۳۷۷ ہجری، صفحہ ۱۵۲

marfat.com

کے بعض خواص کا ذکر ھے ، کیونکہ تحبیس کا لفظ عام ھے خواہ اس میں دوام ھو یا نہ ھو ۔ للہذا اس کو اگر یوں کہا جائے تو صحیح ھو گا کہ "وقف وہ عقد ھے جس میں ھمیشہ کے لیے اصل کی تحبیس اور منفعت کا اطلاق کیا جاتا ھے ۔"

جمہور حنفی فقہاء کے نزدیک جائداد موقوفہ خدا کی ملکیت ھو جاتی ھے لیکن شیعی فقہاء کے نزدیک وقف واقف کے ورثاء کی طرف رجوع کر جائے گا ۔[۸]

وقف ایکٹ میں وقف کی تعریف :

قانون جواز اوقاف مسلمانان ایکٹ ۱۹۱۳ع کی دفعہ ۲ میں وقف کی تعریف حسب ذیل الفاظ میں بیان کی گئی ھے :

"وقف" سے مراد کسی ایسے شخص کا جو مذھب اسلام کا پیرو ھو، کسی جائداد کو کسی ایسی غرض کے لیے جو بروئے شرع محمدی، صالح یا خیراتی تسلیم کی جاتی ھو دواماً فی سبیل اللہ نذر کر دینا ھے ۔

یہ ایکٹ معاملات سابقہ پر بھی اثر انداز ھے اور ان تمام اوقاف سے متعلق ھوتا ھے جو ایکٹ مذکور کے نفاذ کے قبل یا بعد میں کیے گئے ھوں۔ جوڈیشل کمیٹی نے ایک مقدمہ میں اس تعریف کے متعلق قرار دیا کہ

---

(۸) شرائع الاسلام مطبوعہ تہران صفحہ ۱۵۴ میں خود صاحب کتاب نے لکھا ھے کہ ظاھر قول یہی ہے کہ وقف واقف کے ورثاء کی طرف رجوع کر جائے گا ۔ دوسرا قول ضعیف ہے ، نیز عروۃالوثقی ، مطبوعہ تہران مطبع حیدری ۱۳۷۷ ھجری ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۹۵ ، میں ہے ۔ ''فہل یرجع الی ورثۃالواقف او ، ورثۃالموقوف علیہ او یصرف الی وجوہالبر ، اقوال؟ اقواھا بل المتعین الرجوع الی ورثۃالواقف حسب ما مرمن التحقیق ۔" یعنی کیا وقف واقف کے ورثاء کی طرف رجوع کر جائے گا یا موقوف علیہ کے ورثاء کی طرف یا اسے نیک کاموں میں صرف کیا جائے گا ۔ اس میں (کئی) قول ہیں ۔ سب سے قوی یہ ہے کہ واقف کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا ۔ جیسا کہ وہ تحقیق سے گذرا ۔

marfat.com

یہ تعریف اس ایکٹ کے لیے کی گئی ہے ۔ اس سے وقف کی اس تعریف کا جامع (exhaustive) ہونا لازم نہیں آتا ۔[۹]

شئے موقوفہ کا قیمتی ہونا :

جس شئے کو وقف کیا جائے اس کا قیمتی ہونا ضروری ہے ۔ مثلاً جائداد غیر منقولہ (زمین ، مکان وغیرہ) یا ایسی جائداد منقولہ جس کا وقف کرنا عرف میں رواج پا چکا ہو ۔[۱۰] وقف ایکٹ کی رو سے ہر قسم کی جائداد وقف ہو سکتی ہے چنانچہ اس کی رو سے جائداد منقولہ بھی وقف کی جا سکتی ہے خواہ اس منقولہ جائداد کا وقف کیا جانا مروج ہو یا نہ ہو ۔ لہٰذا وقف ایکٹ کی رو سے زر نقد کا وقف بھی کیا جا سکتا ہے ۔[۱۱] ظاہریہ کے نزدیک بھی جائداد کا وقف صحیح ہوتا ہے ۔[۱۲]

اغراض وقف :

جن اغراض و مقاصد کے لیے وقف کیا جائے ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اغراض و مقاصد شرع اسلام میں مذہبی یا خیراتی یا امور خیر میں شمار ہوتے ہوں ۔[۱۳]

دوام وقف :

ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۵۹ ۔

الفاظ وقف

۱۸۳ - (۱) ہر ایسے کلمے سے وقف وقوع میں لایا جا سکتا ہے جو وقف کے لیے شرعاً مستعمل ہو ۔

---

(۹) مامی بنام قلندر امل' ۱۹۲۷ع' ۵۴ انڈین اپیلز' ۲۳' ۲۷ = ۱۹۲۷ع آل انڈیا رپورٹر پریوی کونسل ، ۲۲

(۱۰) ردالمختار ' ابن عابدین (۱۲۵۲ھ) 'مطبوعہ مصر ، ۱۲۵۶ ہجری' جلد ۳ ' صفحہ ۳۷۰

(۱۱) پی ایل ڈی ، ۱۹۵۸ع لاہور ، صفحہ ۸۴۳

(۱۲) المحلی ، ابن حزم ، مطبوعہ (۴۵۶ھ) مصر ، جلد ۶ ، صفحہ ۲۱۴

(۱۳) فتاوی عالمگیری (عربی) ' مطبوعہ مصر ، ۱۲۸۳ ہجری ، صفحہ ۲۹۷

marfat.com

(۲) اگر کوئی مسلمان بحالت صحت و بقائمی ہوش و حواس کسی شئے کے بارے میں جو اس کی ملک ہو موقوفہ ہونے کا اقرار کرے تو وہ شئے موقوفہ متصور ہوگی ۔

(۳) مریض (بحالت مرض الموت) کا اقرار وقف اس کے ترکہ کی ایک تہائی کے بقدر صحیح ہوگا ۔

توضیح : وقف کرنے کے لیے محض لفظ "وقف" ہی کا استعمال ضروری نہیں ۔

تشریح

وقف کو وقوع میں لانے کے لیے اصل امر واقف کا ارادہ اور نیت ہے ۔ اس ارادے اور نیت کے اظہار کے لیے ہر اس کلمے کا اعتبار کیا جا سکتا ہے جو وقف کی تشکیل کے سلسلے میں شرعاً مستعمل ہو ۔ چنانچہ اس سلسلے میں محض لفظ "وقف" ہی کا استعمال ضروری نہیں ۔[۱۳]

بحرالرائق کے مؤلف علامہ ابن نجیم نے وقف کی تشکیل کے سلسلے میں ۲۶ الفاظ درج کیے ہیں جن میں سے چند الفاظ یہ ہیں :

"صدقہ، موقوفہ، محبوسہ ، حبس ، فی سبیل اللہ(اللہ کی راہ میں) وقف"۔

"الفاظ جو شرعاً وقف کے لیے مستعمل ہوں" کا مطلب یہ ہے کہ جن الفاظ سے عرف کے طور پر دوام ثابت ہوتا ہو ان سے وقف تشکیل میں آ جائے گا اور شرع بہ اعتبار عرف اس کلمے کو وقف پر محمول کرے گی ۔

الفاظ کی قسمیں :

الفاظ وقف کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک صریح اور دوسرے کنایہ ۔ صریح الفاظ وقف میں قرینے اور نیت کی ضرورت نہیں ہے البتہ کنایے میں

---

(۱۳) درالمختار برحاشیہ ردالمحتار ، علاء الدین حصکفی (۱۰۸۸ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ہجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۷۲
احکام الاوقاف ، شفیق العانی ، مطبوعہ بغداد ، ۱۹۶۰ع ، صفحہ ۱۸

marfat.com

واقف کا اصل منشاء و مقصود معلوم کرنے کی غرض سے قرائن اور نیت کا اعتبار کیا جائے گا ۔

اگر کسی شخص نے اس طرح وقف کیا کہ "میری فلاں زمین سے کچھ حصہ وقف ہے" اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو وقف درست نہ ہوگا ۔ لیکن اگر اس طرح کہا کہ "اس زمین یا دوکان میں میرے جتنے حصے ہیں وہ وقف ہیں" یا کہا کہ "اس پورے مکان میں میرا حصہ جو کہ ایک تہائی ہے وقف ہے" لیکن اس کے بعد یہ حصہ نصف کے درجے میں پایا گیا تو کل حصہ وقف ہوگا ۔[15]

اگر ایک شخص یہ الفاظ استعمال کرے کہ "میں نے اپنی اس زمین کو فقراء و مساکین پر صدقہ کیا" تو یہ وقف نہ ہوگا بلکہ اگر اس نے اس کے لازم ہونے کی نیت کی ہے تب یہ صدقہ کرنے کی نیت سے نذر مال تصور کیا جائے گا اور اگر اس صورت میں کسی معین شخص کا نام لیا تو یہ اس شخص کے حق میں صدقہ بطور تملیک ہوگا اور جب تک قبضہ نہ دے گا صدقہ مکمل نہ ہوگا ۔ لیکن اگر اس طرح کہا کہ "میں نے اپنی اس زمین کو وقف کیا یا اسے مقید کر دیا یا حرام کر دیا یا یہ موقوفہ ہے یا یہ محبوسہ ہے یا محرمہ ہے" تب بھی وقف باطل ہوگا کیوں کہ اس کلام میں متعدد احتمالات ہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ مراد ہو کہ اس کو میں نے اپنی ضروریات کے لیے مخصوص کر دیا یا یہ کہ میں نے اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے اسے مقید کر دیا دوسری صورتوں میں اس کا صرف کرنا حرام ہوگا ۔ اگر کسی معین شخص کو (مخاطب کرکے) کہا کہ "یہ میں نے تمہارے لیے وقف کی یا مقید کی یا تمہارے لیے وقف ہے یا مقید ہے"

---

(۱۵) بحرالرائق، ابن نجیم (۹۷۰ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد۵، صفحہ۲۰۳
ردالمختار ، ابن عابدین (۱۲۵۲ھ) ' مطبوعہ مصر ، ۱۲۵۶ ہجری ' جلد ۳ ، صفحہ ۳۷۱

marfat.com

تب بھی وقف باطل ہوگا، البتہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ وہ شخص اس شے کا مالک ہو جائے گا بشرطے کہ اس پر قبضہ بھی دے دیا گیا ہو۔ اگر ایک شخص کہے کہ "میرا مکان تمہاری سکونت کے لیے ہے" تو (بظاہر) یہ عاریت ہوگی۔ اب اگر اسی شخص نے یہ کہا کہ "یہ مکان فقراء اور مساکین کے لیے صدقہ موقوفہ ہے" اور پھر اپنے قبضے سے نکال کر متولی کے قبضے میں دے دیاتا کہ وہ اس کی نگرانی کرے اور (اس کی آمدنی سے) اس کی مرمت اور پانی کی نالیوں کی اصلاح کرے اور کھیتی باڑی کا انتظام کرے اور اس کی آمدنی سے اتنا بچا رکھے جو اس زمین کی ضرورتوں میں بوقت حاجت کام آئے اور جو باقی رہے ہر سال فقراء اور مساکین میں صرف کر دے تو یہ وقف صحیح و جائز ہوگا۔[16]

شیعہ نقطۂ نظر :

"وقف" کا لفظ صریح ہے۔ اس لیے ظاہر لفظ حجت ہے خواہ وقف کا قصد کرے یا نہ کرے اس لیے کہ یہ لفظ وقف کے معنی میں صریح ہے۔

دیگر الفاظ جو صریح نہ ہوں جن کا استعمال وقف اور غیر وقف دونوں میں ہوتا ہے تو اس میں نیت اور قرینہ دونوں کا لحاظ کیا جائے گا۔[17]

جواز وقف کے لیے تحریر ضروری نہیں :

وقف کے لیے کسی تحریری دستاویز کی ضرورت نہیں ہے۔کسی جائداد کے بطور وقف استعمال سے بھی اس کا وقف ہونا ثابت کیا جا سکتا ہے۔[18]

---

(۱۶) المبسوط ، امام سرخسی (۴۸۳ھ)، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ہجری ، جلد ۱۲، صفحہ ۳۲

(۱۷) شرائع الاسلام، نجیم الدین ابی جعفر الحلی، (۴۷۴ھ) مطبوعہ تہران، ۱۳۷۷ھ، صفحہ ۱۵۲

(۱۸) پی ، ایل ، ڈی ، ۱۹۶۱ع، لاہور، صفحہ ۹۹۳
یہ ثبوت فقہی قاعدے(الاصل بقاء ما کان علی ما کان) اور (القدیم یترک علی قدمہ) کے تحت داخل ہے۔(شرح المجلہ محمد خالدالاتاسی و محمد طاہر الاتاسی مفتی حمص مطبوعہ حمص ۱۹۳۰ع صفحہ ۲۳-۲۰)

marfat.com

قانون تنظیم اوقاف، مصر ۱۹۴۲ء کی رو سے وقف کا تحریری ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے ۔

جواز وقف

۱۸۴ ۔ وقف کے جواز کے لیے حسب ذیل شرطوں کا ہونا ضروری ہے :

(۱) واقف عاقل ، بالغ اور آزاد ہو ۔

(۲) وقف کے وقت غیر محجور ہو ۔

(۳) وقف کے وقت شئے موقوفہ کا مالک ہو ۔

(۴) وقف کا اعلان نیک نیتی اور حقیقی ارادے کے ساتھ ہو ۔

(۵) وقف ماسوائے وصیت فوری ہو اور کسی شرط پر موقوف نہ ہو الّا یہ کہ وہ شرط یقیناً موجود ہو یا موجود ہو جانے والی ہو

(۶) شئے موقوفہ معروف اور مشخّص ہو ۔

(۷) بیع یا ہبہ کرنے کی شرط لہ کی گئی ہو ۔

(۸) وقف دوامی ہو ۔

تشریح

وقف کے جواز کی شرائط واقف، شئے موقوفہ اور موقوف علیہم تینوں سے متعلق ہیں ۔

از روئے قانون صرف وہ شخص اپنی جائداد اور املاک میں تصرف کرنے کا اہل قرار دے دیا گیا ہے جو عاقل اور بالغ ہو چنانچہ ہر وہ مسلمان جو عاقل اور بالغ ہو اپنی جائداد وقف کرنے کا مجاز ہے ۔ بالفاظ دیگر ایک نابالغ یا پاگل شخص کا وقف قانوناً جائز نہ ہوگا ، البتہ اگر کوئی شخص بے وقوفی (idiocy) کی بناء پر تصرفات سے روک دیا گیا ہو تو وہ اپنی زندگی تک اپنی ذات کے لیے اور بعد وفات امور خیریہ پر صرف کرنے کے لیے وقف کرے تو امام ابو یوسف کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق ایسا وقف درست ہوگا اور اگر وقف کی رجسٹری بھی کرا دی گئی تو متفقہ

marfat.com

طور پر صحیح ہوگا۔[۱۹] کیونکہ وقف کے ذریعہ ضرر کا احتمال موجود نہیں ہے۔

ملکیت شرط ہے :

جائداد موقوفہ کا وقف کے وقت واقف کی ملکیت ہونا ضروری ہے۔ شئے موہوبہ کا وقف جب کہ وہ واہب کے قبضہ ملکیت میں نہ ہو درست نہ ہوگا[۲۰]۔ چنانچہ اگر ایک شخص کوئی زمین کسی شخص سے خرید کر وقف کر دے اس کے بعد ایک تیسرا شخص اس زمین پر اپنا حق ثابت کر دے کہ وہ زمین فروخت کنندہ کی ملکیت نہ تھی تو وقف باطل ہو جائے گا، اگرچہ اس پر مسجد ہی کیوں نہ بنا دی گئی ہو۔ اسی طرح وقف کے بعد اگر کوئی شفعہ کا دعویٰ کر دے اور جائداد موقوفہ پر اپنا حق ثابت کر دے تو وقف باطل ہو جائے گا ، خواہ اس کو مسجد کی شکل دے دی گئی ہو[۲۱]۔ ایسی زمین کا وقف بھی درست نہ ہوگا جس کا مالک سرکاری

---

(۱۹) بحرالرائق، ابن نجیم (۹۷۰ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۲۰۳
ردالمحتار ، ابن عابدین (۱۲۵۲ھ) ، مطبوعہ مصر ، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳ ، صفحہ ۳۷۰
فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۱۶
فتح القدیر، ابن ہمام (۸۶۱ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۳۸

(۲۰) ردالمحتار ، ابن عابدین (۱۲۵۲ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۷۰
بحرالرائق، ابن نجیم (۹۷۰ھ)، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ہجری ، صفحہ ۲۰۳
فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبوعہ مجیدی کان پور ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۱۵
فتح القدیر، ابن ہمام (۸۶۱ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۳۸

(۲۱) بحرالرائق ، ابن نجیم (۹۷۰ھ) ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ہجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۲۰۳
ردالمحتار، ابن عابدین (۱۲۵۲ھ) ، مطبوعہ مصر ، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳ ، صفحہ ۳۷۰
فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۱۶

marfat.com

لگان ادا نہ کرنے کی بناء پر اس زمین کو لگان کی وصولیابی کے لیے حکومت کے سپرد کردے تا کہ اس کی آمدنی سے حکومت اپنے لگان وصول کرے ۔[۲۲]

ایجاب یا اعلان وقف :

احناف کے نزدیک عام معاهدات کے برخلاف وقف محض ایجاب یا اعلان واقف سے منعقد ہو جاتا ہے، اس کے جواز یا صحت کے لیے قبول شرط نہیں ۔ چنانچہ حنفی مسلک کے مطابق قبول صریح وجود وقف کے لیے یا اس میں استحقاق قائم ہونے کے لیے بطور شرط لازم نہیں ہے، خواہ موقوف علیہ معین اور محدود ہوں یا غیر معین اور غیر محدود ہوں ۔ یہی مسلک مالکیہ اور حنبلیہ فقہاء کی اکثریت کا ہے۔ شافعیہ بعض صورتوں میں قبول کو شرط قرار دیتے ہیں۔ شیعہ فقہاء معین موقوف علیہ کی صورت میں قبول کو لازمی کہتے ہیں ۔[۲۳]

دراصل واقف کا محض وقف کرنے کا اعلان ایک مکمل اور جائز وقف کی تکمیل کے لیے کافی ہے ۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ شئے موقوفہ کا قبضہ بھی متولی کو دیا جائے۔ اگر واقف نے وقف کو نیک نیتی اور حقیقی ارادے کے ساتھ خود کو جائداد موقوفہ کی ملکیت سے خارج کرکے وقف کیا ہو تو یہ جائز وقف ہوگا ۔[۲۴]

امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے اقوال کے مطابق وقف اپنی تکمیل کے لیے قبضے کا محتاج نہیں۔ حنبلیہ مسلک میں اس بارے

---

(۲۲) بحرالرائق، ابن نجیم (۹۷۰ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد۵، صفحہ ۲۰۳
فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۱۶
احکام الاوقاف ، خصاف ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۲ ہجری ، صفحہ ۳۵

(۲۳) کفایۃ الاحکام فی فقہہ الاسلامیہ ، طبع حجر ، ایران
المغنی ، ابن قدامہ مقدسی (۶۲۰ھ) ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۶۷ ہجری، جلد ۵ ، صفحہ ۵۴۷-۵۴۶

(۲۴) پی - ایل - ڈی ، ۱۹۵۲ع ، ڈھاکہ ، صفحہ ۲۰۶

marfat.com

میں دو قول ملتے ہیں - ایک یہ کہ قبضہ شرط ہے اور دوسرا یہ کہ شرط نہیں۔ ابن قدامہ المقدسی نے المغنی میں لکھا ہے: کہ وقف میں جو امر ظاہر ہے وہ واقف کی ملکیت کا زائل ہونا ہے - وقف محض اس الفاظ کے ساتھلازم ہو جاتا ہے کیونکہ لفظ وقف سے وقف کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے - احمد بن حنبل کی دوسری روایت کے مطابق بغیر قبضے کے واقف لازم نہیں ہوتا ۔۲۵

امام محمد الشیبانی ، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، امام مالک اور شیعہ امامیہ قبضے کو تکمیل اور لزوم وقف کی شرط قرار دیتے ہیں ۔

دراصل جائداد موقوفہ کے قبضے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ قبضہ خود واقف ہی کے پاس رہے اور دوسرے یہ کہ کسی دوسرے شخص کے حوالے کردیا جائے۔ پہلی صورت میں جائداد موقوفہ کا قبضہ واقف کے پاس رہنے کی صورت میں انتقال قبضہ کی حاجت نہیں، جب کہ واقف خود ہی متولی ہو اور جائداد موقوفہ پر قبضہ مالکانہ کے بجائے متولیانہ رکھتا ہو - دوسری صورت میں متولی مقرر کیے جانے کے سبب قبضہ متولی کو دیا جانا ضروری ہوتا ہے، لیکن قبضے کا بنیادی منشاء واقف کی ملکیت کا زائل ہونا ہے - بعض صورتوں میں وقف کرنے کے بعد واقف کے عمل ہی سے ازالۂ ملک کی شرط خود بخود پوری ہو جاتی ہے اور قبضے کی حاجت نہیں رہتی - مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اپنی زمین کو قبرستان کے لیے وقف کرکے مسلمانوں کو اس میں تدفین کی اجازت دے دے اور لوگ اس میں ایک یا زیادہ بار تدفین کا عمل کرلیں تو اس کے بعد واقف کو یہ حق حاصل نہیں رہتا کہ وہ اس سے رجوع کرے۔ کیونکہ جو فقہاء جائداد موقوفہ متولی کے قبضے کو جواز وقف کے لیے شرط قرار دیتے ہیں ، صورت متذکرہ بالا میں تدفین کے عمل سے جو مقصد تھا حاصل ہو گیا۔ اسی طرح اگرکوئی

(۲۵) المغنی، ابن قدامہ مقدسی (۶۲۰ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ ہجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۵۳۶-۵۳۷

marfat.com

شخص مسافر خانہ بنائے اور اس میں ایک یا اس سے زیادہ مسافر قیام کر لیں تو واقف کو اس وقف سے رجوع کا حق نہ رہے گا کیونکہ مسافر خانہ اور مسافرین کے درمیان یہ تخلیہ ہی قبضۂ موقوفہ سمجھا جائے گا۔

جو حضرات وقف کی تکمیل کے لیے قبضہ شرط قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک دونوں طریقوں پر قبضہ دیا جانا متصور ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ واقف اپنے قبضے سے نکال کر متولی کے قبضے اور تصرف میں دے دے اور دوسرے یہ کہ وقف کرنے کا جو مقصد ہے وہ موقوف علیہ کے عمل وغیرہ کے ذریعے سے حاصل ہو جائے۔

امام سرخسی نے اپنی کتاب المبسوط میں لکھا ہے کہ اگر اپنی زمین کو عامۃ المسلمین کی مسجد کے لیے وقف کر دیا اور اس پر تعمیر کرکے اپنی ملک سے علیحدہ کرکے، لوگوں کو اس میں نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی اور موذن نے اذان دی، لوگوں نے اس میں باجماعت نماز ادا کر لی، خواہ ایک ہی مرتبہ ایسا ہوا ہو تو اب واقف کو رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا، اور اس کے مرنے کے بعد وہ جائداد میراث میں شامل نہ ہوگی۔ جو چیز اللہ کے لیے مخصوص کر دی جاتی ہے اس سے صدقہ کی طرح رجوع کرنا جائز نہیں رہتا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک جب واقف اس کو اپنی ملک سے علیحدہ کر دے گا اور لوگوں کو نماز کی اجازت دیدے گا تو اسی وقت وقف لازم ہو جائے گا، خواہ اس میں نماز ادا کی گئی ہو یا نہ ادا کی گئی ہو، کیونکہ وقف کے سلسلے میں ابو یوسف کا یہی مسلک ہے کہ وقف واقف کے اپنے ذاتی فعل سے مکمل ہو جاتا ہے متولی کے قبضے میں دینا ان کے نزدیک شرط نہیں۔ لیکن امام محمد کے نزدیک صورت متذکرہ بالا میں جب تک لوگ اس میں باجماعت نماز ادا نہ کر لیں اس وقت تک وقف مکمل نہ ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک تسلیم الی المتولی ضروری ہے۔ امام ابو حنیفہ سے اس مسئلے

marfat.com

میں دو روایتیں منقول ھیں ۔ حسن بن زیاد کی روایت کی رو سے نماز باجماعت کا ادا کیا جانا ضروری ھے اور دوسرے لوگوں کی روایت کے مطابق اگر کسی فرد واحد نے بھی نماز ادا کر لی تو یہ قطعۂ زمین مسجد ھو جائے گا، خواہ نماز باجماعت ادا نہ کی گئی ھو ۔ حسن بن زیاد کی روایت کی علّت یہ ھے کہ تبرع (صدقہ یا احسان) اس وقت مکمل ھوتا ھے جب کہ اس کا جو مقصد ھے وہ پورا پورا حاصل ھو جائے ۔ مسجد کے قیام سے نماز باجماعت کا ادا کرنا مقصود ھے کیونکہ اگر اس سے صرف نظر کر لیا جائے تو پھر زمین کا ھر قطعہ اور ھر حصہ محلّ نماز ھوتا ھے ۔ مسجد کے بنانے سے صرف یہی غرض ھوتی ھے کہ نماز باجماعت ادا کی جائے ۔ لہذا جب تک یہ مقصد حاصل نہ ھوگا اس وقت تک مسجد مسجد نہ ھوگی ۔ دوسرے لوگوں کی روایت کی علّت یہ ھے کہ مسجد سے مقصود "جائے سجود" ھے، یہ مقصد ایک فرد کے نماز ادا کرنے سے بھی حاصل ھو جاتا ھے ۔ چونکہ مسلمانوں کے عام حقوق میں ایک فرد بھی ایک جماعت کے قائم مقام سمجھا جاتا ھے اس بناء پر ایک شخص کا نماز ادا کر لینا بھی ایک جماعت کی نماز کے حکم میں ھے ۔[۲۶]

امام سرخسی نے قبضے کے مسئلے میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے نقطہ ھائے نظر کی وضاحت کے بعد قاضی ابو عاصم کا قول درج کرتے ھوئے لکھا ھے کہ معنوی اعتبار سے امام ابو یوسف کا قول قوی ھے ۔[۲۷]

فوری اور بلا شرط :

وقف کے لیے لازمی ھے کہ وہ فوری ھو اور کسی ایسی شرط پر موقوف نہ ھو جس کا وجود یقینی نہ ھو، البتہ ایسے وقف کی صورت میں جو وصیت کے

---

(۲۶) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۳ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ھجری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۴

(۲۷) المبسوط امام سرخسی (۴۸۳ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ھجری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۶

marfat.com

ذریعہ کیا جائے، اس کا اطلاق اس کی جائداد کے ایک تہائی سے زائد پر نہ ہوگا الّا یہ کہ بعد وفات واقف ورثاء اپنی رضامندی کا اظہار کر دیں۔[۲۸]

بیع یا ھبہ کی شرط نہ ہو:

وقف کی تشکیل کے سلسلے میں کوئی ایسی شرط عائد نہ کی جائے جس سے کہ وقف کی نفی ہوتی ہو مثلاً بیع یا ھبہ کرنے کی شرط نہ کی گئی ہو۔[۲۹]

شئے موجود اور مشخّص ہو:

جس شئے کا وقف مقصود ہو اس شئے کا معلوم اور موجود ہونا لازمی ہے۔ ایک ایسی شئے جو نا معلوم یا مجہول ہو اس کا وقف جائز نہیں ہوسکتا۔

شئے موقوفہ جنس، زمین یا مکان یا باغ سے جو اشیاء متّصل ہوں گی وہ اس شئے کے وقف میں بغیر تصریح داخل ہوں گی لیکن اگر اشیاء منقولہ موقوفہ سے متّصل نہیں ہیں تو بغیر واقف کی تصریح کے نفس شئے کے وقف میں داخل نہ ہوں گی۔ مثلاً کھیتی کرنے کے آلہ جات یاتخم یا جانور وغیرہ داخل نہ ہوں گے الّا یہ کہ واقف بوقت وقف تصریح کر دے۔[۳۰]

دوام وقف:

فقہاء کی غالب اکثریت وقف کے دوامی ہونے کو صحت وقف کے

---

(۲۸) فتاوی عالمگیری (عربی) مطبوعہ مجیدی کان پور، جلد ۲ صفحہ ۳۱۵
ردالمختار مع درمختار ابن عابدین (۱۲۵۲)' مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ' جلد ۵' صفحہ ۳۹۷

(۲۹) درالمختار' حصکفی (۱۰۸۸ھ)' مطبوعہ مصر' ۱۲۵۶ھ' جلد۳' صفحہ ۳۷۰
ردالمحتار، ابن عابدین (۱۲۵۲ھ)' مطبوعہ مصر' ۱۲۵۶ ہجری' جلد ۳، صفحات ۳۷۰-۷۱
بحرالرائق' ابن نجیم (۹۷۰ھ)' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۱ہجری' جلد۵' صفحہ ۲۰۳
فتاوی عالمگیری (عربی)' مطبع مجیدی کان پور' جلد ۲' صفحات ۳۱۵-۱۶

(۳۰) ردالمحتار' ابن عابدین (۱۲۵۲ھ)' مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۸۴
بحرالرائق' ابن‌نجیم (۹۷۰ھ)' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۱ہجری' جلد ۵'صفحہ ۱۲۶
فتاوی عالمگیری (عربی)' مطبع مجیدی کان پور' جلد ۲' صفحہ ۳۱۸

marfat.com

لیے شرط قرار دیتی ہے - چنانچہ اگر کوئی وقف عارضی یا ایک وقت معین تک کے لیے ہو تو وہ باطل قرار پاتا ہے کیونکہ وقف کا مقصد دواماً حصول ثواب ہوتا ہے جو ایک دائمی وقف کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے -

امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل صحت وقف کے لیے مطلق دوام کو شرط قرار دیتے ہیں - امام محمد الشیبانی وقف کے لیے دوام کو شرط قرار دیتے ہوئے اس امر کے شدت کے ساتھ قائل ہیں کہ وقف میں دوامی ہونے کی صراحت ہونی چاہئے - امام ابو یوسف بھی وقف کے دوامی ہونے کو شرط قرار دیتے ہیں لیکن امام محمد اس کے بر خلاف اس امر کو لازم قرار نہیں دیتے کہ وقف کے ساتھ دوام ہونے کی صراحت کی گئی ہو - وہ لفظ "وقف" سے اس کے دوامی ہونے کو تصور کر لیتے ہیں -

ظاہریہ بھی اکثر فقہاء کی طرح وقف کے دوامی ہونے کے قائل ہیں- بلکہ امام ابن حزم نے اپنی تصنیف "المحلیٰ" میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے وقف کیا اور یہ شرط کی کہ بوقت ضرورت وہ اسے بیع کر سکتا ہے تو وہ وقف صحیح ہوگا اور شرط باطل ہو گئی -۳۱

فقہاء کی عظیم اکثریت کے خلاف امام ابو حنیفہ اور امام مالک وقف کے دوامی ہونے کو صحت وقف کے لیے شرط قرار نہیں دیتے بلکہ وہ وقف کے موقّتی ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں - اسی طرح وہ بشرط ضرورت وقف میں بیع کی شرط کو بھی جائز قرار دیتے ہیں - نیز بعض شیعہ امامیہ بھی اسی رائے کے حامل ہیں -

وقف کے ابدی ہونے کے مسئلہ کا تفصیلی جائزہ :

چنانچہ وقف کے اس مسئلہ میں دو گروہ پائے جاتے ہیں - پہلا گروہ جو تابید وقف کا قائل ہے اور وقف کے موقتی ہونے کو صحیح نہیں

(۳۱) المحلیٰ، امام ابن حزم(۴۵۶ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ، جلد ۹، صفحہ ۱۸۳

marfat.com

سمجھتا ہے اس میں حنفیہ ، شافعیہ ، حنبلیہ اور ظاہریہ شامل ہیں جبکہ دوسرا گروہ جو وقف کے موقّتی ہونے کا بھی قائل ہے اس میں مالکیہ اور بعض شیعہ امامیہ شامل ہیں ۔ سطور ذیل میں مختلف مذاہب فکر کے دلائل مع تجزیہ پیش کیے جاتے ہیں ۔

امام شافعی کا مسلک :

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کسی زمانے کی تقیید کے بغیر مطلقاً ابدیت کی شرط کے قائل ہیں۔ البتہ ایسی صورت میں کہ کسی شخص نے اپنے وقف کے وقت کوئی ایسی جہت بیان کی جو منقطع ہو جانے والی تھی،اس سلسلہ میں ان کے دو قول ملتے ہیں، اول یہ کہ ایسا وقف باطل ہوگا کیونکہ وقف سے دائمی طور پر ثواب کا حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے ۔ ایسے وقف میں یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا ۔ دوسرا یہ کہ وقف صحیح ہوگا اور مقرر کردہ جہت کے منقطع (ختم) ہو جانے کے بعد وقف کا مصرف فقراء ومساکین ہوں گے، لیکن ان فقراء و مساکین کو تقدّم کا حق حاصل ہوگا جو واقف کے رشتہ دار ہوں ۔[۳۲]

امام احمد ابن حنبل کی رائے :

اسی طرح امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ابدیت شرط ہے، چنانچہ ابن قدامہ مقدسی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی واقف اپنے وقف میں یہ شرط کرے گا کہ جب چاہے گا اس کو فروخت کردے گا یا ہبہ کر دے گا یا اس سے رجوع کرلے گا تو اس صورت میں نہ شرط صحیح ہوگی اور نہ وقف صحیح ہوگا۔ اس لیے کہ اس قسم کی شرط وقف کے مقصد کے خلاف ہے ۔ لیکن اگر وقف میں مصرف ایسا بیان کیا گیا ہو جو منقطع ہو جانے والا ہو تو وقف صحیح ہوگا اور اس مصرف کے ختم ہو جانے پر

---

(۳۲) المہذب، ابی اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیروز آبادی الشیرازی (۴۷۶ھ)، مطبوعہ مصر ۱۹۵۹ء ، جلد ۱ ، صفحات ۳۸-۴۱۷

marfat.com

واقف کے قریبی رشتہ داروں پر وقف کی آمدنی صرف کی جائے گی ۔۳۳

ائمۂ احناف کا مذہب :

ماسوائے امام ابو حنیفہ کے ائمۂ حنفیہ میں امام محمد رحمۃاللہ علیہ نے ابدیت کی شرط لگاتے ہوئے اس شرط میں بہت سختی اختیار کی ہے، اور یہ امر واجب قرار دیا ہے کہ واقف کی عبارت میں ایسا کلمہ ہونا ضروری ہے جو لفظی اور معنوی طور پر ابدیت پر دلالت کرتا ہو یا کم از کم معنوی طور پر تو دلالت کرتا ہی ہو ۔ چنانچہ امام محمد نے فرمایا ہے کہ اگر واقف نے وقف کے ابدی ہونے کی صراحت کر دی لیکن مصرف ایسا بیان کیا جو منقطع ہو جانے والا تھا تب بھی وقف صحیح نہ ہوگا۔ امام ابو یوسفرح ابدیت کی شرط میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے متفق ہیں مگر آپ نے اس شرط کے لگانے میں امام محمد جیسی شدّت اختیار نہیں کی ہے، بلکہ وہ صرف لفظ وقف کو ابدیت کے اظہار کے لیے کافی تصور کرتے ہیں ۔ چنانچہ ان کے نزدیک اگر واقف نے کوئی ایسا مصرف بیان کیا جو ختم ہو جانے والا تھا تو وقف صحیح ہوگا اور وقف اس مصرف کے ختم ہو جانے پر خود بخود فقراء و مساکین کی طرف رجوع کر جائے گا۔ ۳۴ واضح رہے کہ امام ابو حنیفہ وقف کے ابدی ہونے کے قائل نہیں ہیں ۔

ظاہریہ کا نقطۂ نظر :

ظاہریہ کے نزدیک بھی اسی طرح وقف کا ابدی و دائمی ہونا شرط ہے ، اور اگر واقف نے کوئی ایسی شرط لگائی جو وقف کے منافی ہوئی تو وقف صحیح ہوگا اور شرط باطل ہو جائے گی ۔۳۵

---

(۳۳) المغنی، ابن قدامہ مقدسی (۶۲۰ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۴۸ھ، جلد ۶، صفحہ ۱۹۵
(۳۴) بحرالرائق ابن نجیم (۹۷۰ھ) ، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ ، جلد ۵ ، کتاب الشکف
ردالمحتار ابن عابدین (۱۲۵۲ھ) مطبوعہ مصر ۱۲۵۶ھ ، جلد ۳، کتاب الوقف
(۳۵) المحلی ابن حزم (۴۵۶ھ) ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ ، جلد ۹ ، صفحہ ۱۸۳

marfat.com

متذکرہ بالا تفصیل سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اکثر آئمہ وقف کی تابید کے قائل ہیں اور وقف کا ابدی ہونا ان حضرات کے نزدیک وقف کی حقیقت کا ایک جزو ہے ۔ بالفاظ دیگر وقف کے مقتضیٰ اور اس کے معنی کے اعتبار سے وقف میں ابدیت کا اعتبار کیا جانا وقف میں داخلی حیثیت رکھتا ہے ۔

امام مالک کا نظریہ :

البتہ ان کثیر تعداد فقہاء کے برخلاف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وقف کے سلسلہ میں ان حضرات سے مختلف نظریہ کے حامل نظر آتے ہیں ۔ چنانچہ وہ وقف کی تابید کے سلسلے میں اس کے ابدی اور دائمی ہونے کے قائل نہیں ہیں، بلکہ ان کے نزدیک جس طرح وقف دائمی طریقہ پر صحیح ہوتا ہے اسی طرح ایک مدت معینہ تک کے لیے بھی صحیح ہوتا ہے ۔ چنانچہ ان کے نزدیک اگر وقف میں یہ شرط رکھی گئی ہو کہ واقف بوقت ضرورت اس کو فروخت کر سکے گا تو اس شرط کے ساتھ بھی وقف صحیح ہو گا، اور اسی طرح اگر یہ شرط رکھی کہ موقوف علیہ کی موت کے بعد وقف واقف کی طرف (بشرط حیات واقف) واپس ہو جائے گا، یا موت کے بعد ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا تو یہ شرط عائد کر دینا بھی جائز ہوگا ۔ خلاصہ یہ کہ ان کے نزدیک وقف دائمی اور موقتی (ایک مدت معینہ کے لیے) ہر دو طرح صحیح ہوتا ہے خواہ اس کی مدت سالوں کی تحدید کے ساتھ کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو ۔[۳۶]

شیعہ امامیہ کی رائے :

بعض شیعہ امامیہ بھی اس مسلک میں امام مالک سے متفق ہیں چنانچہ بعض شیعہ امامیہ کے نزدیک وقف میں اس کا دائمی ہونا وقف کے معنی

(۳۶) جواہر الاکلیل، مطبوعہ مصر ۱۹۴۷ع، جلد ۲، صفحہ ۳۰۷-۸

marfat.com

کا جزو نہیں ہے یعنی وقف کے لیے ابدی ہونا جزو اصلی کی حیثیت نہیں رکھتا ۔ حنفیہ میں ایک قول امام ابو یوسف سے بھی مروی ہے چنانچہ فتح القدیر میں ابن ہمام نے اور سرخسی نے مبسوط میں ان سے روایت کیا ہے کہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری قول میں وقف کے مسئلہ کو بے انتہا وسعت دے دی تھی، حالانکہ ابتدائی قول میں نہایت سختی اختیار کیے ہوئے تھے ۔ چنانچہ آپ نے آخر میں فرمایا ہے کہ وقف کا ابدی ہونا شرط نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے ایسے مصرف پر وقف کیا جو منقطع ہو جانے والا ہو تو وقف ان کے نزدیک صحیح ہو گا خواہ آخر میں مساکین وغیرہ کے لیے نہ کیا ہو ۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس عمل سے تقرب الی اللہ مقصود ہوتا ہے اور یہ مقصد جس طرح ابدی طریقہ اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح غیر ابدی ہونے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے ۔[۳۷]

فتح القدیر میں لکھا ہے کہ محمد بن مقاتل سے منقول ہے کہ حضرت امام ابو یوسف سے مروی ہے ۔ "اگر کوئی شخص کسی آدمی پر وقف کر دے تو یہ وقف جائز ہوگا، لیکن جب موقوف علیہ مر جائے گا تو یہ وقف واقف کے ورثاء کی طرف لوٹ آئے گا اسی قول پر فتویٰ ہے ۔ اس سے اقتضاءً یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدت کے تعین کر لینے سے بھی وقف میں کوئی نقصان واقع نہ ہوگا ۔[۳۸] چنانچہ امام موصوف بھی ابدیت کو وقف کا جزو قرار نہیں دیتے ۔ بعض فقہاء نے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے لیکن امام ابویوسف کا اصحّ مفتی بہ اور زیر عمل وہی قول ہے جو ابدیت کے حق میں ہے ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریق کے دلائل کو بھی اس موقعہ پر بیان کر دیا جائے تا کہ ان حضرات کے نقطہ ہائے نظر کو سمجھنے

---

(۳۷) المبسوط، امام سرخسی (۴۸۳ھ)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۲، صفحہ ۴۱
(۳۸) فتح القدیر ابن ہمام (۸۶۱ھ) مطبوعہ مصر ۱۳۵۶ھ، جلد ۵، صفحہ ۴۸

marfat.com

میں آسانی ہو ۔

وقف کے دائمی ہونے کے قائلین کے دلائل :

۱۔ جو حضرات وقف میں اس کے ابدی ہونے کو اس کے معنی کا جزو تصورکرتے ہیں ان کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں :

(الف) "حبس الاصل"

(ب) "لایباع ولا یوھب ولا یورث"

(ج) "حبیس مادامت السموات والارض"

یہ تمام الفاظ ابدیت پر نص ہیں ۔ چنانچہ حبس عرفاً ابدی ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور اگر وقف کسی وقت میں پھر واقف کی طرف رجوع کر جائے تو تحبیس (بند کر دینے روک دینے کے) معنی باقی نہیں رہتے، نیز وقف کے لیے کسی مدت کا مقرر کر دینا اس لفظ کے معنی کے مخالف ہے ۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ "اصل شئی کو بند کر دو یا روک دو" یہ صدقہ کی وہ قسم ہے کہ جو ابدی ہو گی ۔ جب تک دنیا باقی ہے یہ باقی رہنا چاہیے ۔

اور "لایباع ولا یوھب ولا یورث" یعنی نہ فروخت کیا جائے نہ ھبہ کیا جائے اور نہ ورثہ میں منتقل ہو، کی عبارت تابیدی معنی ظاہر کرنے کےلیے نص ہےکیونکہ اگر وقف کے لیےکوئی وقت مقررکر دیا گیا تو اس‌وقت کے بعد اس کی بیع اور ھبہ و وراثت میں منتقل کر دینا جائز ھونا لازم آئیگا، اسی طرح "حبیس مادامت السموات والارض" بھی وقف کے تابیدی ہونے پر نص قطعی ہے، جس کے بعدکسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں رہتی، اور یہ بھی‌کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ کلمات اپنے وقف کے موقعہ پر اس غرض کے لیے استعمال کیے گئے ہیں کہ ابدی ہونا وقف کے مفہوم کا جزو

marfat.com

ہونا ظاہر کیا جائے، اس لیے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے وقف کے یہی معنی سمجھے جس کو انہوں نے اپنے الفاظ میں ادا فرمایا، اور حضورؐ کا اس عبارت پر اعتراض نہ فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور کے کلام کے منشاء کو صحیح سمجھا ہے، کہ ابدی ہونا وقف اور حبس کے معنی کا ایک جزو ہے۔

۲- اس کے ماسوا شریعت میں جن تصرفات کو مخصوص حالات میں مخصوص تقییدات کے ساتھ لازم قرار دیا گیا ہے وہ تصرفات ان حالات و خصوصیات میں اسی طرح لازم ہوں گے اور ان حالات و خصوصیات سے ان کا حکم جدا نہ ہوگا، اور وقف کے سلسلے میں جتنے آثار و روایات وارد ہوئے ہیں ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وقف کا لازمی ہونا ضروری ہے (جس کے لیے ابدیت لازم ہے) تمام صحابہ اور تابعین کی عبارتیں وقف کے تابیدی ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ان عبارتوں میں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں جس سے وقف میں وقت مقرر کرنے کا جواز ظاہر ہوتا ہو!

۳- تصرفات کے لازمی ہونے کی قوت میں اضافہ کا وجود اس وقت ہوتا ہے جبکہ شارع کی طرف سے اس کا التزام کیا گیا ہو، اور شریعت میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وقف موقّت ہونے کی صورت میں اس مقررہ وقت تک کے لیے لازم ہو گا یا یہ کہ مؤبد ہو جائے گا، بلکہ شریعت کی طرف سے جس امر پر دلیل قائم ہے وہ یہ ہے کہ وقف میں اس کا ابدی ہونا اس کا جزو لازم ہے اور وقف میں وقت مقرر کر دینا وقف کے معنی اور مفہوم کے خلاف اور اس کی ضد ہے۔

۴- وقف میں شئی موقوفہ سے واقف اپنی ملک کو ساقط کیا کرتا ہے، جیسا کہ غلام آزاد کرنے کی صورت میں بھی ہوتا ہے، اور جتنے ایسے عقود ہیں جن میں اپنی ملک یا حقوق کو ساقط کیا جائے وہ مطلق اور غیر

marfat.com

مقید بوقت ہی صحیح ہوتے ہیں ان میں وقت کی پابندی جائز نہیں ہوتی ۔ لہٰذا اسی طرح (وقف میں) سقوط‌الملک اس وقت صحیح ہوگا جبکہ یہ اسقاط ملک مطلق چھوڑا گیا ہو ۔ چنانچہ کسی وقت کی پابندی کے ساتھ جائز نہ ہوگا، جس طرح عتق (غلام کو آزاد کرنا) جائز نہیں ہوتا ۔ اس مثال سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ وقف وقت کے ساتھ مشروط نہیں ہو سکتا، وقف اسی وقت صحیح ہوگا جبکہ ابدی ہو ۔

وقف کی عدم ابدیت کی صحت کے قائلین کے دلائل :

(الف) جن حضرات کے نزدیک وقف ابدی اور موقتی دونوں طرح جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ وقف اپنی حقیقت اور مقصد کے اعتبار سے ایک قسم کا صدقہ ہے، اور صدقات جس طرح ابدیت کے ساتھ صحیح ہوتے ہیں اسی طرح ایک مقررہ وقت کی شرط کے ساتھ بھی صحیح ہو سکتے ہیں ۔ ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ صدقہ ابدی تو جائز شمار کیا جائے اور وقتی جائز نہ شمار کیا جائے، لہٰذا ان دونوں قسموں میں فرق پیدا کرنا ایک زیادتی یا جبری عمل متصور ہو گا، جس کی خوبی پر کوئی نص دلالت نہیں کرتی اور نہ کتاب و سنت سے اس کی تائید ہوتی ہے ۔ صدقات اپنی اصل حقیقت کے لحاظ سے کتاب و سنت ہر دو دلیلوں سے ثابت ہیں، نیز سنت سے مختلف امور خیر پر صدقہ کرنا ایک واضح امر ہے ۔ اسی طرح امور خیر پر صرف کرنے کے طریقے بھی سنت میں مختلف بیان کیے گئے ہیں، چنانچہ صدقہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی متعینہ شئی کی آمدنی کو صدقہ کیا جائے اور پھر مقررہ مراتب پر دائمی طریقہ سے صرف ہوتا رہے ۔ اس کے منجملہ یہ طریقہ ہے کہ ایک مقررہ وقت تک ایک خاص محل پر صرف ہوتا رہے ۔ ایک اور یہ طریقہ ہے کہ جس شئی کو صدقہ کیا گیا ہے فقیر کو اس کی ذات کا مالک بنا دیا جائے اور یہ تمام طریقے صدقہ کرنے کے عام طریقوں میں شامل ہیں جو کہ صدقۂ عام کی مخصوص جزئیات ہیں ۔ لہٰذا ان طریقوں

marfat.com

میں سے بعض کے متعلق صحیح ہونے کا حکم دینا اور بعض کے متعلق غیر صحیح ہونے کا حکم دینا، درست نہیں ہو سکتا ۔

(ب) حضرت عمر والی حدیث کا جواب دیتے ہوئے یہ حضرات کہتے ہیں کہ زائد سے زائد حدیث سے یہ ثابت ہوگا کہ شئی کی ذات کو دائمی طور پر روک کر اور اس کی آمدنی و پیداوار کا صدقہ دائمی کیا جانا بھی صدقہ کا ایک طریقہ ہے اور شریعت نے اس کو واضح کیا ہے، جس طرح قیاساً یہ طریقہ ثابت ہے کہ ایک مقررہ وقت تک کے لیے شئی کو محبوس کر کے اس کی آمدنی خیراتی امور میں ایک مقررہ وقت تک صرف ہوتی رہے اور بس۔ کیونکہ اصل علت یہ ہے کہ امور خیر میں صرف ہو، اور یہ علت دونوں طریقوں میں موجود ہے ، لہٰذا جب یہ کہا جائے گا کہ وقف کا ابدی طریقہ شرع سے خلاف قیاس ثابت ہوا ہے اس لیے اس پر صدقہ کے کسی دوسرے طریقہ کو قیاس کرنا درست نہیں ہو سکتا تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ صدقۂ وقف میں اگرچہ بعض امور صدقہ کے بعض مقررہ قواعد سے مختلف ہیں جیسے کہ بیان کیے گئے ہیں، لیکن یہ تمام امور عقل میں آنے والے ہیں یعنی امور معقولہ ہیں، لہذا ایسی صورت میں ان پر دوسرے جزئیات کو قیاس کرنا جائز ہو گا ۔

اس کو دوسری طرح یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ابدی وقف قواعد فقہیہ کے خلاف ہے، اور موقتی وقف کسی قاعدے کے خلاف نہیں ۔ کیونکہ کسی شئی کو ایک مقررہ وقت تک کے لیے روک کر اس کی آمدنی کو خیرات پر صرف کرنے کی نظیر شریعت میں موجود ہے، لیکن دائمی طور پر کسی شئی کو روک کر اور اس کی آمدنی کو ابداً امور خیر پر صرف کرنا نادر الوجود ہے، لہذا جو امر ایسا ہو کہ باوجود فقہیہ قواعد کے جائز رکھا گیا ہو، تو وہ امر جو قواعد کے مطابق ہو بطریق اولی جائز

marfat.com

ہوگا، اور جبکہ معنی اور مقصد دونوں کا ایک ہی ہو ۔

(ج) مؤقتی وقف کو جائز قرار دینے والے علماء نے فریق اول کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت عمر کی روایت میں اگرچہ ایسی عبارتیں آئی ہیں جن سے وقف کا ابدی ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن غیر ابدی ہونے کی ممانعت بھی ان میں موجود نہیں ہے، بلکہ ان کل عبارتوں کا ماحصل یہ ہو گا کہ جب واقف کی طرف سے ابدیت کی تصریح کر دی گئی ہو تو اس صورت میں وقف کا ابدی طریقہ پر نافذ ہونا واجب ہوگا، لیکن اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا ہو تو وقف صحیح نہ ہوگا، اور اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں نبی (صلعم) نے اپنے کلام کی ابتداء میں یہ کلمہ ارشاد فرمایا ہے :"ان شئت" اگر تم چاہو ۔ آنحضرت کا اس کلمہ سے اپنے کلام کو شروع کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ موقوفہ شئی کے روکدینے کا مدار روکنے والے کی مشیت اور ارادے پر موقوف ہو گا، اور جس امر کا حضور مشورہ دے رہے ہیں اس میں یہ نہیں ہے کہ وقف کی صرف ایک یہی صورت مقرر ہے دوسری کوئی صورت ممکن نہیں ہو سکتی یا دوسرا کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا ۔ پھر "حبس" کا لفظ جوکہ متفقہ طریقہ پر آنحضرت (صلعم) کا فرمودہ لفظ ہے وہ لفظ ابدیت پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ حبس کر دینا جس طرح ابدی طور پر ہو سکتا ہے اسی طرح وقتی طور پر بھی ہو سکتا ہے، باقی دیگر ابدیت پر دلالت کرنے والے کلمات خود حضرت عمرؓ کے ہیں، اور حدیث میں صرف ایک دلیل موجود ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ الفاظ استعمال کیے اور نبی (صلعم) نے ان کو ثابت و برقرار رکھا ۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس صورت کے خلاف کوئی دوسری صورت جائز نہ ہو گی ۔

(د) کسی موقتی وقف کے جائز قرار دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی ایسی شئی کو جائز کیا گیا کہ جس کی صحت پر شرع کی طرف

marfat.com

سے کوئی دلیل نہ تھی، اس لیے کہ موقتی وقف صدقہ ہوگا، اور صدقہ، صدقہ کرنے والے پر اس طریقہ سے لازم ہو جاتا ھے جس طریقہ سے وہ صدقہ کرے۔ پھر اس لیے بھی کہ موقتی وقف کی صحت کا التزام قیاس سے ثابت ھے، بلکہ ابدی وقف کے مقابلے میں اس کی صحت بطریقۂ اولی ثابت ہو گی۔

(ھ) وقف میں ابدیت کی شرط لگانے والے فریق کی یہ دلیل کہ وقف میں واقف اپنی ملکیت کو موقوفہ سے ساقط کرتا ھے، یا دوسرے کی طرف منتقل کر دیتا ھے اور دوسرے کو مالک بناتا ھے، یہ دونوں امر بصورت مطلق صحیح ہوتے ھیں، کسی وقت کی پابندی کے ساتھ درست نہیں ہوتے یا عدم ابدیت کے قائل اصحاب کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی، کیونکہ مالکیہ اور شیعہ حضرات جو اس کے جواز کے قائل ھیں ان کے نزدیک موقوفہ میں واقف کی ملکیت بدستور قائم رہتی ھے، لہذا اسقاط ملک یا تملیک کے قاعدے سے ان لوگوں کے مقابلے میں دلیل پیش کرنا صحیح نہیں ہو سکتا، کیونکہ کسی صاحب مذہب کو اس طریقہ سے جواب دیا جا سکتا ھے جس کا وہ خود قائل ہو۔

جدید نقطۂ نظر:

تابید وقف کے سلسلہ میں شیخ ابو زہرہ استاذ الشریعة اسلامیہ، جامعة القاہرہ نے اپنی کتاب الوقف میں لکھا ھے۔ [۳۹] کہ جو لوگ ابدیت کو وقف کے معنی و مفہوم کا جز قرار دیتے ھیں وہ تعداد میں ان لوگوں سے بہت زیادہ ھیں جو ابدیت کو وقف کے مفہوم کا جز نہیں قرار دیتے یعنی جو حضرات موقتی وقف کو بھی صحیح کہتے ھیں، ان کی تعداد بہت کم ھے، لیکن آراء کی قوت کا اعتبار کسی حکم کو گلے لگانے والوں کی تعداد کی

(۳۹) ''الاپنور الحق لایصدنا عنہ تخیر، ولا یعمینا عن ادرا کہ ھوی، ولا یبعدنا عنہ نہایۃ' ونستعین اللہ فنقول'' الوقف' شیخ ابو زہرہ' مطبوعہ مصر' ۱۹۵۹ع صفحہ ۸۱-۷۳

marfat.com

کثرت سے نہیں ہوا کرتا ، بلکہ جس امر میں فائدۂ کثیر ہو اور جس کی دلیل کی تائید ہوتی ہو ان آراء کو قوت حاصل ہوا کرتی ہے ۔"

اس کے بعد شیخ ابو زہرہ نے رأیُ الوقت مصری اور لبنانی قوانین کی دفعات ، جن میں امام مالک کے مسلک کو اپنایا گیا ہے ، بیان کرتے ہوئے امام مالک کے مذہب کو راجح قرار دیا ہے ۔

تجزیہ :

۱۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وقف اپنی غرض و غایت میں صدقہ کی ایک قسم ہے، لیکن ایک مخصوص قسم ہے۔ جس طرح کہ زکٰوۃ ایک مخصوص قسم ہے لیکن صدقہ کی عام اقسام سے اپنے احکام میں مختلف ہے ، اسی طرح وقف باوجود غرض و غایت میں متفق ہونے کے اپنے احکام میں عام صدقات سے مختلف ہے ۔ صدقہ ایک جنس کلّی ہے جس کے تحت مختلف انواع داخل ہیں۔ نوعِ اعلیٰ اور نوع اسفل ان دونوں کے درمیان انواع متوسطہ کے متعدد درجات نکلتے ہیں ، اور ان میں ہر نوع اپنے اندر کچھ مخصوص خصوصیات کی حامل ہے ۔ یہ ضروری نہیں کہ اگر چند انواع کسی ایک جنس کے تحت داخل ہوں تو وہ اپنے خصوصی احکام میں بھی اپنی جنس کے احکام کی تابع ہوں ۔ البتہ یہ ضرور ہوگا کہ انواع میں جنس کا حکم عام بحیثیت ایک جنس کلی کے ضرور پایا جائے گا ، لیکن انواع کے خصوصیات کے لحاظ سے جو حکم ہوگا وہ جنس کے عام حکم سے بالکل مختلف ہوگا ۔ مثلاً جنس صدقہ کا حکم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے ۔ یہ اس جنس کے تمام افراد میں ملحوظ ہوگا ، چنانچہ زکٰوۃ میں بھی یہی ملحوظ ہے اور تمام قسم کے نفلی صدقات اور اوقاف میں بھی یہ ملحوظ ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود زکٰوۃ میں اس کی اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کچھ ایسے احکام بھی موجود ہیں جو دیگر صدقات میں موجود و ملحوظ نہیں ۔ شریعت میں اس کے نظائر

marfat.com

موجود ھیں مثلاً حج کے متعدد انواع ھیں حج مفرد ، حج قران ، حج تمتع اور ان میں سے ھر ایک بعض خصوصیات میں ایک دوسرے سے ممتاز ھے ، اسی طرح زکٰوۃ لازمی ھے دیگر صدقات مرضی پر مبنی ھیں ، زکٰوۃ میں نصاب و حولان حول (ایک سال کا گذر جانا) شرط ھے ، دیگر صدقات میں ایسی کوئی شرط نہیں ۔

اسی طرح نفلی صدقات میں یہ کیوں نہیں ھو سکتا کہ ان کے بعض افراد ، جنس صدقہ میں متحد ھونے کے باوجود اپنے اندر بعض ایسی خصوصیات رکھتے ھوں جو دوسری انواع میں نہ پائی جائیں ۔ چنانچہ وقف اگرچہ غرض و غایت میں اپنی جنس "صدقہ" کے ساتھ متفق ھے ، لیکن اس میں بعض خصوصیات ایسی ھیں جن کی بنا پر حکم میں مختلف ھے ، چنانچہ غیر موقوفہ صدقات میں یہ بھی صحیح ھے کہ شئی کی ذات کا صدقہ کر دیا جائے اور دوسرے شخص کو اس شئی کا مالک بنا دیا جائے خواہ وہ ان کو قائم رکھے یا فروخت کر ڈالے ۔ اور یہ بھی صحیح ھے کہ شئی کی آمدنی کو صدقہ کیا جائے اور شئی کی ذات کو اپنی ذاتی ملکیت میں باقی رکھا جائے ۔ یہ بھی صحیح ھے کہ صدقہ ھمیشہ کرتا رھے ، اور یہ بھی کہ ایک وقت معین تک کرے ، اور اس کے بعد روک دے ۔ صدقہ اس شئی کا بھی صحیح ھوگا جو زیادہ عرصہ تک باقی رھنے والی ھو اور اس شئی کا بھی صحیح ھوگا جو زیادہ عرصہ باقی رھنے والی نہ ھو ، بلکہ اس سے استفادہ ھی اس وقت کیا جا سکے کہ جب اس کی ذات کو فنا کر دیا جائے ، یا استعمال میں مسلسل آتی رھے اور آخر میں فنا ھو جائے ، لیکن صدقۂ موقوفہ کی صورت ذرا اس سے مختلف ھے۔ یہ اپنی خصوصی صفت کے اعتبار سے مذکورہ صدقات سے حکم میں مختلف ھے ۔ اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے دیگر صدقات سے ممیز کرنے اور جنس صدقہ کی ایک مخصوص نوع قرار دینے کے لیے حضرت عمرؓ کو اپنے ارشاد میں اس کے طریقہ کی طرف رھبری فرمائی ۔ اگر وقف صدقہ

marfat.com

کے عام افراد کی طرح کسی خصوصیت کا حامل نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشاد میں حضرت عمرؓ کو اس مخصوص انداز سے مخاطب نہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو اصل زمین کو محبوس کر دو اور اس کی آمدنی کا صدقہ کر دو ۔

۲۔ امام بخاریؒ نے حضرت عمرؓ کی حدیث کو متعدد ابواب میں روایت کیا ہے ، چنانچہ بخاری کے باب الشروط فی الوقف میں بواسطہ ابن عون ، نافع عن ابن عمر ، مروی ہے کہ "حضرت عمر بن الخطابؓ کو خیبر میں جو زمین ملی تھی اس زمین کے متعلق حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشورہ لینے حاضر ہوئے ۔ عرض کیا ، یا رسول اللہ ! مجھے خیبر میں جو جائداد ملی ہے وہ میرے نزدیک اتنا نفیس مال ہے کہ اس سے قبل مجھے میسر نہ ہوا لہذا ، حضور کا اس مال کے (فی سبیل اللہ صرف کرنے میں) کیا حکم ہے ؟ حضور نے فرمایا : اگر تم چاہو تو اصل زمین کو محبوس (مقید) کر دو اور (اس کی آمدنی) کا صدقہ کر دو ، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان شرائط پر ان کا صدقہ کر دیا کہ "نہ اس زمین کو فروخت کیا جائے نہ اس کا ہبہ کیا جائے اور نہ وراثت میں تقسیم ہو" چنانچہ فقراء اور رشتہ داران و گردنیں آزاد کرنے اور مسافروں کی خدمت اور مہمانوں کی مہمانداری پر اس کا صدقہ کر دیا ۔ اور یہ کہ جو شخص اس زمین کی نگرانی کا متولی ہوگا وہ معروف طریقے پر اس میں سے لے سکے گا اور دوسرے کو کھلا سکے گا ، یہ نہیں کر سکے گا کہ (اس کی آمدنی کو) اپنے لیے جمع کر کے مالدار بننے کی کوشش کرے۔[۴۰] نیز (باب الوقف و کیف یکتب کی روایت کے الفاظ بھی یہی ہیں)[۴۱] دوسری روایت ، (باب ماللوصی ان یعمل فی مال الیتیم) میں بواسطہ صخر بن

(۴۰) بخاری ، جلد اول ، مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب ، کراچی ، صفحہ ۳۸۲ ۔
(۴۱) بخاری ، محولہ بالا ، صفحہ ۳۸۷ ۔

marfat.com

جویریہ ، نافع حضرت ابن عمرؓ سے اس طرح روایت کی ہے کہ "حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنے مال کا صدقہ کیا ، اس مال کا ثمغ تھا جو کھجوروں کا باغ تھا ، عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ مجھے ایسا مال ملا ہے جو میرے نزدیک بہت نفیس مال ہے ، میرا ارادہ ہے کہ میں اس کو صدقہ کر دوں ، حضور نے فرمایا اصل مال کا اس طرح صدقہ کرو کہ نہ وہ فروخت کیا جا سکے نہ ہبہ کیا جائے نہ وراثت میں تقسیم کیا جائے ، بلکہ اس کے پھل خرچ ہوتے رہیں ، لہذا حضرت عمر نے اس کا (اسی طریقہ پر) صدقہ کر دیا ، چنانچہ ان کا یہ صدقہ فی سبیل اللہ اور گردنیں آزاد کرانے اور مساکین اور مہمانوں کی مہمان نوازی اور مسافروں و رشتہ داروں پر صرف ہوتا تھا ، اور متولی کے لیے کوئی حرج نہ تھا کہ وہ اپنی صحیح ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لے یا اپنے احباب کو دے دے ، بشرطیکہ مالدار بننے کی خواہش کے پیش نظر جمع کرنے کی کوشش نہ کرے ۔[۳۲]

پھر باب الوقف للفقیر والغنی میں تیسری روایت بواسطہ ابن عون ، نافع ابن عمر سے اس طرح روایت کی ہے کہ "حضرت عمر کو جو زمین خیبر میں ملی تھی اس کے متعلق انہوں نے آنحضرتؐ سے معلوم کیا تھا ، حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اگر تمہارا دل چاہے تو اس کا صدقہ کر دو ، چنانچہ حضرت عمرؓ نے فقراء اور مساکین اور رشتہ داران و مہمانوں کی مہمانداری کے سلسلے میں اس کا صدقہ کر دیا ، پھر "باب نفقة القیم للوقف" میں بواسطہ ایوب ، نافع حضرت ابن عمرؓ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ "حضرت عمر نے اپنے وقف میں یہ شرط کر دی تھی کہ جو شخص اس کا متولی ہو وہ خود اور اپنے احباب کو اس (وقف سے) معروف طریقے پر کھا اور کھلا سکتا ہے ، لیکن مالدار بننے کی کوشش نہیں کر سکے گا ۔[۳۳]

---

(۳۲) بخاری، محولہ بالا، صفحہ ۳۸۹ ۔ (۳۳) بخاری، محولہ بالا، صفحہ ۳۸۹ ۔

marfat.com

ابو داؤد نے تین سندوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ہر سند کے آخری راوی عبداللہ بن عون ہیں جنہوں نے نافع سے روایت کیا ہے ، اور امام احمد ودارقطنی نے حضرت ایوب ، نافع سے روایت کیا ہے ۔ اور طحاوی نے بھی یحیٰ بن سعید انصاری سے اور نسائی نے عبیداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے ۔

چنانچہ بخاری کی پہلی روایت میں جس کو ہم ابتداء میں نقل کر چکے ہیں یہ جملہ بھی ہے : "فکیف تامرنی بہ" اور حضرت یحیٰ بن سعید کی روایت میں ہے : "ان عمر استشار ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ان یتصدق" دوسرا جملہ بخاری کی مذکورہ روایت میں یہ ہے : "ان شئت حبست اصلہا وتصدقت بہا" چنانچہ حضرت عبیداللہ ابن عمر کی روایت میں اس جملہ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے : "احبس اصلہا و سبل ثمرتہا" اور یحیٰ بن سعید کی روایت میں ہے : تصدق بثمرہ و حبس اصلہ" پھر بخاری کی مذکورہ حدیث میں یہ جملہ ہے : "فتصدق عمرؓ انہ لایباع اصلہا ولا یوھب ولا یورث" مسلم کی روایت میں ایک لفظ "ولا تبتاع" زیادہ آیا ہے ، دارقطنی کی روایت میں حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں یہ جملہ اس طرح مروی ہے : "حبس ما دامت السموات والارض" اور بیہقی نے یحیٰ بن سعید، نافع سے جو روایت کی ہے اس میں یہ جملہ اس طرح ہے : "تصدق بثمرہ و حبس اصلہ لایباع ولا یورث"

مذکورہ روایات کو پیش نظر رکھ کر اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت عمرؓ کو اس سے قبل صدقہ کرنے کا طریقہ معلوم نہ تھا جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشورہ لینے کے لیے حاضر ہوئے تھے ؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یہی ہوگا کہ یقیناً ان کو صدقہ کرنے کے تمام مروجہ طریقے معلوم

marfat.com

تھے ، کیونکہ اس واقعے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اپنے اصحاب کو صدقہ کرنے کی ترغیب فرماتے رہے اور اصحاب برابر صدقہ کرتے رہے جس میں خود حضرت عمر بھی شامل ھیں اور یہ امر ایسا ھے جوکسی شخص پر پوشیدہ نہیں خصوصاً جبکہ یہ واقعہ فتح خیبر کے بعد کا ھے بلکہ عمر بن شیبہ نے ایک ضعیف سند سے محمد بن کعب سے نقل کیا ھے کہ یہ ے ھجری کا واقعہ ھے۔ بہر حال یہ امر یقینی ھے کہ اس واقعے سے قبل کثیر تعداد میں صدقات عامہ کا سلسلہ جاری تھا ۔ جہاد اور غیر جہاد کے مواقع پر ایسا ھوتا رھتا تھا ، لیکن اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضور انور کی خدمت میں حاضر ھو کر اپنے نفس مال کے لیے فی سبیل اللہ صدقہ کرنے کے متعلق مشورہ لینا کسی خاص کیفیت ونیت کی غرض سے تھا اور وہ سوائے اس کے اور کچھ نہ تھی کہ صدقہ کے انواع میں سے کوئی ایسا نوع وجود میں آجائے جس کا اجر و ثواب صدقہ کرنے والے کو دائماً و ابداً ملتا رھے اور اس سے لوگ قطع نظر فقر و مسکنت کے بھی مستفید ھوتے رھیں اور صدقہ کرنے والے کے اھل و عیال بھی اس سے استفادہ اس طرح کریں کہ صدقہ کی ھوئی چیز ان کی دست برد سے محفوظ رھے تا کہ اس کی بقاء سے دائمی فائدہ اٹھایا جاتا رھے ۔ حضرت عمرؓ کے قلب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسے امور کا القاء مشہور و معروف امر ھے ، لہذا مؤقتی وقف کے جواز کے قائلین کی یہ دلیل کہ وقف صدقات کے منجملہ ایک صدقہ ھے جس طرح دیگر صدقات موقتی اور دائمی دونوں طرح ھو سکتے ھیں اسی طرح وقف دونوں طرح جائز ھوگا ، صحیح نہیں ۔ حضرت عمرؓ کا پورا واقعہ اس سے انکار کرتا ھے کیونکہ اس معنی کے اعتبار سے حضرت عمرؓ کا یہ فعل محض عبث و لغو قرار پاتا ھے کہ صدقہ کی کیفیت مسلسل دیکھتے اور کرتے رھنے کے بعد ایک

marfat.com

مہمل سوال کریں بلکہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا تصور آتے ھی اس باغ کو فقراء و مساکین ودیگر مستحقین میں حصہ کرکے تقسیم فرما دیتے باغ کے دس نخل کسی کو ، پانچ کسی کو ، پندرہ کسی کو دے کر معاملہ ختم کر دیتے، ایسا کرنا کوئی مشکل امر نہ تھا - پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غرض کو فوراً سمجھ گئے تھے" اگر ایسا نہ ھوتا تو حضور صاف طور پر مختصر جواب مرحمت فرما دیتے ,"اما تعلم سنة الصدقة فتشاورنی افعل کما یفعلون المسلمون او کما کنت فعلت" اے عمر! کیا تم صدقہ کرنے کا طریقہ نہیں جانتے جس طرح دوسرے مسلمان کرتے رھے ھیں یا تم کرتے رھے ھو اسی طرح کر دو مجھ سے مشورہ لینا کیا معنی ؟

۳ - شیخ ابو زھرہ نے وقف کو صدقات کے منجملہ ایک صدقہ قرار دینے میں اپنی عبارت میں یہ بھی فرمایا ھے : "صدقات عامہ اور وقف کے صدقہ میں حکماً تفریق کرنا زبردستی ھے ، نہ اس کو کوئی نص خوبی قرار دیتی ھے اور نہ کتاب و سنت سے اس کو قوت پہنچتی ھے" - یہ ایک عجیب بات ھے ، کیونکہ موصوف نے اگر نص سے نص سنت مراد لی ھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو کہ خود موصوف نے وقف کی ابدیت کے قائلین کی حجت میں بیان کی ھے اس طریقہ کے حسن و خوبی پر دلیل موجود ھے - حضرت عمرؓ نے صدقہ کا احسن طریقہ معلوم کرنے کے لیے ھی آنحضرت (صلعم) کی خدمت میں حاضری دی تھی اور حضور انورؐ نے ایسا ھی طریقہ ان کو بتلایا تھا جو صدقہ کے افراد میں اپنی نوعیت سے بہترین طریقہ ھو - اور اگر نص سے کتاب اللہ کی نص مراد ھے تو کتاب اللہ کی کثیر تعداد میں آیات ایسے صدقہ کو جو خدائے تعالیٰ کی رضا جوئی کے

(۴۴) فالتفرقة بین النوعین تحکم لا یبرده نص ولا یتسمد قوة من کتاب اوسنة

marfat.com

لیے دائمی و ابدی طور پر کیا گیا ہو افضل ترین صدقہ قرار دیتی ہیں ۔ یہ ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا میں مال انسان کی محبوب ترین اشیاء میں سے ایک ہے فرمایا ہے: "وتحبون المال حباً جما" اور فرمایا ہے : "زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث۔ الآیۃ" اب اس محبوب ترین شئی کے خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے خرچ کرنے کے دو طریقے ہیں ، ایک یہ کہ ایک وقت میں فی سبیل اللہ صرف کرے اور دوسرے وقت میں صرف نہ کرے بلکہ اپنے اور اپنے متعلقین کی ضروریات میں صرف کرے اور اس حالت میں فی سبیل اللہ صرف کرنا منقطع ہو جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی محبوب ترین شئی سے ہمیشہ کے لیے خود کو اور اپنے تمام اقرباء کے مالکانہ تصرفات کو منقطع کرکے فی سبیل اللہ صرف کرتا رہے اور کرواتا رہے ۔ ظاہر ہے کہ مال کی محبت اس کو اول طریقہ اختیار کرنے پر مجبور کرے گی اور وہ یہ محبوب رکھے گا کہ مال کبھی فی سبیل اللہ صرف ہو اور کبھی اس کی اپنی ضرورتوں اور حاجتوں میں ۔ یہ امر کہ ابدی طریقہ سے اس کا مال اس کے تصرف مالکانہ سے باہر ہو جائے کسی طرح پسند نہ کرے گا ۔ چنانچہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے ان دو طریقوں میں سے خدائے تعالیٰ کو وہ طریقہ محبوب ہوگا جو خود انسان کو ناگوار خاطر ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : "لن تنالوا البرحتی تنفقو مما تحبون" اور انسان کا خود اپنے مال کے لیے محبوب یہ عمل ہے کہ ابدی طور پر اس کے تصرفات مال سے منقطع نہ ہو جائیں یعنی مذکورہ دو طریقوں میں اول طریقہ اختیار کرنا محبوب ہے اور دوسرا طریقہ اختیار کرنا محبوب تر ہے ، نیز دوسرے طریقے "مماتحبون" پر عمل کرنا متصور ہوگا، اور اسی "لن تنالو ، البر" کے وعدہ کے اضعافاً مضاعفۃ کا استحقاق پیدا ہوتا ہے ۔

marfat.com

مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ انفاق موقتی اور انفاق ابدی اگرچہ "انفاق فی البر" میں دونوں شریک ہیں لیکن "انفاق ابدی" میں جو خصوصی حسن‌وخوبی اور ہوائےنفس سے مجاہدہ موجود ہے وہ موقتی انفاق میں موجود نہیں اور یہی وہ امر ہے جو اس بات کا مقتضی ہے کہ صدقہ بصورت وقف دیگر صدقہ کے افراد سے حکم میں مختلف ہو اور اس کے نظائر شریعت میں موجود و ثابت ہیں اور دونوں کے درمیان تفریق کا قائل ہونا محض صحیح ہی نہیں بلکہ ضروریات سے ہے ، اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر اس کی وہ مخصوص نوعیت جو رسول‌اللہ صلی‌اللہ علیہ وسلم کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتی ہے بے مقصد قرار پائے گی۔

۴ ۔ وہ دلائل جو حدیث مذکور کے استدلالی الفاظ کے سلسلہ میں موقتی وقف کی صحت کے قائلین کی طرف سے پیش کیے گئے ہیں ، ہمارے خیال میں وقف میں ابدیت شرط ہونے کے قائلین کے مقابلے میں کمزور اور بے وزن ہیں ۔ مذکورہ حضرات کی پہلی تردیدی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو نصاً ابدیت پر دلالت کرتے ہیں ، لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ غیر ابدی وقف جائز نہ ہوگا ، حدیث کی عبارت اس میں وقف کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں ساکت ہے ۔ اس کا جواب ابدیت شرط ہونے کے قائلین کی طرف سے یہ دیا جا سکتا ہے کہ وقف میں ابدیت کا شرط ہونا اس امر کا متقاضی ہے کہ جو صدقہ ابدیت کے بغیر کیا گیا وہ وقف نہیں کہلائے گا البتہ صدقہ کے دوسرے انواع کی طرح عام صدقات میں سے ایک ایسا فرد ہوگا جو اجر و ثواب میں صدقۂ وقف جیسے درجہ کا حامل نہ ہوگا ، بلکہ دیگر عام صدقات کی طرح صدقہ کرنے والا اجروثواب کا مستحق ہوگا،

marfat.com

حدیث کی جن روایات میں "ان شئت" کا لفظ وارد ہوا ہے اس سے یہ استدلال کرنا کہ یہ جملہ اس امر کی دلیل ہے کہ صدقہ کو ابدی کرنا صدقہ کرنے والے کی مرضی اور پسندیدگی پر رکھا گیا ہے خواہ وہ حبس ابدی کرے یا موقتی کردے اور اس سے وقف کے موقتی ہونے کی صحت ثابت ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ "ان شئت" کے الفاظ یعنی اگر تم چاہو سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صدقہ کرنے کے دو طریقے ہیں ایک وہ جو ابدیت پر مشتمل ہو دوسرا وہ جو وقتی طور پر ہو - ابدیت پر مشتمل ہونے والا طریقہ حبس (وقف) فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے جس میں ہمیشہ کے لئے اپنے ذاتی تصرفات کو شئی مصدقہ (موقوفہ) سے روک دینا ہوتا ہے - دوسرا طریقہ محض صدقہ کہلاتا ہے جس میں ایک مقررہ وقت تک فقط ذاتی تصرف کی بندش ہوتی ہے، اب اگر چاہو تو حبس فی سبیل اللہ کا طریقہ اختیار کرو جو مجاہدۂ نفس کا اعلیٰ درجہ ہے اور چاہو تو عام صدقہ کا طریقہ اختیار کرو جو مجاہدہ کا ادنی درجہ ہے - یہ کہنا کہ حبس کا لفظ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بلا نزاع فریقین ثابت ہے ، لیکن حبس جس طرح ابدی طور پر ہو سکتا ہے اسی طرح ایک وقت مقررہ کے لیے بھی ہو سکتا ہے، صحیح نہیں- ہمارے خیال میں اگر حضور کا اس لفظ سے یہی منشاء تھا تو اس لفظ کو اس موقع پر جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے صدقہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لے رہے ہوں ، استعمال کرنا کسی خصوصیت کا حامل نہ رہا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ دینا کسی جدید خصوصیت کا حامل نہ ہونے کی بنا پر مشورہ دینے کی کما حقہ ادائی نہ ہوئی ، بلکہ یہ ایک وہی عام بات ہوگی جس کو حضرت عمر رض بھی جانتے تھے -

۵ - یہ دلیل کہ باقی عبارت (لایباع ولا یوھب ولا یورث) یہ خود

marfat.com

حضرت عمر رض کی اپنی ہے رسول‌اللہ صلعم نے اپنے کلام میں اس قسم کی شرائط نہیں بیان فرمائیں ! اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو ابدیت شرط ہونے کے قائلین نے دیا ہے کہ یہ الفاظ اگرچہ حضرت عمر کے سہی ، لیکن آنحضرت صلی‌اللہ علیہ وسلم کی منشاء کو سمجھتے ہوئے حضرت عمر نے ان کو استعمال فرمایا تھا اور آنحضرت نے ان الفاظ کو اپنی جگہ پر برقرار رکھا تھا جو اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضورؐ کی منشاء کو صحیح سمجھتے اور آنحضرتؐ نے ان کی تصویب فرما دی ، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے صحیح بخاری سے حضرت صخر بن جویریہ کے ذریعہ حضرت نافع سے جو روایت اپنی تقریر کے سابقہ صفحات میں نقل کی ہے اس روایت میں (لایباع ولا یوهب ولا یورث) فرمانا خود رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اپنے الفاظ سے ، اس طرح بیہقی کی روایت منقولۂ صدر میں بھی یہ عبارت موجود ہے (تصدق بثمرہ و حبس اصلہ لایباع ولا یورث) ان دونوں روایتوں سے واضح ہے کہ یہ شرائط خود رسول اللہ صلی‌اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان ہوئی تھیں اور حضرت عمر نے ان کو نقل فرماتے ہوئے دیگر امور کا اضافہ کیا تھا چونکہ ان شرائط کا مقتضیٰ وہی تھا جس‌کو حضرت عمر نے اپنے الفاظ میں اس طرح ادا فرمایا فصدقته تلک فی سبیل الله وفی الرقاب والمساکین والضیف وابن‌السبیل‌ولذی القربی الخ ـ

چنانچہ جن احادیث میں یہ جملے (لا یباع ولا یوهب ولایورث) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کلام روایت کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے‌کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب آنحضرت سے یہ جملے‌مسموع فرما کر وقف‌کرنے کے وقت خود بھی استعمال فرمائے تو بعض راویوں نے حضرت عمر کے جملے نقل کر دیے ـ اور بعض راویوں نے آنحضرتؐ اور حضرت عمر رض دونوں حضرات کے کلام کو پورا پورا نقل کر دیا ـ اور ایسا احادیث

marfat.com

میں عموماً موجود ہے ، اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الرسالہ میں حدیث کے اصول میں مختلف الحدیث کی بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے[۴۵] کہ کبھی آنحضرت صلعم سے کسی شئی کے متعلق سوال کیا جاتا، تو آپ سوال کے اندازے پر جواب مرحمت فرما دیتے اور آپ کی جانب سے خبر دینے والا کبھی پوری خبر دے دیتا اور کبھی اس میں اختصار کردیتا، اور کبھی اس خبر میں بعض مطلب بیان کر دیتا اور بعض معنی کو ترک کر دیتا ، اور ایک شخص جو جواب کے وقت موجود ہوتا جوابی گفتگو کو روایت کر دیتا اور سوال کے وقت موجود نہ ہونے کی وجہ سے سوال کی حقیقت اور اس کے سبب پر واقفیت حاصل نہ کر سکتا ، تا کہ حضورؐ کے جواب کی حقیقت اور سبب کو بیان کر دیتا، (جس سے حضور کی پوری منشاء کا پتہ چل سکتا)۔ لہذا اس سلسلہ کی حضرت عمرؓ کی تمام روایات پر جب نظر کی جاتی ہے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بعض راویوں نے پورے طور پر واقعہ نقل کر دیا ہے اور بعض نے صرف حضرت عمر کے اپنے کلام کو نقل کر دیا ہے ، اور اس طرح روایات کو جمع کرنے کے بعد اصل حقیقت سامنے آجاتی ہے !

شیخ ابو زہرہ نے فتح القدیر کمال الدین ابن ہمام کا حوالہ دیتے ہوئے امام ابو یوسف کا ایک قول بھی اس سلسلہ میں نقل کیا ہے کہ جب موقوف علیہ کا سلسلہ ختم ہو جائے تو وقف واقف کے ورثاء کی طرف واپس ہو جائے گا اور اس قول پر فتویٰ ہونا منقول ہے، گویا اس سے یہ بتانا چاہا ہے کہ اس قول میں امام مالک رحمۃاللہ علیہ کے ساتھ شیعہ امامیہ

(۴۵) (ویسئل عن الشئی فیجیب علی قدر المسئلة ویؤدی عنه المخبر عنه المخبر مقتصی والمخبر مختصراً ، والخبر فیأتی بیعض معناه دون ببعض ۔ ویحدث عندالرجل الحدیث قد ادرک جوابه و لم یدرک المسئلة فیدله علی حقیقة الجواب بمعرفته السبب الذی نخرج علیه الجواب) کتاب الرسالة صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ مصر ۱۳۵۸ ھ ۱۹۵۰ع) ۔

marfat.com

کے ماسوا احناف کے بعض امام بھی شریک ہیں اور امام مالک اس قول میں تنہا نہیں ہیں ۔ اس قول کے نقل کرنے کے بعد موصوف نے نتیجہ میں یہ کہا ہے کہ جب امام ابو یوسف موقوفہ کے واقف کے ورثاء کی طرف واپس ہو جانے کے قائل ہیں تو دس سال کے لیے وقف کرنے کے بطریقۂ اولیٰ جواز کے قائل ہوئے مگر ہم اس کے مقابلے میں امام ابو یوسف کی ایک دوسری روایت پیش کرتے ہیں جس کو علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۳۱ میں نقل کیا ہے[۳۶] امام طحاوی نے عیسی ابن أبان سے نقل کیا ہے کہا کہ امام ابو یوسف وقف کی بیع کے جائز ہونے کے قائل تھے جب ان کو حضرت عمرؓ کی یہ حدیث معلوم ہوئی تو فرمایا کہ ابن عون سے اس حدیث کو کس نے سنا ہے تو ان سے ابن علیہ نے یہ حدیث بیان کی تو فرمایا کہ اب تو اس کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس کے خلاف کہہ سکے اور اگر یہ حدیث ابو حنیفہؒ کو پہنچ جاتی تو وہ بھی اس کے قائل ہو جاتے چنانچہ وقف کی بیع کے جواز کے قول سے آپ نے رجوع کر لیا، اب یہ مسئلہ عدم جواز متفق علیہ ہوگیا ۔

ہمارے خیال میں اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام ابو یوسف تابید کے قائل ہو چکے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو جس طرح واقف کے ورثاء کی طرف وقف کے واپس ہونے کے قائل تھے اسی طرح واقف کو وقت ضرورت اس کی بیع کے جواز کے بھی قائل رہتے، اور یہی وجہ ہے کہ متاخرین فقہاء احناف نے امام ابو یوسف کا آخری قول وقف کے لیے تابید شرط ہونا نقل کیا ہے حتیٰ کہ صرف لفظ وقف ہی ان کے نزدیک اس کے ابدی ہونے

---

(۳۶) (فیحکی الطحاوی عن عیسی ابن أبان قال: کان ابو یوسف یجیز بیع الوقف فبلغه حدیث عمر رض هذا فقال: من سمع هذا من ابن عون؟ فحدثه به ابن علیة، فقال هذا لا یسمع احداً خلافه ولو بلغ ابا حنیفه لقال به فرجع عن بیع الوقف حتی صارکانه لا خلاف فیه بین احداهم) ۔

marfat.com

کے لیے کافی ہوگا ۔ اس کی صراحت کی ضرورت بھی نہ ہوگی ، المبسوط میں امام ابو یوسف سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کا منشاء بھی یہی ہے کہ وہ ابدیت کی تصریح کی شرط کے قائل نہیں بلکہ بغیر صراحت کے وقف ابدی ہو جائے گا ۔

نتیجہ فکر :

مندرجہ بالا مباحث سے اس نتیجہ پر پہونچا جا سکتا ہے کہ بنیاد وقف کے لیے ابدیت شرط ہے ، خواہ اس کے بعد دیگر عوارضات کے اعتبار سے اس میں تغیر و تبدل کرنا پڑے ۔ یہ امر مستثنیات میں سے ہوگا ۔ چنانچہ استبدال وقف وغیرہ کے تمام جزئی مسائل در حقیقت اسی استثنائی قاعدے پر مبنی ہیں اور آئمہ سلف کے متفق علیہ مسائل ہیں ، لہذا کوئی زمین موقوفہ یا دیگر جائداد موقوفہ اگر کسی وقت میں ایسے درجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ اس سے وقف کے مقاصد حاصل کرنا ، بالفاظ دیگر واقف کی غرض انفاق فی سبیل اللہ یا استفادہ موقوف علیہم، ناممکن ہو جاتا ہے تو اس وقف کا استبدال ان فقہاء نے بھی جائز رکھا ہے جو وقف میں اس کے ابدی ہونے کو مفہوم وقف کا جزو کہتے ہیں ۔ اور اگر غور کیا جائے تو ان فقہاء کا قول بدیں وجہ قرین صواب ہے کہ اس کا ایک ایسا فائدہ بھی متصور ہوتا ہے جو موقتی وقف سے متصور نہیں ہوتا وہ یہ کہ جو وقف کسی معینہ مدت کے لیے کیا گیا ہو یا کسی معینہ مدت پر ختم ہو جانے کا قاعدہ بنا دیا گیا ہو اس مدت معینہ پر ختم ہو کر واقف یا موقوف علیہم کی یا وارثوں کی ملکیت کی طرف رجوع کر جائے گا اور اس کی حالت اس مملوکہ مال جیسی ہو جائے گی جس کو وقف نہ کیا گیا ہو ۔ گویا اس مدت کے ختم ہونے پر جائداد موقوفہ اور غیر موقوفہ میں کوئی فرق نہ رہے گا ۔ صرف فرق اتنا ہوگا کہ موقوفہ مدت معینہ کے بعد ان تمام مالکانہ تصرفات کا محل ہو گی جس کا غیر موقوفہ جائداد شروع ہی سے محل تھی، لیکن یہ فرق کوئی ایسا معتدبہ فرق نہیں

marfat.com

ھوگا جس سے واقف کی غرض مکمل طور پر حاصل ھونا تصور کیا جا سکے ۔ بخلاف اس صورت کے جبکہ وقف میں دائمی ھونا شرط ھو اس صورت میں اگر وقف پر ایسے حالات طاری ھوتے ھیں کہ وقف سے استفادہ مشکل یا ناممکن ھو جاتا ھے اور اس کی بیع کے بعد تبادلہ کا حکم دے کر تبدیل شدہ شئی کو اس کی جگہ وقف میں متصور ھونے کا حکم دیا جاتا ھے تو واقف کی غرض رضاء خداوندی و تقرب الی اللہ کا حصول مسلسل قائم رھتا ھے، اور واقف کی اولاد دوسرے موقوف علیھم یا مساکین و فقراء کا اس موقوفہ سے استفادہ برقرار رھتا ھے ۔ لہذا ھمارے خیال میں وقف کا لفظ ھی اپنے خاص معنیٰ و مفھوم میں اس کے دوامی ھونے پر دلالت کرتا ھے اور اس خصوصیت میں دوسرے صدقات سے ممیز و مختلف ھے ۔

مصری قانون کی رو سے دوام وقف کی نوعیت :

حکومت مصر نے امام مالک کے مسلک کی متابعت میں از روئے قانون نمبر ۴۸ بابت ۱۹۴۶ع یہ قرار دیا ھے کہ اگر وقف خیراتی ھو تو وہ عارضی اور دوامی دونوں صورتوں میں جائز ھوگا ۔ وقف کے غیر خیراتی ھونے کی صورت میں از روئے قانون اس کے دوامی ھونے کو منع کیا گیا ھے ۔ چنانچہ وقف علی الاولاد کی صورت میں دو پشتوں تک کی قید لگا دی گئی ھے اور ایسے وقف علی اولاد کو جو بہ اعتبار مدت کے ساٹھ (۶۰) سے زائد نہ ھو جائز قرار دیا گیا ۔ البتہ مسجد کے وقف کو موقتی ھونے کی صورت میں ناجائز قرار دیا گیا ۔ اس کا دوامی ھونا ضروری ھوگا ۔

لبنان کے قانون کی رو سے دوام وقف کی نوعیت :

لبنان میں اوقاف کا جو قانون بنایا گیا ھے وہ بڑی حد تک مصری قانون سے ماخوذ ھے بالخصوص وقف علی الاولاد کے مسئلے میں مصری قانون کا اتباع کیا گیا ھے ۔ چنانچہ وقف علی الاولاد کو جو دائمی ھوں ناجائز

marfat.com

قرار دیا گیا ہے ۔ واقف کے علاوہ دو پشتوں تک وقف علی الاولاد کو جائز قرار دیا گیا ہے ۔ اس کے بعد وہ جائداد موقوفہ (بشرط حیات) یا اس کے پہلی پشت یا بصورت عدم موجودگی دوسری پشت کے ورثاء کی طرف عود کر جائے گی ۔ اور اگر واقف کے وارث نہ ہوں تو وہ وقف ادارۂ اوقاف عام کی طرف رجوع کرے گا ۔

شرائط جواز وقف کی اقسام :

شرائط جواز وقف کی حسب ذیل تین قسمیں ہو سکتی ہیں :

(الف) وہ جو اصل وقف و حکم وقف میں مخل ہوں ۔

(ب) وہ جو اصل وقف و حکم کے منافی نہ ہوں لیکن موقوف یا موقوف علیہم کی منفعت میں خلل انداز ہوں یا حکم شرعی کے خلاف ہوں ۔ اور

(ج) وہ جو مذکورہ امور میں سے کسی کے اندر مخل یا منافی نہ ہوں ۔

حسب ذیل مسائل قسم شرائط (الف) پر مبنی ہیں :

اگر واقف نے کہا کہ میں اپنی زمین یا مکان کو اس شرط پر وقف کرتا ہوں کہ جب چاہوں گا وقف سے نکال لوں گا یا ہبہ کر سکوں گا یا اس کی قیمت کا ہبہ کروں گا یا جب مناسب ہوگا رہن رکھ دوں گا اور وقف سے خارج کر دوں گا ۔ یہ وقف باطل ہوگا الّا یہ کہ مسجد پر وقف کیا ہو تو ایسی صورت میں وقف صحیح ہوگا اور مذکورہ شرطیں باطل ہو جائیں گی ۔[۴۷]

---

(۴۷) رد المحتار برحاشیہ درالمختار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ھجری جلد ۳، صفحہ ۳۷۱

بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ھجری، جلد ۵، صفحہ ۲۰۳

فتاوی عالمگیری(عربی)،مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۰-۳۱۶

احکام الاوقاف للخصاف، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۶ ھجری، صفحہ ۱۲۹

marfat.com

حسب ذیل مسائل قسم شرائط (ب) پر مبنی ہیں اور اس صورت میں وقف صحیح ہوگا اور شرائط باطل و ناقابل پابندی ہوں گی :

"۱- اگر کسی شخص پر اس شرط کے ساتھ وقف کیا کہ مجھ (وقف کرنے والے) کو اتنی رقم قرض دے تو وہ شئے اس پر وقف متصور ہرگی، وقف صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی ۔[۴۸]

۲- ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور ان سے کہا اگر تم اس موقوفہ کی حفاظت میں عاجز ہو جاؤ تو اس کو فروخت کر دینا ۔ امام ابو یوسف کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق وقف صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی ۔[۴۹]

۳- اگر واقف تولیت اپنی ذات کے لیے شرط کرکے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ بادشاہ یا قاضی کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ واقف کو تولیت سے معزول کریں ۔ اگر واقف امین ثابت نہ ہوا تو اس کی یہ شرط باطل ہوگی اور قاضی کو اس کے معزول کر دینے کا حق حاصل ہوگا ۔ اسی طرح قاضی کو یہ حق بھی حاصل ہوگا کہ جس دوسرے شخص کو واقف نے وقف کا متولی مقرر کیا ہو لیکن اس متولی کے بر خلاف دوسرا شخص وقف کے حق میں بہتر ہو تو واقف کے مقرر کردہ کو معزول کر دے ۔ اسی طرح اگر واقف یہ شرط کرے کہ فلاں شخص اس وقف کا متولی ہوگا اور میرے (واقف) کے لیے یہ جائز نہ ہوگا کہ میں اس کو تولیت سے علیحدہ کر سکوں تو یہ شرط باطل ہوگی ۔[۵۰]

---

(۴۸) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد۲، صفحہ ۳۲۹
فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد۵، صفحہ ۶۰
(۴۹) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد۵، صفحہ ۳۳۰
(۵۰) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد۲، صفحہ ۳۳۲
ردالمحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ہجری، جلد۳، صفحات ۹۹-۳۶۷
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد ۵، صفحات ۶۵-۲۴۱

marfat.com

۴- اگر واقف نے یہ شرط رکھی کہ جائداد موقوفہ کو ایک سال سے زیادہ کے لیے کرایہ یا ٹھیکہ پر نہ دیا جائے لیکن لوگ ایک سال کے لیے لینے پر تیار نہیں ہوتے بلکہ زیادہ عرصے تک لینے پر آمادگی کا اظہار کرتے ہیں تو واقف کی شرط کا لحاظ نہ کیا جائے گا جب کہ موقوفہ کے حق میں زیادہ عرصے تک اجارے پر دینا مفید ہو۔ متولی وقف بحکم قاضی زیادہ مدت کے لیے اجارے پر دے سکے گا۔ لیکن اگر واقف نے وقف نامہ میں خود یہ کہہ دیا ہو کہ اگر ایک سال سے زیادہ اجارے پر دینا مفید ہو تو دے سکتا ہے تو ایسی صورت میں متولی بغیر حکم قاضی بھی زیادہ مدت کے لیے دے سکے گا۔[51]

قسم شرائط (ج) کے تحت وقف میں ایسی شرائط جو اصل وقف و حکم وقف کے منافی نہ ہوں واجب الاتباع ہوتی ہیں ، علاوہ ان چند صورتوں کے جن کے متعلق فقہاء نے تصریح کر دی ہے۔ حسب ذیل مسائل قسم شرائط (ج) پر مبنی ہیں مثلاً :

۱- ایک شخص اس شرط پر وقف کرے کہ میری زندگی میں اس وقف کی آمدنی میری ذات و عیال پر صرف ہوتی رہے گی اور میں مر جاؤں اور میرے اوپر قرض ہو تو اس کی آمدنی سے پہلے اسی قرض کو ادا کیا جائے گا۔ اس کے بعد یہ آمدنی فی سبیل اللہ فقراء و مساکین پر صرف کی جائے۔ یا یہ کہ میرے مرنے کے بعد موقوفہ کی آمدنی سے ایک متعین حصہ علیحدہ کرکے اس کو میری جانب سے حج میں صرف کیا جائے یا میری قسم کے کفارے یا فلاں فلاں مواقع پر صرف کیا جائے اور ما بقی اغراض وقف

(۵۱) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد۲، صفحہ ۳۳۶ ردالمحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، جلد ۳، صفحہ ۳۰۱

marfat.com

پر ، تو ایسا کرنا جائز ہوگا ۔۵۲

۲- واقف شرط کرے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس کی آمدنی میرے صرف میں آتی رہے گی ۔ پھر میرے بعد میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور ان کی نسل پر جب تک اس نسل کا سلسلہ قائم رہے ۔ جب یہ سلسلہ ختم ہو جائے تو پھر مساکین اس کے حقدار ہوں گے ۔ ایسا وقف جائز ہوگا ۔ جب کہ واقف کسی دوسرے شخص کی اولاد نسل کے لیے شرط کرے تب بھی یہی حکم ہوگا ۔۵۳

۳- واقف شرط کرے کہ وہ اس زمین موقوفہ کی پیداوار سے اپنی اور اپنے عیال کی ذات پر صرف کرے گا اور ما بقی دیگر موقوف علیہم کا ہوگا ۔ اب زمین کی پیداوار واقف کو حاصل ہو جس کو فروخت کرکے قیمت حاصل کر لی گئی ہو لیکن اس کو صرف کرنے سے قبل واقف کا انتقال ہو جائے تو یہ رقم واقف کے ورثاء کی ہوگی ۔۵۴

۴- ایک شخص نے زمین اپنی بیوی اور اولاد پر وقف کی ۔ بیوی کا انتقال ہو گیا ۔ اگر واقف نے یہ شرط رکھی تھی کہ موجودہ موقوف علیہم میں سے کسی کا انتقال ہو تو اس کا حصہ اس کی

---

(۵۲) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۲۹
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۲۳۸
احکام الاوقاف، خصاف، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۶ ہجری، جلد ،صفحہ ۲۶
فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۵۸

(۵۳) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۲۹
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۲۳۸
احکام الاوقاف، خصاف، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۶ ہجری، جلد، صفحہ ۱۴۹
فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۵۸

(۵۴) فتاوی عالمگیری، (عربی) مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۲۹
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۲۳۶

marfat.com

اولاد کو دیا جائے تو فوت شدہ بیوی کا حصہ صرف اس کی اولاد کو ملے گا لیکن اگر یہ شرط نہ تھی تو بیوی کا حصہ تمام موقوف علیہم پر تقسیم ہوگا۔[55]

۵- واقف نے وقف میں یہ شرط رکھی کہ فلاں شخص کو وقف کی آمدنی میں سے اس کی ضرورت کے مطابق دیا جاتا رہے۔ بوقت وقف موقوف علیہ فرد واحد تھا، اہل و عیال نہ رکھتا تھا۔ اس کے بعد وہ عیال دار ہوگیا تو اس مذکورہ شرط میں موقوف علیہ مع اپنے اہل و عیال کے اس قدر حصہ کا حق دار ہوگا۔ جو ان سب کے لیے کافی ہو۔[56]

شیعہ نقطۂ نظر:

علامہ نجم الدین الحلی نے شیعہ فقہ پر اپنی مشہور کتاب شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ شرائط وقف کی چار قسمیں ہیں:

۱- شرائط موقوفہ۔ جو شئے وقف کی جائے اس کی شرائط۔

۲- شرائط واقف۔ وقف کرنے والے کی شرائط۔

۳- شرائط موقوف علیہ۔ جس پر وقف کیا جائے اس کی شرائط۔

۴- شرائط وقف۔

۱- شرائط موقوفہ:

وہ شے جو وقف کی جائے اس کی چار قسمیں ہوتی ہیں:

۱- جو شے وقف کی جائے اس کا عین مال ہونا۔ محض قرضہ یا منفعت کا وقف درست ثابت نہ ہوگا۔

---

(۵۵) فتاوی عالمگیری، (عربی) مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۲۹

(۵۶) فتاوی عالمگیری (عربی) مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۲۹۔

marfat.com

۲- اس شئے کا مملوک اور حلال ہونا ۔

۳- باوجود بقائے اصل کے انتفاع (فائدہ اٹھانا) ممکن اور مباح ہو ۔

۴- اس شے کا قبضہ دینا اور اس میں تصرف کا ممکن ہونا ۔ چنانچہ بھاگے ہوئے غلام کا وقف صحیح نہیں ۔

شرائط واقف :

وقف کرنے والے کا بالغ ، عاقل اور تصرف کرنے کا اہل ہونا ضروری ہے ۔

شرائط موقوف علیہ :

جس پر وقف کیا جائے اس میں تین شرطوں کا وجود ضروری ہے :

۱- اس کا وقف کے وقت اس طرح موجود ہونا کہ وہ مالک ہو سکتا ہو۔

۲- اس کا معین ہونا ۔

۳- وقف کا اس پر حرام نہ ہونا ۔

۴- شرائط وقف :

وقف کی چار قسمیں ہیں :

۱- وقف کا دائمی ہونا ۔

۲- وقف کا کسی ایسی شرط پر معلّق نہ ہونا ، جس کے وقوع اور عدم وقوع دونوں کا احتمال ہو ۔

۳- شئے موقوفہ کا قبضہ دینا چنانچہ شیعہ فقہاء کے نزدیک اگر قبضہ دینے سے قبل واقف مر جائے تو وقف صحیح نہ ہوگا اور شئے ورثاء کی ہوگی ۔

۴- شئے موقوفہ کا اپنی ملک و قبضے سے خارج کرنا ۔

marfat.com

مصری قانون وقف کے تحت جواز وقف :

قانون تنظیم الاوقاف مجریہ ۱۹۴۶ع (مصر) کے تحت وقف کے سلسلے میں چند امور کا ذکر کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں :

دفعہ ۶- جب کسی غیر صحیح باطل شرط کے ساتھ وقف کیا گیا ہو تو یہ وقف صحیح ہوگا لیکن شرط باطل ہوگی ۔

دفعہ ۹ ۔ وقف کی صحت کے لیے قبول کرنا شرط نہیں ۔ اور نہ ہی استحقاق (وقف) میں یہ امر ضروری ہے ۔ البتہ اگر موقوف علیہ ایسی جہت ہے جو قانوناً اپنا مثل (قائم مقام) رکھتی ہے تو یہ استحقاق اس کے ما بعد طبقہ کی طرف منتقل ہو جائے گا ، بشرطیکہ یہ طبقہ موجود ہو لیکن اگر موجود نہ ہوا تو یہ موقوف اس وقف کے حکم میں داخل ہو جائے گا جس کو قانون (ھذا) کی دفعہ (۱۷) میں بیان کیا گیا ہے ۔

دفعہ ۱۷ ۔ جب کہ وقف دفعہ ۲۴ کے مطابق تمام مستحقین موقوف علیہم پر صرف ہوتے ہوئے یا بعض پر صرف ہوتے ہوئے اپنی انتہاء کو پہنچ جائے تو اب اگر واقف زندہ ہے تو وہ اس کی ملکیت میں واپس چلا جائے گا ، اور اگر زندہ نہیں ہے تو یا مستحقین کی ملکیت قرار پائے گا یا واقف کی ذرّیت جو طبقۂ اولیٰ یا طبقۂ ثانیہ میں ہو ، اس کی ملکیت (حسب حال) قرار پائے گا ۔ اگر ان میں سے کوئی موجود نہ ہو تو واقف کی وفات کے وقت جو وارث موجود ہوں گے وہ حق دار ہوں گے ، اور ان تمام اشخاص کے عدم موجود ہونے کی صورت میں مملکت کے خزانہ میں داخل کیا جائے گا ۔

دفعہ ۱۹ ۔ جب کوئی وقف ایسے امور خیر پر (جو قربت الی اللہ کہلاتے ہوں) کیا گیا ہو اور واقف نے اس میں کوئی جہت نہ بیان کی ہو (بلکہ مطلق رکھا ہو) یا جہت متعین کی لیکن وقف کے وقت وہ جہت

marfat.com

موجود نہ ہو، یا اس جہت پر صرف کرنے کی حاجت نہ ہو، یا وقف کی آمدنی اتنی ہو کہ اس جہت پر صرف کیے جانے پر بھی باقی رہتی ہو تو اس صورت میں محکمہ کی اجازت سے اس آمدنی کو یا اس سے جو مزید حاصل ہوا ہو ، واقف کی ذرّیات یا اس کے والدین پر جب وہ حاجت مند ہوں ان کی کفایت کے مطابق صرف کیا جائے گا، اس کے بعد دیگر محتاج موجود اقرباء پر مذکورہ طریقے پر صرف کیا جائے گا ۔ اس کے بعد وجوہ خیر میں جو وجہ اولیٰ ہوگی اس پر صرف کیا جائے گا ۔

اور جس صورت میں کہ واقف نے کسی جہت کو متعین کیا ہو لیکن بوقت وقف موجود نہ ہو تو اگر کسی دوسرے وقت میں اس کا وجود ہوا تو اس پر اسی طرح صرف کیا جائے گا جیسا کہ اس کے لیے معین کیا گیا ہوگا یعنی صرف میں اس کا حق ہوگا ۔

دفعہ ۲۰ ۔ موقوف علیہ کا وقف کے (اپنے) کل حق میں یا بعض میں کسی غیر کے لیے اقرار کرنا اسی طرح باطل ہوگا جس طرح اپنے حق کو کسی دوسرے کے حق میں چھوڑ دینا باطل ہوتا ہے ۔

دفعہ ۲۱ واقف یا غیر واقف (موقوف علیہم) کا کسی شخص کے متعلق نسب کا اقرار کرنا (باطل ہوگا) جب کہ ایسے علامات ہوں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ مقرأس اقرار میں متّہم ہے اور موقوف علیہم پر اس اقرار کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا ۔

دفعہ ۲۲ ۔ واقف کی ایسی شرائط جو مستحق وقف کی ازدواجی آزادی کو مقید کر دیں یا اس کو شہر میں رہنے کا پابند کر دیں یا قرض کے لین دین پر پابندی عائد کر دیں جس میں کوئی مصلحت نظر نہ آتی ہو ، تمام باطل ہوں گی ، بشرطیکہ یہ دفعہ ۲۷ قانون ھذا کے احکام فقرہ ثانیہ میں خلل انداز نہ ہوں ۔

marfat.com

اور اسی طرح ہر ایسی شرط جس کی رعایت کرنے سے واقف یا وقف یا مستحقین کی مصلحت فوت ہوتی ہو ، باطل ہوگی ۔

دفعہ ۲۳۔ اور مالک کے لیے یہ جائز ہوگا کہ اپنے مال کے ایک تہائی حصہ کو اپنے ورثاء کے لیے یا دیگر اشخاص کے لیے کسی نیک کام پر وقف کرے ، اور مال کی تہائی قیمت کا اعتبار اس قیمت سے ہوگا جو واقف کی موت کے وقت اس کے کل مال کی ہوگی، اور اس مال سے قبل یا بعد جو اوقاف اس سے صادر ہوں گے قانون ہذا پر عمل ہونے سے قبل ان کا اندازہ بھی اس مال کے اندازے کے حق میں قابل لحاظ ہوگا الا یہ کہ وہ ایسے اوقاف ہوں جن سے رجوع کرنا جائز نہ ہو ۔

اور قانون کی دفعہ ۲۴ کی رعایت کرتے ہوئے یہ امر اس کے لیے جائز ہوگا کہ اپنا تمام مال جس شخص یا اشخاص پر چاہے وقف کر دے ۔

دفعہ ۲۴۔ دفعہ ۲۳ کی رعایت کرتے ہوئے یہ ضروری ہوگا کہ واقف کی ذریات اور اس کی زوجہ یا ازواج اور والدین جو اس کی وفات کے وقت موجود ہوں گے تہائی سے زائد حصہ میں ان کو میراث کے احکام کے مطابق مستحق قرار دیا جائے اور یہ استحقاق ان کے بعد ان کی ذریات کی طرف اس قانون کے مطابق منتقل ہو جائے گا ۔

اور یہ استحقاق اس شخص کو نہ پہنچے گا جس کو واقف نے اپنی زندگی میں بغیر کسی مالی عوض کے کسی دوسرے تصرف کے ذریعے اس کے اس حصہ کے برابر کچھ دیا ہو جو اس وقف کا قرار پاتا ہو ۔ البتہ اگر اس دیے گئے مال کی مقدار موقوفہ کے حصے سے کم ہے تو موقوفہ کے حصے سے اس کی تکمیل کر دی جائے گی ۔

دفعہ ۲۵۔ قانون ہذا کی دفعہ ۲۴ کے مطابق واقف کے لیے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ مستحقین میں سے کل یا بعض کو استحقاق سے محروم کردے ۔

marfat.com

اور نہ ایسی کوئی شرط لگانا جائز ہوگا جو ایسے امر کو مقتضی ہو مگر یہ کہ آئندہ تصریحات قانون کے مطابق ہو۔

اور جو شخص محروم ہوگا وہ ایسا تصور کیا جائے گا جیسا کہ واقف کی حیات میں فوت ہو جانے سے محروم ہو گیا ہو۔ لیکن جب محرومی کا سبب زائل ہو جائے گا تو اس کا حق واپس لوٹ آئے گا۔

دفعہ ۲۶۔ واقف کو اس طرح قتل کر دینے سے کہ جس کی وجہ سے قاتل شرعاً وراثت سے محروم ہو جاتا ہے کوئی مستحق اپنے حصہ وقف سے قانوناً محروم ہو جائے گا۔

دفعہ ۲۷۔ واقف کو یہ حق حاصل ہوگا کہ صاحب استحقاق کو اس کے واجب حق کے کل یا بعض سے محروم کر دے اور اس کی شرط اپنے لیے وقف میں مقرر کر دے جب کہ ایسا کرنے کے لیے قوی اسباب موجود ہوں اور محکمہ تحقیقات کے بعد ان اسباب کو اس محرومی کا قوی سبب سمجھتا ہو۔

اور زوجہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے شوہر کو اپنے وقف سے محروم کر دے یا یہ شرط لگا دے کہ اگر شوہر اس کے علاوہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرے گا تو وہ اس کے وقف سے محروم ہو جائے گا، جب کہ یہ عورت اس کے ازدواج میں موجود ہو یا عدت طلاق میں ہو۔

مصری قانون کی بنیاد:

مصری قانون کی مندرجہ بالا دفعات میں دفعہ ۶ حنفی فقہ سے ماخوذ ہے۔ دفعہ ۹ کے تحت قبولیت کا وقف کے لیے عدم شرط ہونا حنفی و شافعی فقہ پر مبنی ہے۔ البتہ استحقاق کے لیے قبول کا شرط ہونا حنبلی مذہب میں راجح ہے۔ دفعہ ۱۷ میں مصلحت عامہ پر مبنی اجتہاد سے کام لیا گیا ہے۔

marfat.com

دفعہ ۱۹ ایک خاص تغیر کے ساتھ حنفی مسلک اور مالکیہ مسلک پر مبنی ہے - دفعہ ۲۰ حنفیہ اور حنبلیہ مذہب پر مبنی ہے جب کہ دفعہ ۲۱ حنفیہ اور مالکیہ سے ماخوذ ہے - دفعہ ۲۲ تا ۲۷ کسی قدر تغیر کے ساتھ مذاہب اربعہ سے ماخوذ ہیں -

اقرار وقف بحالت صحت و مرض الموت

۱۸۵ - (۱) اگر کوئی مسلمان بحالت صحت و بقائمی ہوش و حواس کسی شئے کے بارے میں جو اس کے قبضۂ ملک میں ہو موقوفہ ہونے کا اقرار کرے تو اُس شئے کی نسبت اس کا اقرار صحیح ہوگا اور وہ شئے موقوفہ متصور ہوگی -

(۲) مریض کا اقرار وقف اس شئے یا اس کے ترکہ سے ایک تہائی کی بقدر (جو بھی کم ہو) صحیح ہوگا. اور وہ شئے یا ترکہ کا حصہ موقوفہ متصور ہوگا -

تشریح

جب کوئی شخص بحالتِ صحت عقل و درستی ہوش و حواس خمسہ کسی زمین یا مکان کے حق میں جو اس کے قبضے میں ہو اس کے وقف ہونے کا اقرار کرے لیکن متولی کی نامزدگی نہ کرے اور نہ مستحقین کو بیان کرے تو اس شخص کا یہ اقرار صحیح ہوگا ، اور یہ زمین یا مکان فقراء پر وقف ہو جائے گا - اور اس شخص کو اس موقوفہ کا واقف نہ تصور کیا جائے گا جب کہ اس امر پر شہادت قائم ہو جائے کہ یہ موقوفہ قبضہ کے وقت مقر کی ملکیت نہ تھی، ورنہ یہ واقف متصور ہوگا اور وقف کی ولایت کا حق اسی کو حاصل ہوگا یعنی یہی اس کا متولی ہوگا ، الا یہ کہ شہادت میں کسی دوسرے کی تولیت کا اظہار کر دیا گیا ہو - بصورت ابہام حاکم کی رائے کو دخل ہوگا - اگر ایک شخص نے اپنی مقبوضہ زمین یا مکان کے متعلق یہ اقرار کیا کہ یہ اس کے مرحوم باپ نے وقف کر دی تھی لیکن موقوف علیہم کے متعلق کچھ نہ کہا تو اس مقر کی ذات کے حق

marfat.com

میں اس کا اقرار صحیح ہوگا، اب اگر اس کے مرحوم باپ کےذمہ دین ہوا یا کوئی وصیت ہوئی اور اس مال مقربہ کے ماسوا دوسرا مال موجود نہ ہوا ، تو اس زمین یا مکان میں اتنا حصہ فروخت کر دیا جائے گا جس سے میت کا دین یا تہائی کی حد تک وصیت پوری کی جا سکے ، اور باقی ماندہ حصہ وقف ہوگا ۔ اور اگر میت کا دین اتنا ہے کہ تمام جائداد کو محیط ہے تو تمام جائداد فروخت کی جا سکے گی الایہ کہ اقرار کرنے والا خود اپنی ذات سے اپنے باپ کا دین ادا کر دے ۔ اور جب مرحوم باپ پر دین نہ ہوگا تو مقر کے اقرار کے بموجب کل جائداد وقف ہو جائے گی ، اگر مقر کے ساتھ کوئی دوسرا ایسا وارث بھی موجود ہو جس کو اس کے وقف ہونے کا انکار ہو تو جتنا حصہ مقرلہ کا ہوگا وہ وقف ہوگا اور انکار کرنے والے کا حصہ اس کی ملک ہوگا ۔[50]

کسی مقر کے اقرار کو مقرلہ کا انکار باطل نہیں کرتا ، مثلاً ایک شخص نے دوسرے دو غیر وارث شخصوں کے حق میں یہ اقرار کیا کہ اس کے قبضے میں جو زمین یا مکان ہے یہ ان دونوں شخصوں پر وقف ہے اور مقرلہ میں سے ایک نے اس کا اقرار کیا دوسرے نے نہ کیا تو اب اس زمین کا نصف حصہ تصدیق کرنے والے مقرلہ پر وقف ہوگا اور دوسرا حصہ فقراء پر وقف سمجھا جائے گا ۔ اور اگر اس انکار کرنے والے نے آئندہ اس کی تصدیق کر دی تو اب یہ وقف میں مستحق قرار پا جائے گا ۔[51]

اگر کسی موقوفہ جائداد پر کسی شخص نے اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا اور واقف کےورثاء نے اس کی ملکیت کا اقرار بھی کر لیا تو اس اقرار سے وقف باطل نہ ہوگا ، بلکہ ورثاء کو ترکہ سے اس جائداد کی قیمت کا ڈنڈ

---

(۵۰) اسعاف ، مطبوعہ مصر ، صفحہ ۳۷-۳۸
فتاوی خانیہ ، مطبوعہ مصر ، ۱۲۸۲ھ صفحہ ۳۱۳
(۵۱) اسعاف بحولہ بالا صفحہ ۴۰

marfat.com

ادا کرنا ہوگا ، اور اگر ورثاء نے مدعی کے دعوی کا انکار کر دیا اور مدعی شہادت نہ پیش کر سکا بلکہ ورثاء کو حلف دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو ورثاء پر حلف کی ذمہ داری عائد نہ کی جائے گی ۔۵۲

وقف کی کسی جہت یا اقرار میں تناقض پایا جائے تو اول اقرار باطل نہ ہوگا بلکہ اقرار ثانی کالعدم ہوگا ۔ اگر کسی جائداد کے اقرار وقف سے پہلے دعویٰ کیا گیا ہو اور اس کے بعد وقف کا اقرار کرے تو یہ قابل قبول ہوگا ، چنانچہ اگر ایک شخص اولاً یہ دعویٰ کرے کہ وہ زمین جو اس کے قبضے میں ہے اس کی عمارت اس کی مملوکہ ہے اور یہ زمین وقف ہے تو اس اقرار سے زمین و عمارت دونوں وقف سمجھی جائیں گی ، متولی وقف کا اقرار وقف کے ذمے پر صحیح نہ ہوگا ، لیکن اگر مقبوضہ جائداد میں سے کسی جائداد کا وقف کے لیے اقرار کرے گا تو یہ اقرار صحیح ہوگا ۔۵۳

مریض کا اقرار وقف :

جب کوئی مریض اپنے مرض موت میں اپنی مقبوضہ زمین یا مکان کے وقف کا اقرار کرے کہ میں نے وقف کر دیا تھا یا کسی دوسرے نے وقف کیا تھا لیکن واقف کا تعین نہ کرے یا موقوف علیہم کو مبہم چھوڑ دے تو اس کی مقبوضہ میں صرف ایک تہائی کی حد تک اقرار صحیح ہوگا اور اگر یہ زمین یا مکان اس کی پوری جائداد کا ایک تہائی قرار پاتا ہے تو کل وقف ہوگا، بصورت دیگر تہائی کے درجہ تک وقف ہوگا، جبکہ وارث تہائی سے زائد کے وقف پر راضی نہ ہوں یا وارث موجود ہی نہ ہوں ۔ اور اگر مریض نے اپنے مقبوضہ مکان یا زمین کے متعلق یہ اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص نے وقف کیا تھا اور فلاں جہت پر وقف کیا تھا تو یہ کل

(۵۲) فتاوی عالم گیری ، مطبوعہ مصر ، محولہ بالا صفحہ ۳۵۰.
(۵۳) فتاوی عالم گیری محولہ بالا ، صفحہ ۴۳۸
تنقیح الحامدیہ ، مطبوعہ مصر (کتاب الاقرار) ، صفحہ ۴۴

marfat.com

جائداد وقف سمجھی جائے گی ، لیکن اگر تعین نہ کیا گیا ہو تو صرف تہائی ترکہ کے مقابلے میں وقف ہوگی ، اور جب کوئی مریض اپنے مرض موت میں اپنی مقبوضہ جائداد کے حق میں یہ اقرار کرے کہ فلاں شخص نے اس کو اس کی اولاد اور نسل پر دائماً اور ان کے بعد فقراء کے لیے وقف کیا تھا اور اس کے قبضے میں دے دیا تھا تو یہ جائداد اس مقر پر اور اس کی اولاد و نسل پر وقف نہ سمجھی جائے گی ، اس کا یہ قول اپنے اور اپنی اولاد کے لیے مقبول نہ ہوگا ، اگرچہ اس کے مقابل خصومت کرنے والا کوئی فریق بھی نہ موجود ہو ۔[۵۴]

مقصد وقف

۱۸۶ - جس مقصد کے لیے وقف کیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرع اسلام میں مذہبی یا خیراتی یا عمل خیر میں شمار ہوتا ہو ۔

تشریح

مقصد وقف کے لیے یہ امر بنیادی نوعیت رکھتا ہے کہ وہ مقصد مذہبی یا خیراتی یا ایسے کاموں کے لیے ہو جو شرع اسلام میں مذہبی ، نیک یا خیراتی سمجھے جاتے ہوں ۔

مقاصد وقف کا تعین :

مقاصد وقف کا تعین صراحت کے ساتھ کیا جانا لازم ہے ۔ کیونکہ جن مقاصد کے لیے وقف وجود میں لایا جاتا ہے ۔ اگر ان کا تعین نہ کیا جائے تو مقصد کے عدم تعین کی وجہ سے وقف کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے ۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جملہ مقاصد نام بنام ذکر کیے جائیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ وقف نامے میں اس امر کی صراحت ہو کہ ہر مقصد پر (جبکہ مقاصد وقف ایک سے زائد ہوں) کتنی رقم صرف کی جائے ۔

---

(۵۴) اسعاف مطبوعہ مصر، صفحات ۳۶-۳۵ ، ردالمحتار مطبوعہ مصر، صفحہ ۵۵۹

marfat.com

مقصد وقف جزاً جائز اور جزاً ناجائز :

اگر وقف ایک سے زائد مقاصد کے لیے کیا جائے جن میں سے بعض جائز ہوں اور بعض ناجائز ، تو جائز مقاصد کی حد تک وہ وقف صحیح سمجھا جائے گا اور ناجائز مقاصد اس وقف کے دائرے سے خارج سمجھے جائیں گے ۔ اگر واقف نے جائز اور ناجائز مقاصد کے تحت خرچ کی مدات معین اور رقم یا جائداد کی مقدار یا حصہ مقرر کر دیا ھے تو ایسی صورت میں غیر صحیح مقاصد کے تحت جو وقف کیا گیا ھے وہ جائداد موقوفہ کی حد تک باطل قرار دیا جائے گا اور اس جائداد کی ملکیت واقف کی متصور ھوگی ۔ اگر تمام ھی مقاصد ناجائز پائے جائیں تو ایسی صورت میں وقف کلیتاً کالعدم اور باطل قرار پائے گا ۔

مقصد وقف فوت ھو جانے کی صورت میں :

اگر وقف نامے میں مندرج مقاصدوقف میں سے کوئی مقصد فوت ھو چکا ھو یا ناقابل حصول ھو تو محض اس بناء پر وقف باطل نہ ھوگا ۔ اگر وقف نامے سے واقف کی نیت مندرج مقاصد کے تحت صریح طور پر مذھبی ، خیراتی یا امور خیر سے متعلق پائی جائے تو وہ وقف جائز ھوگا اور اس کی آمدنی ایسے مقاصد پر صرف کی جا سکے گی جو فوت شدہ یا ناممکن الحصول مقاصد کے قریب قریب اور ان کے مماثل ھوں ۔ انگریزی قانون اصطلاح میں اسے اصول تقریبی(doctrine of cypres) کہتے ھیں ۔

کوئی وقف محض اس وجہ سے ناجائز متصور نہ ھوگا کہ اس کے ذریعہ سے جو مفاد غرباء مساکین یا دیگر مستقل نوعیت کے مذھبی ، صالح یا خیراتی مقاصد کے مخصوص کیا جائے وہ واقف کے خاندان ، اولاد یا نسل کے منقطع ھو جانے کے وقت تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا ھے ۔[۵۵]

(۵۵) قانون ،جواز اوقاف مسلمانان ' ۱۹۱۳ع

marfat.com

درگاہ کے لیے وقف :

کسی ولی کی درگاہ کی نگرانی اور تحفظ اور اس کو برقرار رکھنے کی غرض سے کسی جائداد کا وقف کرنا جائز ہے ۔ واقف کے والد کے مزار کے لیے وقف کرنا نجی وقف کہلائے گا۔ وقف علی الاولاد بھی نجی وقف ہوتا ہے ۔[56]

مشاع وقف

۱۸۷ ۔ جو جائداد ناقابل تقسیم ہو یا اس کی تقسیم سے اس کی افادیت متاثر ہونے کا خطرہ ہو اس کے غیر منقسمہ حصے کا وقف جائز ہوگا البتہ قابل تقسیم ہونے کی صورت میں غیر منقسمہ حصہ کا وقف بلا تقسیم جائز نہیں ۔

استثناء : مسجد یا مقبرہ کے لیے مشاع کا وقف ناجائز ہوگا ۔

تشریح

مشاع (غیر منقسمہ جائداد) کا حصہ امام ابو یوسف کی رائے کےمطابق وقف ہو سکتا ہے خواہ وہ جائداد قابل تقسیم ہو یا نہ ہو ۔ امام محمد کے نزدیک ایسی جائداد مشاع کا وقف جو قابل تقسیم ہو جائز نہیں ہے البتہ اس امر میں صاحبین میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسجد اور قبرستان کے لیے مشاع کا وقف جائز نہیں ۔ کیونکہ کسی شے کی ملکیت میں دوسرے شخص کی شرکت خدا کے تنہا حق میں ملکیت کے منافی ہے ۔ ایک موجود مسجد کی دیکھ بھال کے لیے مشاع کا وقف کرنا جائز نہیں ہے ۔[57]

مشاع کے مسئلہ کی بنیاد :

مشاع کے وقف کا مسئلہ دراصل وقف میں قبضہ کی بحث کے تابع ہے چنانچہ جو فقہاء وقف میں قبضہ کو بطور ایک شرط کے لازم قرار دیتے ہیں وہ مشاع (حصۂ غیر منقسمہ) وقف کو بلا تقسیم ناجائز ٹھہراتے ہیں اور اس کے بغیر وقف کو نامکمل قرار دیتے ہیں ۔ اس کے برخلاف جو فقہاء

---

(۵۶) پی ۔ ایل ۔ ڈی ، ۱۹۶۳ء ڈھاکہ ، صفحہ ۵۷۵

(۵۷) پی ۔ ایل ۔ ڈی ، ۱۹۵۲ء ، صفحہ ۲۰۶

marfat.com

قبضۂ موقوفہ کو وقف کی شرط جواز و تکمیل قرار نہیں دیتے ان کے نزدیک مشاع کا وقف جائز ہے ۔ البتہ اس میں یہ تصریح ہے کہ جو جائداد ناقابل تقسیم ہو یا تقسیم سے اس کی افادیت متاثر ہوتی ہو اس کا وقف بلا تقسیم جائز ہوگا لیکن جو جائداد قابل تقسیم ہو یا تقسیم سے اس کی افادیت متاثر نہ ہوتی ہو اس کے غیر منقسم حصہ کا وقف بلا تقسیم جائز نہیں - یہی مسلک حنفی مذہب میں معمول بہ ہے ۔

مصر و لبنان کا قانون :

وقف مشاع کے مسئلے میں ۱۹۴۶ع تک مصر میں امام ابو یوسف کے مسلک پر عمل ہوتا رہا لیکن ایکٹ نمبر ۴۸ بابت ۱۹۴۶ع کے تحت قانون بنا دیا گیا کہ مشاع ناقابل تقسیم کے ساتھ وقف جائز ہے لیکن قابل تقسیم کا وقف ، ماسوائے چند صورتوں کے ، ممنوع ہوگا ۔ لبنان میں بھی اسی طریقہ پر قانون سازی کی گئی ہے ۔

مسجد کے لیے مشاع کا وقف :

موقوفہ زمین اگر غیر موقوفہ سے جدا نہ کی گئی ہو یعنی غیر منقسم (مشاع) ہو تو مسجد و مقبرے پر اس کا وقف کرنا درست نہ ہوگا اور ، مسجد و مقبرے کے علاوہ ، چونکہ موقوفہ زمین تقسیم کی صلاحیت رکھتی ہے امام ابو یوسف کے نزدیک وقف صحیح ہوگا اور محمد کے نزدیک صحیح نہ ہوگا ۔ البتہ جو شئے غیر منقسم ہو اور تقسیم کا احتمال ہی نہ رکھتی ہو اس کا وقف باوجود غیر منقسمہ ہونے کے بالاتفاق درست ہوگا ۔ وقف مشاع میں امام محمد رحمۃ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے ۔[58]

---

(۵۸) بحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ہجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۲۱۳
ردالمحتار علی درالمختار ، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۷۶
فتح المعین ، مطبوعہ مصر ، جلد ۲ ، صفحہ ۵۰۷
فتاوی عالمگیری (عربی) ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۸۹

marfat.com

امام محمد کے نزدیک وہ غیر مقسومیت وقف کے مانع ہے جو عقد وقف کے وقت موجود ہو ، لیکن اگر امر عارض بعد میں پیدا ہوا ہو تو وقف ایک حد تک صحیح رہے گا ۔ مثلاً ایک شخص مرض کی حالت میں وقف کرے اور ورثاء اس مریض کے مرنے کے بعد ایک تہائی سے زائد کے وقف پر راضی نہ ہوں اور اس سے رجوع کریں تو ایک تہائی کا وقف صحیح رہے گا ، کیونکہ اس موقوفہ زمین میں ورثاء کا حق بعد میں پیدا ہوا ۔ بوقت وقف کل زمین وقف کی گئی تھی ۔ اسی طرح وقف کے وقت ظاہری غیر مقسومہ کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا کہ جس سے موقوفہ کا حصہ متعین ہو گیا ، تب بھی وقف امام محمد کے نزدیک درست ہوگا ۔ مثلاً ایک شخص نے کل زمین وقف کی ۔ وقف کے بعد اس زمین کے ایک مخصوص حصے میں کسی دوسرے شخص نے اپنا حق ثابت کر دیا تو مابقی زمین کا وقف صحیح رہے گا ۔ یا ایک زمین دو شخصوں کے درمیان مشترک غیر مقسوم تھی اور دونوں نے اپنا اپنا حصہ وقف کیا اور متولی وقف کے سپرد کر دیا ۔ یہ وقف صحیح ہوگا ۔ کیونکہ یہاں وقف شدہ حصے اور غیر وقف شدہ کا سوال ہی نہیں ہے بلکہ کل زمین محل وقف موقوفہ ہے ۔[59]

امام سرخسی نے اپنی کتاب المبسوط میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی نصف زمین یا نصف مکان غیر منقسمہ شکل میں فقراء پر وقف کیا تو ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف صحیح ہوگا ۔ کیونکہ تقسیم قبضہ کے لواحقات میں شامل ہے جس وقت قبضہ دیا جائے گا اس وقت تقسیم کی ضرورت ہوگی ۔ چونکہ قبضہ سے مقصود شے کا محفوظ کر دینا ہوتا ہے اور جو

---

(۵۹) بحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ھجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۲۱۳
ردالمحتار ، ابن عابدین ، مطبوعہ مصر ، ۱۲۵۶ ھجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۷۶
فتح المعین ، مطبوعہ مصر ، جلد ۲ ، صفحہ ۵۰۶
فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی ، کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۱۹
فتح القدیر ، ابن ہمام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵۶ ھجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۳۷

marfat.com

شے قابل تقسیم ہو اس کی حفاظت اسی طرح ہو سکتی ہے کہ اس کو تقسیم کر کے قبضہ دیا جائے ۔ چونکہ صدقہ موقوفہ میں ابو یوسفرحمہ کے نزدیک اصل قبضہ ہی شرط نہیں تو جو امر تتمۂ وقف ہوگا اس میں بطریقہ اولیٰ قبضہ شرط نہ ہوگا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک وقف عتق سے مشابہت رکھتا ہے اور عتق میں غلام کا منقسم ہونا شرط نہیں ہے (بلکہ جو غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور ان دونوں میں سے ایک شخص اپنا حصہ آزاد کر دے تو یہ حصہ آزاد ہو جائے گا اور غلام کا اشتراک آزادی کا مانع نہ ہوگا) ۔ اسی طرح کسی شے کا غیر منقسم ہونا وقف کا مانع نہ ہوگا ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ غلام کی آزادی میں تجزیہ (تقسیم) نہ ہو سکے گا اس لیے کہ ایک محل میں تجزیہ و تقسیم کا حکم دے دینا احکام کے تضاد کا سبب ہوگا لیکن وقف میں یہ امر لازم نہیں آتا ۔ اس لیے کہ وہ تجزیہ کی صلاحیت رکھتا ہے ۔ لہٰذا غیر منقسم ہونے کی صورت میں جتنے حصہ کا وقف کیا ہے وہ حصہ وقف ہو جائے گا ۔ لیکن امام محمدرحمہ کے نزدیک کسی شے کا ، جو قابل تقسیم ہو ، غیر منقسم ہونے کی صورت میں وقف صحیح نہ ہوگا کیونکہ ان کے خیال میں وقف کے مکمل ہونے کے لیے قبضہ شرط ہے ۔ لہٰذا جو امر تتمۂ وقف ہو اس کے لیے بطریق اولیٰ قبضہ شرط ہوگا ۔ اور جو شے قابل تقسیم ہے اس پر قبضہ اس وقت ممکن ہوگا جب اس کو تقسیم کر دیا جائے چونکہ ان کے نزدیک وقف کی نظیر صدقہ منفذہ (یعنی جس میں فوری تملیک شخصی طور پر کر دی جاتی ہے) ہے اور صدقہ جب تک قابل قسمت شے کو تقسیم کر کے قبضہ نہ دیا جائے مکمل نہیں ہوتا ، جیسا کہ ہبہ میں اور جو شے تجزیہ قبول نہیں کرتی اس میں بغیر تقسیم صدقہ صحیح ہوگا ۔ کیونکہ جو شے ناقابل تقسیم ہے اس کی تقسیم کرنے میں وہ شے ہی معدوم ہو جائے گی ۔ اس لیے اس کی تقسیم اس کی حفاظت شمار نہ ہوگی ۔ پس یہی حالت صدقۂ موقوفہ کی

marfat.com

تصور کی جائے۔ کہ جو شے ناقابل تقسیم ہے اس کے کسی حصہ کا وقف صحیح ہوگا۔ اور جو شے تقسیم کیے جانے کی صلاحیت رکھتی ہے اس کا وقف تقسیم کے بغیر صحیح نہ ہوگا۔ اسی پر مسافر خانہ، مقبرے، سقایہ، مسجد کو قیاس کر لیا جائے۔ یعنی جو اشیاء قابل تقسیم ہیں بغیر تقسیم کے ان کا وقف درست نہ ہوگا۔ چنانچہ مسجد اور مقبرے کا، زمین غیر منقسم ہونے کی صورت میں، اس لیے وقف صحیح نہ ہوگا کہ شرکت باقی رہتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ وہ حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص سمجھا جائے۔۶۰

قرضدار کا وقف

۱۸۸۔ (۱) اگر واقف کا قرض اس کی تمام املاک پر حاوی ہو تو اس کا وقف کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۲) کسی شخص کا بدنیتی سے اپنے قرض خواہان کو ضرر پہونچانے کی غرض سے وقف کرنا درست نہ ہوگا۔ ایسا وقف قرض خواہان کی جانب سے وقف کا علم ہونے سے تین سال کی مدت کے اندر بذریعہ عدالت منسوخ کرایا جا سکتا ہے۔ مگر لازم ہے کہ وقف کے وجود میں آ جانے کے ۱۲ سال بعد یہ حق ساقط متصور ہوگا۔

تشریح

جمہور فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کسی شخص کا قرض اس قدر زیادہ ہو کہ اس کے تمام اموال پر حاوی ہو تو اس کو اپنے اموال میں تصرف (مثلاً ہبہ یا وقف وغیرہ) کرنے سے روکا جائے گا۔ چناں چہ ایسی صورت میں حاکم عدالت اس امر کا مجاز ہوگا کہ وہ ادائی قرض کی غرض سے اس کی بعض املاک و اموال کو فروخت کیے جانے کا حکم دیدے۔ لیکن اگر اس کی قرض داری اس کے تمام اموال پر حاوی نہیں ہے، یعنی اس کا قرض کم ہے اور مال زیادہ ہے تو ایسی صورت میں اس کو اپنے اموال میں تصرف یعنی ہبہ وغیرہ کرنے سے نہ روکا جائے گا۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے۔ آن کے نزدیک دونوں صورتوں میں سے

(۶۰) المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۷

marfat.com

کسی بھی صورت میں اس شخص کو تصرف کرنے سے نہ روکا جائے گا۔ (اس مسئلے کی تفصیلات کتب فقہ کے باب الحجر میں بیان کی گئی ھیں)۔

جو فقہاء قرض کے تمام اموال پر حاوی ھونے کی صورت میں اس شخص کو اس کے تصرفات مالی سے باز رکھنے کے قائل ھیں ان کے نزدیک ایسے شخص کو وقف کا اختیار نہ ھوگا الا یہ کہ قرض خواھان اس امر کی اجازت دے دیں؟ اور اگر قرض دار پر کوئی حکم امتناعی ھو تو بالاتفاق وہ اپنے مال کو رھن یا ھبہ یا وقف نہیں کر سکتا۔

سوال یہ ھے کہ اگر قرض دار تصرفات مالی سے روکا نہ گیا ھو اور وہ صحیح اور تندرست بھی ھو اور اس کے قرض کا اس کے اموال سے بطور رھن وغیرہ کے براہ راست کوئی تعلق نہ ھو تو کیا اس کا اپنے اموال کو وقف کرنا جائز ھوگا یا نہیں؟ حنفی فقہ کی رو سے اس کا وقف کرنا جائز ھوگا۔ کیوں کہ وقف کا تعلق اس کی شخصی ذمہ داری سے ھے جس کا تعلق ذات شے سے نہیں ھے چناں چہ اس کا اپنے اموال میں شرعی تصرف کرنا جائز ھوگا۔ وقف بھی ایک طرح کا شرعی تصرف ھے۔ لیکن مالکی مذھب کی رو سے اگر واقف کا وقف کرنا قرض خواھان کو ضرر پہنچانے کا موجب ھو تو انھیں اس وقف کو باطل قرار دلوانے کا حق حاصل ھوگا۔ کیوں کہ ھر قرض خواہ مقروض کے مال میں سے ادائی کا حق رکھتا ھے چناں چہ مقروض کا قرض خواہ کے حق کو ضرر پہنچانے کی غرض سے وقف کرنا ناجائز ھوگا۔[٦١] البتہ ظاھریہ مسلک کے مطابق ایسا وقف

---

(٦١) مدونہ میں باب التفلیس میں عام الفاظ اس طرح مذکور ہیں (ولا تجوز صدقتہ ولا ھبتہ، ولا عطیتہ، ولاعتقہ، وھو بحال ما و صفت لک من الرجل مدیان اذا کان لا وفاء لہ) مدونہ مطبوعہ مصر، ١٣٢٣ ھجری جلد ١٣، صفحہ ٧٨ اور احکام الاوقاف عبدالوھاب الخلاف نے اپنی تالیف احکام الوقف مطبوعہ مصر، ١٣٦٧ ھجری صفحہ ٦٤ میں اس کو امام مالک کا مذھب ھونا بیان کیا ہے اور مصطفے زرقاء نے بھی اپنی تالیف احکام الاوقاف مطبوعہ مصر ١٣٦٦ ھجری کے صفحہ ٦٧ نوٹ نمبر ١ میں اسی طرح بیان کیا ہے۔ غالباً ان حضرات نے اسی مذکورہ عبارت سے وقف کے متعلق یہ حکم لیا ہے۔

marfat.com

جائز ہوگا ۔

نتیجۂ فکر :

اس مسئلےکا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کسی شخص کا اپنے اموال کو اس نیت سے وقف کرنا کہ اس کے قرض خواہان کو اپنا قرض وصول کرنے کے حق سے محروم ہونا پڑے نفاذ وقف میں خلل اندازی کا سوجب ہو سکتا ہے ۔ بالخصوص جب کہ قرض واقف کے تمام اموال پر حاوی ہو ۔ یہی صورت ہبہ کی بھی ہے ۔

ابطال کا حق :

مصری قانون کے تحت قرض خواہ کو انعقاد وقف کا علم ہونے کے تین سال کے اندر اندر وقف کو باطل قرار دلوانے کا حق ہوگا ۔ لیکن یہ حق وقف کے وجود میں آنے کے ۱۲ سال کے بعد کسی بھی صورت میں استعمال نہیں ہو سکتا ۔

وقف بالوصیت

۱۸۹۔ (۱) واقف کی زندگی کے بعد اس کی وصیت کے ذریعہ سے وقف قائم ہو سکتا ہے جس سے احکام وصیت متعلق ہوں گے ۔

(۲) وقف بالوصیت واقف کی موت سے پہلے ہر وقت منسوخ کیا جا سکتا ہے ۔

تشریح

واقف اپنی زندگی میں اپنی جائداد اور املاک کا مالک ہونے کے سبب شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنی حسب خواہش فوری طور پر اپنی پوری جائداد تک وقف کرنے کا مجاز ہے ، لیکن بذریعہ وصیت صرف ایک تہائی جائداد تک وقف کر سکتا ہے ۔ اگر وقف بذریعہ وصیت ایک تہائی سے زیادہ جائداد کی نسبت کیا جائے گا تو وہ وقف وارثوں کی رضا مندی کے بغیر ایک تہائی سے زیادہ کی حد تک غیر نافذ ہوگا ۔[۶۲]

---

(۶۲) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ہجری ، جلد ۱۲ ، صفحہ ۲۶

جائداد میں ایک تہائی کا تعین متوفی کی تجہیز و تکفین کے اخراجات اور متوفی کے ذمہ قرضہ جات وغیرہ کی ادائی کے بعد کیا جائے گا۔٦٣

اس کا سبب یہ ہے کہ "لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام" کے اصول کے تحت ایسا وقف ورثاء کو اس حق سے محروم کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے ۔ لہٰذا جو وقف اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو، کیوں کر نافذ ہو سکتا ہے ! اسی سبب سے وقف بالوصیت ایک تہائی کی حد تک نافذ العمل قرار پا سکتا ہے ۔

جس طرح وصیت کرنے والا اپنی وصیت جب چاہے ترمیم یا منسوخ کر سکتا ہے اسی طرح جو وقف بذریعہ وصیت قائم کیا جانے والا ہو واقف اپنی زندگی میں جب چاہے منسوخ کر سکتا ہے ۔

وقف بحالت مرض الموت

۱۹۰۔ مرض الموت میں کیے گئے وقف پر ہبہ بالوصیت کے احکام مرتب ہوں گے ۔

تشریح

مرض الموت سے وہ مرض مراد ہے جو موت سے متصل ہوتا ہے خواہ اس کے سبب سے موت واقع نہ ہو لیکن جس میں مریض کے مرنے کا ظن غالب موجود ہو۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مجموعۂ ہذا جلد دوم صفحہ)

فقہاء نے مرض الموت کی حالت میں واقف کے مالی تصرفات پر جو پابندیاں عائد کی ہیں انہیں کے تحت یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی وقف مرض الموت کی حالت میں کیا گیا ہو تو ایسے وقف پر ہبہ بالوصیت کے احکام مرتب ہوں گے ۔ اس میں چاروں سنی مذاہب (حنفیہ ، مالکیہ ، شافعیہ ، حنبلیہ) اور شیعہ مسلک متفق ہیں ، البتہ ظاہریہ مرض الموت میں کیے گئے وقف کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک حالت صحت

(٦٣) المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۲۹، صفحہ ۱۳۷

marfat.com

اور مرض میں کوئی فرق نہیں - چنانچہ ان کے نزدیک ، خواہ وقف قرض خواہان کے قرضے یا وارثوں کے حصوں سے بچنے کی غرض ہی سے کیوں نہ کیا جائے ، نافذ ہوگا -

امام طحاوی نے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنے مرض کی حالت میں وقف کرکے اس کی شرائط پر عمل درآمد کر دے تو یہ اسی طرح سمجھا جائے گا جس طرح اس نے اپنے مرنے کے بعد وقف کی وصیت کی ہو چنانچہ مال متروکہ کے ایک تہائی میں وقف نافذ ہوگا -[٦٤]

امام محمد نے فرمایا ہے کہ جب واقف اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں جائداد موقوفہ متولی کے سپرد کر دے گا تو یہ وقف اس تمام مال (موقوفہ) میں جاری ہوگا جس کو اس نے وقف کیا ہو لیکن اگر اس نے اپنے مرض کی حالت میں ایسا کیا تو وقف صرف ایک تہائی میں جاری ہوگا کیوں کہ اس وقت تبرع (احسان) کے عمل سے اپنی مملوکہ شئے سے ملک کا ازالہ کر رہا ہے -[٦٥]

وقف علی الاولاد

۱۹۱ - کسی شخص کے لیے جو مذہب اسلام کا پیرو ہو جائز ہوگا کہ وہ کوئی وقف جو شرع اسلام کی شرائط کے مطابق ہو منجملہ دیگر مقاصد کے حسب ذیل مقاصد کے لیے قائم کرے :

(الف) کلیتاً یا جزاً اپنے خاندان ، اولاد یا نسل کی پرورش یا گزارے کے لیے -

(ب) نیز اگر واقف حنفی مسلمان ہو تو اپنی زندگی میں خود اپنی پرورش یا گزارے کے لیے یا جائداد موقوفہ کی آمدنی یا منافع سے اپنے قرضے ادا کرنے کے لیے -

(٦٤) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر ، ١٣٢٤ ھجری ، جلد ١٢ ، صفحہ ٢٧

(٦٥) المبسوط ، امام سرخسی ، مطبوعہ مصر، ١٣٢٤ ھجری ، جلد ١٢، صفحہ ٣٢

marfat.com

مگر شرط یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں آخری مفاد، صراحتاً یا کفایۃً مساکین کے لیے یا کسی دوسرے مقصد کے لیے مخصوص کر دیاجائے جواز روئے شرع اسلام مستقل نوعیت کا مذہبی صالح اور خیراتی مقصد تسلیم کیا جاتا ہو۔

توضیح : کوئی ایسا وقف، محض اس وجہ سے ناجائزمتصور نہ ہوگا کہ اس کے ذریعہ سے جو مفاد مساکین یادیگر مستقل نوعیت کے مذہبی صالح یا خیراتی مقصد کے لیے مخصوص کیا جائے وہ واقف کی خاندانی اولاد یا نسل کے منقطع ہو جانے کے وقت تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہے۔

تشریح

وقف علی الاولاد اہل خاندان وغیرہ کے لیے جائداد وقف کرنے سے متعلق ہے۔ یوں تو شرعاً ہر قسم کا وقف کرنا کار ثواب ہے لیکن اپنی اولاد ، اہل خاندان اور اقرباء کے لیے وقف کرنا دیگر اوقاف سے افضل اور زیادہ موجب ثواب ہے ، کیونکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ پہلے ان لوگوں کی پرورش کا کفیل ہو جن کی پرورش اس کے ذمہ ہے۔

مسلمانوں کے وقف علی الاولاد کی انفرادیت :

مسلمانوں کے قانون وقف علی الاولاد کے مقابل کسی دوسرے مذہب میں کوئی قانون نہیں ہے۔ صرف قانون ہنود میں کسی خاندانی دیوتا کے لیے وقف ہو سکتا ہے لیکن اولاد وغیرہ کے لیے نہیں ہو سکتا۔ البتہ بلحاظ نتائج کسی حد تک ہندوؤں کا قانون خاندان مشترکہ اور جائداد مشترکہ مسلمانوں کے وقف علی الاولاد کے قانون سے مشابہت رکھتا ہے۔ لیکن قانون وقف علی الاولاد اپنی اصل اور جزئیات کے اعتبار سے ایک انفرادی نوعیت کا مالک ہے۔

marfat.com

برصغیر ہند و پاکستان میں :

برصغیر ہند و پاکستان میں وقف علی الاولاد کے بارے میں پریوی کونسل کے فیصلے بمقدمہ ابو الفتح محمد اسحاق بنام رسامایا مندرجہ انڈین لاء رپورٹ، کلکتہ، جلد ۲۲، صفحہ ۶۱۹، ۱۸۹۴ع کی بناء پر وقف علی الاولاد کو ناجائز قرار دیا گیا تھا ۔ چنانچہ اس فیصلے کی منجملہ دیگر وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی قرار دی گئی کہ اس کی رو سے اہل خاندان کو فائدہ پہنچتا ہے اور چونکہ مساکین کا نمبر عرصۂ دراز کے بعد آئے گا جو غیر یقینی بھی ہے اس لیے وقف علی الاولاد برائے نام وقف ہے ۔ نیز یہ کہ کسی کا اپنی اولاد کے لیے وقف کرنا شرعاً کار خیر میں داخل نہیں ہے ۔ یہ فیصلہ مسلمانوں کے شرعی قانون کے بالکل خلاف تھا ۔ چنانچہ اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے مسلمانوں کے مطالبے پر قانون جواز اوقاف مسلمانان ایکٹ نمبر ۶ بابت ۱۹۱۳ع نافذ کیا گیا جس کی رو سے وقف علی الاولاد کو جائز اور نافذ العمل قرار دیا گیا ۔

۱۹۳۰ع میں ایک اور ترمیمی وقف ایکٹ منظور کیا گیا جس کی رو سے ان تمام اوقاف علی الاولاد کو جائز قرار دیا گیا جو شرع اسلام کی مقرر کردہ شرائط کے مطابق ہوں ، خواہ ایسے اوقاف ۱۹۱۳ع سے قبل ہی کیوں نہ تشکیل پذیر ہوئے ہوں ۔

آخری مفاد :

وقف علی الاولاد کی صورت میں اس کا آخری فائدہ مستقل نوعیت کے مذہبی صالح یا خیراتی مقاصد کے لیے محفوظ کیا جانا لازمی ہے مثلاً مساکین اور محتاجوں کی پرورش اور گزارہ کے لیے، مساجد کی تعمیر اور ان کے متعلق اخراجات کے لیے ، مساکین کے لیے کفن مہیا کرنے اور قبریں کھدوانے کے لیے اور اخراجات تجہیز و تکفین کے لیے نیز تمام قسم کے خیراتی کاموں

marfat.com

کے لیے جن کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچتا ہو جیسے سرائیں ، پل، سڑکیں وغیرہ وغیرہ ۔ اولاد اور اقرباء وغیرہ کے معدوم ہو جانے کے بعد جس مستقل نوعیت کے مذہبی مقصد کے لیے وقف کیا جائے اس کا ذکر خواہ صریح طور سے کیا جائے یا اس قسم کا منشاء معنوی طور سے ظاہر ہوتا ہو ، کافی ہوگا ۔

آخری مفاد مستقل نوعیت کا مذہبی صالح یا خیراتی مقصد کے لیے ہونے کی غایت یہ ہے کہ وقف فی الاصل دوامی ہوتا ہے اور چونکہ اولاد یا اقرباء اصلاً معدوم ہونے والے ہیں یا ایک نہ ایک دن ضرور معدوم ہوں گے اور متوفی واقف کی نسل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اس لیے وقف کو دوام بخشنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا آخری مفاد مستقل نوعیت کا ایک ایسا مذہبی صالح یا خیراتی مقصد ہو جو دوامی ہو ۔

اولاد سے کون مراد ہیں ؟

الفاظ "علی الاولاد" یا "اهل خاندان" میں وہ تمام رشتہ داران شامل ہیں جن کا سلسلۂ نسب واقف سے (یا اس کے مورث اعلیٰ سے) مل جاتا ہو ۔ اگر کوئی شخص اپنی اولاد کے نام وقف کرے تو اس میں اولاد ذکور و اناث دونوں شامل ہوں گے جو اس وقت یا واقف کی موت کے وقت موجود ہوں ۔ لیکن وقف کے بعد لفظ اولاد کے مفہوم میں صرف اولاد ذکور نسلاً بعد نسل شامل ہیں ، الا یہ کہ وقف نامے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو کہ اولاد ذکور و اناث نسلاً بعد نسل سب شامل ہیں ۔ اگر واقف نے وقف علی الاولاد کی صورت میں اپنی صرف ایک یا دو پشتوں کے لئے وقف کیا ہو تو وقف کا استفادہ محض ایک یا دو پشتوں تک محدود رہے گا تاوقتیکہ اس کے خلاف واقف کا منشاء ظاہر نہ ہو ۔ لیکن اگر اس نے وقف کا استفادہ تین یا تین سے زیادہ پشتوں کے لیے کیا ہو تو وقف کا

marfat.com

استفادہ نسلاً بعد نسل ہوگا ۔

آمدنی کی تقسیم :

اگر وقف بلا صراحت چند مقاصد یا چند موقوف علیہم کے لیے کیا جائے تو ان کے درمیان وقف کی آمدنی ایک ساتھ اور مساوی تقسیم کی جائے گی ۔ اگر وقف اولاد کے حق میں نسلاً بعد نسل کیا جائے اور ان کے حصے تقسیم شدہ نہ ہوں تو تمام موقوف علیہم اور ان کی اولاد بشمول اناث مساوی حصۂ آمدنی کی مستحق ہوں گی ۔ قانون وراثت کا مسلمہ قاعدہ جس کی رو سے مرد کو عورت کے مقابلہ میں دگنا ملتا ہے قانون وقف سے متعلق نہ ہوگا ۔ مثال کے طور پر زید نے وقف علی الاولاد کیا ۔ اس کی وفات پر دو بیٹے عمر اور بکر اور ایک بیٹی جمیلہ تھی ۔ وقف کی آمدنی ان تینوں بہن بھائیوں پر مساوی تقسیم ہوگی ۔ فرض کیجیے کہ عمر کا انتقال ہو گیا اور اس نے دو بیٹے دو بیٹیاں چھوڑیں تو اب جائداد کی آمدنی بکر ، جمیلہ اور عمر کی چاروں اولادوں میں یکساں تقسیم ہوگی یعنی ہر ایک کو کل آمدنی کا چھٹا حصہ ملے گا ۔ لیکن اگر وقف علی الاولاد میں واقف کا یہ منشاء ظاہر ہوتا ہو کہ متوفی پسر یا دختر کے مرنے پر اس کی اولاد کو اس متوفی پسر یا دختر کا حصہ ملتا رہے تو حصہ شاخ وار تقسیم ہوگا نہ کہ فی کس ۔ اور یہ سلسلہ اولاد ذکور و اناث دونوں میں جاری رہے گا ۔

مصری قانون کے تحت وقف علی الاولاد :

قانون تنظیم اوقاف مصر، مجریہ ۱۹۴۶ع کے تحت وقف کی بلحاظ مدت تین قسمیں کی گئی ہیں :

(۱) وہ وقف جو صرف ابدی ہونا چاہیے اور موقتی ناجائز ہوگا ۔ ایسے وقف میں مسجد کا وقف شامل ہے ۔ بالفاظ دیگر مسجد کا وقف ابدی ہونا لازمی ہے ۔

marfat.com

(۲) ایسا وقف جو ابدی اور موقتی دونوں طرح جائز ہے ۔ یعنی یہ امر واقف کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ وقف ہمیشہ کے لیے کرے یا ایک خاص مدت کے لیے کرے۔ ایسے وقف میں علاوہ مسجد کے دوسرے خیراتی اوقاف شامل ہیں ۔

(۳) ایسا وقف جو صرف موقتی جائز ہوگا اور ابدی نہ ہوگا ۔ ایسے وقف کا اطلاق وقف علی الاولاد پر کیا گیا ہے ۔ چنانچہ از روئے قانون مصر وقف علی الاولاد کی زیادہ سے زیادہ مدت واقف کی وفات کے بعد ۶۰ سال مقرر کر دی گئی ہے یا وہ وقف واقف کے علاوہ دو پشتوں تک کے لیے ہوگا ۔

اس مسئلے سے متعلق رائج الوقت مصری قانون کی متعلقہ دفعات ذیل میں بیان کی جاتی ہیں :

۵ - مسجد کا وقف دائمی ہوگا البتہ خیراتی وقف کے ماسوا وقف موقتی اور ابدی دونوں طریق پر صحیح مانا جائے گا ۔ جب مطلق وقف کیا گیا ہوگا تو اس کو ابدی وقف تصور کیا جائے گا ۔ اور جو وقف خیراتی طریقوں پر ہو وہ محض موقتی (ایک مقررہ وقت تک) وقف سمجھا جائے گا اور (نسلی) دو طبقوں سے زیادہ طبقات تک جائز متصور نہ ہوگا ۔

اگر واقف نے وقف کے وقت موقوف علیہم کے اسماء کے ساتھ تصریح سے کام لیا ہو یا ان کو معین کر دیا ہو تو یہ لوگ ایک طبقہ متصور ہوں گے ، خواہ واقف نے ان کے درمیان ترتیب بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو ، لیکن اگر واقف نے ان موقوف علیہم کا نام لے کر متعین نہ کیا ہو تو اس وقت ہر بطن ایک طبقہ سمجھا جائے گا خود واقف کی ذات ان طبقات سے خارج ہوگی - (یعنی کسی طبقہ میں شمار نہ ہوگی) ۔

اور جب واقف نے غیر خیراتی وقف میں وقت کا تعین کیا ہو تو اس

marfat.com

وقت یہ ضروری ہوگا کہ واقف کی وفات کے بعد سے ۶۰ سال سے زیادہ وقف نہ ہو ۔

اور واقف کے لیے یہ جائز ہوگا کہ جو کچھ اس نے وقف کیا ہے اس قانون (مجریہ ۱۹۴۶ع) پر عمل ہونے سے پہلے اپنے وقف میں وقت کا تعین کر دے جس طرح اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ وقف سے رجوع کرے ۔

۱۶ - جس وقف کی مدت معین ہوگی وہ وقف اپنی مدت ختم ہو جانے پر یا موقوف علیہم کے منقطع ہو جانے پر ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح اس وقف کا کوئی حصہ اس کے موقوف علیہ کے عدم وجود پر مدت معینہ ختم ہونے سے قبل ہی ختم ہو جائے گا ۔ اور اسی طرح اس پورے طبقے کے ختم ہونے سے قبل ہی یہ حصہ بند کر دیا جائے گا ۔ لیکن یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ وقف نامہ میں اس حصے کا باقی موقوف علیہم کے یا ان میں سے بعض کی طرف رجوع کر جانے کی کوئی صراحت موجود نہ ہو ، کیونکہ اس صورت میں وقف اسی وقت ختم ہو سکے گا جب کہ یہ باقی موقوف علیہم ختم ہو جائیں یا وقف کی مدت اپنی انتہاء کو نہ پہنچ جائے ۔

۲۸ - واقف کو یہ حق حاصل ہوگا کہ یہ شرط کر دے کہ اس کی حیات میں زوجین یا والدین وقف میں مستحق ہوں گے اور وفات کے بعد یہ استحقاق اس کی ذرّیت کو حاصل ہو جائے گا ۔

۲۹ - واقف کو یہ حق بھی حاصل ہوگا کہ وہ اپنی حیات میں اپنی فوت شدہ اولاد میں سے کسی کی اولاد کو جو واقف کی حیات میں موجود ہے، اپنے وقف میں اپنی فوت شدہ اولاد کے مقررہ حصے کا مستحق قرار دے دے یا اتنے حصے کا جو میت کے حصے کی تکمیل کرتا ہو ، اگرچہ یہ استحقاق تہائی مال کی حد سے متجاوز ہی کیوں نہ ہو ۔

۳۰ - اور جب کہ واقف نے ایسے اشخاص کو محروم رکھا ہو جن

marfat.com

کو اس قانون کے تحت اس وقف میں کل یا بعض کا حق حاصل تھا ، تو ایسی صورت میں ان لوگوں کو ان کا واجب حق دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ ان محرومین کو چھوڑ کر باقی موقوف علیہم پر ان کے حصوں کے مطابق اگر وہ ایسے لوگوں میں سے ھیں (جن کا میراث کے لحاظ سے حق واجب ھوتا ھے) تقسیم کیا جائے گا اور اگر ایسے لوگوں میں سے نہیں ھیں تو ان کے حصۂ وقف کے اعتبار سے ان پر تقسیم کیا جائے گا ۔

لیکن اگر مستحق محروم نے باوجود قدرت کے اپنے حق کا دعوی نہ کیا اور نہ کوئی شرعی عذر عدم دعوی کے لیے پایا گیا اور اس پر واقف کی موت سے شمسی دو سال کا عرصہ گزر گیا ، یا واقف کی وفات کے بعد وقف کے متعلق کوئی ایسی دستاویز تحریر کر دی تو اب وقف میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا ۔

اور اس محروم کے بعض حق کو ترک کرنے پر رضامندی بھی قابل نفاذ سمجھی جائے گی ۔ جس کے بعد مابقی کا حقدار نہ رھے گا ۔

۳۲ ۔ اگر واقف کی ذریت پر وقف کیا گیا ھو جو طبقات کی ترتیب کے ساتھ مقرر ھو ، اس حالت میں کوئی اصل غیر (دوسرے موقوف علیہ) کی فرع کے لیے محرومی کا سبب نہ ھو سکے گا ، اور ان میں سے جو فوت ھوگا اس کا استحقاق حصہ اس کی اولاد کی طرف منتقل ھو جائے گا ۔

اور وقف کی آمدنی کی تقسیم کسی طبقہ کے ختم ھونے سے نہیں توڑی جائے گی جب تک ان اصول کی اولاد کا سلسلہ جاری ھوگا ۔ وہ اسی طریقہ پر باقی رھے گی جس طرح وقف میں اس کو بیان کیا گیا ھو الاّ یہ کہ اس تقسیم کے باطل نہ کرنے سے موقوف علیہم کی محرومی لازم آتی ھو ۔

۳۳ ۔ دفعہ ۱٦ کے احکام کی رعایت کرتے ھوئے جب کوئی مستحق اس طرح فوت ھو جائے گا کہ اس کے بعد اس حصۂ موقوفہ کا پانے والا

marfat.com

اس کی اولاد میں کوئی نہ ہوگا تو یہ حصہ اصل وقف کی طرف واپس لوٹ جائے گا ۔

اور جب واقف نے طبقات کی ترتیب کے ساتھ وقف کیا ہو اور فوت ہونے والوں یا وقف سے محروم ہو جانے والوں یا استحقاق باطل ہو جانے والوں کے بعد ان کے نیچے کے طبقہ کے لیے یا ان سے قریب تر طبقہ کےلیے وقف کیا ہو تو اس وقت اس شخص کو استحقاق حاصل ہوگا جو ان لوگوں کے طبقہ سے ہوگا ، بشرطے کہ وہ ایسے لوگوں میں داخل ہو جو وقف میں حصہ دار ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے ۔

۳۴ ۔ جو شخص استحقاق سے محروم ہوگیا ہو یا اس کا استحقاق باطل ہو گیا ہو ، اس کے حصے کے رد کرنے کا وہی حکم ہوگا جو مستحق کے فوت ہونے پر عائد ہوتا ہے ۔ اور محروم کا حق اس وقت پھر واپس ہو جائے گا جبکہ محرومیت کا سبب زائل ہو جائے ۔

۳۵ ۔ جب ترتیب طبقات کے ساتھ وقف کیا گیا ہو اور طبقہ اولی کلیۃ موجود نہ ہو تو پھر وقف کی آمدنی کا استحقاق اس سے متصل قریبی طبقے کو ہوگا اور جس وقت اول طبقہ کا کوئی فرد وجود میں آیا یہ استحقاق اس کی جانب رجوع کر جائے گا ۔

مصری قانون کی بنیاد :

مندرجہ دفعات کا سرسری جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہونچا جاسکتا ہے کہ مصری قانون کی مندرجہ بالا دفعات میں دفعہ ۵ کسی مسلمہ مذہب پر مبنی نہیں جبکہ دفعہ ۱۶ مصالح پر مبنی اجتہادی نوعیت کی حامل ہے۔ دفعات ۲۸ تا ۳۰ مذاہب اربعہ سے ماخوذ ہیں مگر تغیر کے ساتھ ۔ دفعہ ۳۱ حنفی اور حنبلی فقہ کا امتزاج ہے جبکہ دفعہ ۳۲ مالکی اور حنبلی فقہ کا مجموعہ ہے۔ نیز دفعہ ۳۳ مالکی فقہ، دفعہ۳۴ حنبلی فقہ اور دفعہ ۳۵ شافعی فقہ سے ماخوذ معلوم ہوتی ہیں ۔

marfat.com

تنسیخ وقف

۱۹۲ - جو وقف واقف کی زندگی میں تکمیل پا چکا ہو منسوخ نہ کیا جا سکے گا - البتہ وقف بذریعہ وصیت واقف کی موت سے قبل کسی وقت بھی منسوخ کیا جا سکتا ہے -

تشریح

وہ وقف جو شرعی طور پر واقف کے ذمہ لازم ہوگیا ہو ناقابل تنسیخ ہے - البتہ وصیتی وقف کرنے کے وقت واقف تنسیخ وقف کا حق اپنے لیے محفوظ کرلے تو ایسا وقف جو ابھی وجود ہی میں نہیں آیا (مثلاً وصیت نامے کے ذریعے واقف کی زندگی کے بعد وجود میں آئے گا) تو واقف کی زندگی کے دوران ہر وقت منسوخ کیا جا سکتا ہے - اس کی حیثیت ہبہ بالوصیت کی ہے -

امام سرخسی اپنی کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں کہ "وقف میں کوئی وقت مقرر کر دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ بیع میں وقت کے تقرر کی شرط کر دی جائے جو وقف کے لیے مبطل (باطل کر دینے والا) ہو جائے گا ، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اصل مقصود اللہ تعالٰی کا تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے لہٰذا ابو یوسف کے نزدیک منقطع ہونے والا وقف باطل نہ ہوگا -[٦٦]

مصری قانون :

رائج الوقت مصری قانون کے تحت واقف کو وقف میں رجوع کا حق حاصل ہے جیسا کہ حسب ذیل دفعات سے ظاہر ہوتا ہے :

۱۱ - واقف کو اپنے کل وقف یا اس کے بعض حصے سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے ، جس طرح کہ اس کو وقف کے مصارف اور شرائط میں تغیر کرنے کا حق حاصل ہے حتیٰ کہ اپنی ذات کے محروم کر دینے کا ، مگر یہ

---

(٦٦) المبسوط ، امام سرخسی، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۴ ہجری ، صفحہ ۴۱

marfat.com

تغیر اس قانون (مجریہ ۱۹۴۶ع) کی حد میں رہ کر نافذ ہوگا ۔ اور اس قانون پر عمل کیے جانے سے قبل واقف کے لیے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ اپنے وقف میں رجوع کرے یا اس میں کوئی تغیر کرے، اور یہ کرے کہ جب اپنی ذات اور ذریت کو استحقاق سے ان دس شرطوں سے محروم رکھا ہو تو کسی غیر شخص کو اس کا مستحق قرار دے دے ۔ یا یہ ثابت ہو جائے کہ یہ استحقاق کسی غیر مالی عوض کی بناء پر واقع ہوا ہے، یا واقف پر ایسے حقوق کی ضمان کے معاوضہ میں دیا گیا ہے ۔ جو وقف سے قبل واقف پر ثابت تھے ۔

مسجد پر جو اشیاء وقف ہوں گی ان کا رجوع کرنا جائز ہوگا اور رجوع یا تعین اسی حالت میں صحیح ہوں گے جب کہ صراحت کے ساتھ کیے گئے ہوں ۔

۱۶- جس وقف کی مدت معین ہوگی وہ وقف اپنی مدت ختم ہو جانے پر یا موقوف علیہم کے ختم ہو جانے پر ختم ہو جائے گا اسی طرح اس وقف کا کوئی حصہ اس کے موقوف علیہ کے عدم وجود پر مدت معینہ ختم ہونے سے قبل ہی ختم ہو جائے گا اور اسی طرح اس پورے طبقہ کے ختم ہونے سے قبل ہی یہ حصہ بند کر دیا جائے گا ۔ لیکن یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ وقف نامہ میں اس حصے کا باقی موقوف علیہم کے یا ان میں سے بعض کی طرف رجوع کر جانے کی کوئی صراحت موجود نہ ہوگی، کیونکہ اس صورت میں وقف اسی وقت ختم ہو سکے گا جب کہ یہ باقی موقوف علیہ ختم ہو جائیں یا وقف کی مدت اپنی انتہاء کو پہنچ جائے ۔

۴۳- موقوف کی تقسیم واقف کی زندگی میں اس کی رضامندی کے بغیر جائز نہ ہوگی اور واقف کو اس سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا ۔

۴۶- جب محکمہ وقف کو تقسیم کر دے گا یا وقف کا کوئی حصہ کسی شخص کے حق میں بالکل جدا کیا ہوا ہو تو اس صورت میں ضروری

marfat.com

ہوگا کہ ہر مستحق کو اپنے حصہ کا نگران مقرر کر دیا جائے بشرطیکہ وہ اس کا اہل ہو، اگرچہ یہ واقف کی شرط کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

مصری قانون کی بنیاد :

مصری قانون کی مندرجہ بالا دفعات میں دفعہ ۱۱ میں واقف کے وقف سے رجوع کرنے کے حق کا جہاں تک تعلق ہے وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق ہے البتہ اس دفعہ میں مذکور دوسرے احکام حنبلی فقہ اور وقتی مصالح کے تحت قیاس بالاجتہاد پر مبنی نظر آتے ہیں۔ دفعہ ۱۶ میں مصالح عامہ پر مبنی اجتہاد سے کام لیا گیا ہے۔ مندرجہ دفعات ۴۳، ۴۶ متاخرین حنفی فقہا کے اقوال سے متاثر نظر آتی ہیں۔

تولیت وقف

۱۹۳ - (۱) واقف اس امر کا مجاز ہوگا کہ وقف کی تولیت اپنی ذات یا کسی دیگر فرد یا افراد کے لیے بالترتیب مخصوص کر دے۔

(۲) تولیت کی عدم صراحت کی صورت میں واقف وقف کا متولی تصور ہوگا۔ واقف کے بعد تولیت کا حق وصی اور اس کے بعد حاکم وقت کو حاصل ہوگا۔

تشریح

از روئے شرع اسلام واقف اس امر کا مجاز ہے کہ وہ خود ہی وقف کا متولی ہو۔[۶۷] واقف اس امر کا بھی مجاز ہے کہ وقف نامے میں یہ تحریر کر دے کہ فلاں طریقے کے مطابق اور فلاں شرط کے ساتھ اور اس قدر عرصے کے لیے فلاں شخص یا اشخاص کی جماعت متولی ہوگی یا شخص یا اشخاص کی جماعت متولی کرنے کی مجاز ہوگی۔ اگر وقف نامے میں متولی اور اس

---

(۶۷) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۲
فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۶۷
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۲۴۴
ردالمحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۹۶

marfat.com

کے جانشین کے متعلق صراحتاً یا کنایتاً کوئی ہدایت نہ پائی جائے تو خود واقف متولی مقرر کرنے کا مستحق ہوگا ۔ واقف کی وفات کے بعد اس کا وصی (Executor) اور وصی کے جانشین کی وفات کے بعد عدالت متولی مقرر کرنے کی مجاز ہوگی ۔[۶۸]

واقف کو اختیار حاصل ہے کہ وہ یکے بعد دیگرے متولیوں کو نامزد کر سکتا ہے یا وہ اگر نام بنام متولیوں کو نامزد نہ کرے تو کسی خاص جماعت میں سے متولیوں کے تقرر کی بابت تحریر کر سکتا ہے ۔ اسے یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ متولیوں کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا مجاز کر دے ۔

امام سرخسی نے اپنی کتاب المبسوط میں لکھا ہے کہ "اگر وقف کا متولی واقف کی حیات میں فوت ہو جائے تو دوسرے متولی کے تقرر کا اختیار خود واقف کو حاصل ہوگا ۔ جس کو پسند کرے گا مقرر کر سکے گا۔ . . . وقف کا متولی واقف کے نائب کے درجہ میں ہوتا ہے تاکہ موقوف علیہم کی منفعت کا عمل (اس کی نائبی) میں کرتا رہے ۔ لہٰذا اول متولی کے فوت ہونے کے بعد دوسرے کے تقرر میں واقف کی رائے کا شرط ہونا وقف کے مقصود کا محقق ہونا ہے اور اس میں کوئی تغیر نہیں پیدا کرتا ۔ اور اگر متولی کا انتقال واقف کے بعد ہوا اور اس نے اپنے بعد کے لیے کسی کو اپنا وصی بنا دیا تو یہ وصی متولی کے بعد اس کا قائم مقام ہوگا ۔ اس لیے کہ واقف نے متولی کو اپنے وقف کی نگرانی اور اپنی غرض کی تحصیل کے لیے مقرر کیا تھا ۔ اب چونکہ فوت ہو جانے کی بناء پر وہ اس عمل سے بذات خود عاجز ہو گیا یہ عجز ہی اس کے لیے اس امر کی اجازت ہو گیا

---

(۶۸) درمختار برحاشیہ ردالمحتار ، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ھجری، جلد ۳، صفحہ ۳۹۶
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ھجری، جلد ۵، صفحہ ۳۸-۲۳۷
فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ھجری، جلد ۵، صفحات ۶۰-۵۸

marfat.com

کہ وہ اپنے فوت ہونے کے بعد وقف کے انتظام میں کسی دوسرے شخص سے مدد لے۔ جس طرح کہ وصی کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو وصی مقرر کر دے۔ اور یہ حکم بعض علماء پر بھی پوشیدہ رہا اس لیے ان لوگوں نے یہ جائز نہ سمجھا کہ وصی کسی دوسرے کو وصیت کرے۔ اگر متولی کسی کو وصیت کیے بغیر فوت ہو گیا تو اب متولی کے تقرر کا حق قاضی (حاکم) کو حاصل ہوگا۔ اس لیے کہ حاکم کا تقرر ہی اس لیے ہے کہ جو شخص اپنے فرائض کی انجام دہی سے معذور ہو جائے اس کی نگرانی کرے۔ اب واقف فوت ہو چکا ہے اور جو موقوفہ کا مصرف ہے وہ اپنی ذات کے ذریعہ کرنے سے عاجز ہے لہٰذا متولی مقرر کرنے کا اختیار حاکم (قاضی) کو حاصل ہوگا۔ جب تک کہ واقف کے خاندان اور اس کی اولاد میں سے کوئی شخص متولی بننے کی صلاحیت رکھنے والا موجود ہو، کسی اجنبی شخص کو متولی مقرر نہ کیا جائے۔ اگر واقف یہ شرط نہ رکھے تو حاکم کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ اگر وقف کی مصلحت کسی اجنبی کے متولی مقرر کرنے میں مضمر ہے تو اس کو متولی مقرر کر دے۔ اور واقف کا مقصود یہ تھا کہ تولیت اس کی اولاد اور خاندان میں رہے تا کہ وقف اس کی ذات کی طرف منسوب ہوتا رہے یا اس لیے کہ اس کی اولاد وقف کے حق میں ایک غیر شخص سے زیادہ شفیق ثابت ہوگی، اس لیے اس شرط کا وقف نامے میں ذکر کر دے تا کہ (حاکم وقت) اس شرط کے خلاف نہ کرے۔ اور واقف کے اقرباء میں کوئی ایسا موجود نہ ہو تو پھر کسی اجنبی کو متولی مقرر کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے بعد جب کبھی بھی کوئی ایسا شخص اس کے خاندان میں پایا جائے کہ وہ تولیت کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ تولیت اس کی طرف منتقل کر دی جائے۔[٦٩]

(٦٩) المبسوط، امام سرخسی مطبوعہ، مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۴

marfat.com

مصری قانون :

قانون وقف مجریہ ۱۹۴۶ء مصر، میں وقف کی نگرانی سے متعلق حسب ذیل دفعات بیان کی گئی ہیں :

۴۴- نگران وقف کا کسی غیر کے لیے نگرانی کا اقرار کرنا وقف کے حق میں باطل ہوگا خواہ یہ اقرار کسی فرد کے لیے ہو یا بطور اشتراک چند افراد کے لیے ہو -

۴۵- کسی نگران وقف کے لیے یہ جائز نہ ہوگا کہ بغیر اجازت محکمہ شرعیہ وقف پر کسی قسم کا قرضہ لے لیکن یہ ان امور کے علاوہ تصور کیا جائے گا جو وقف کے مقررہ امور میں شامل ہے -

۴۶- جب محکمہ کسی وقف کو تقسیم کر دے گا یا کوئی حصہ وقف کا کسی شخص کے حق میں بالکل جدا کیا ہوا ہو تو اس صورت میں ضروری ہوگا کہ ہر مستحق کو اس کے اپنے حصے کا نگران مقرر کر دیا جائے بشرطے کہ وہ اس کا اہل ہو - اگرچہ یہ واقف کی شرط کے خلاف ہی کیوں نہ ہو -

۴۷- جب کہ وقف کسی کار خیر کی جہت پر ہو تو اس کی تولیت اسی شخص کے ذمے ہوگی جس کے لیے واقف نے شرط کر دی ہوگی - اس کے بعد اس شخص کے لیے ہوگی جو واقف کی ذریت یا اس کے اقارب میں سے اس کی صلاحیت رکھتا ہو - اس کے بعد نگرانی کا حق محکمہ اوقاف کو حاصل ہوگا - اس صورت میں جب کہ واقف غیر مسلم نہ ہو - لیکن اگر وقف کا مقصد غیر اسلامی جہت ہے تو اس کی نگرانی کا حق صرف اس شخص کو ہوگا جس کو محکمہ اپنی طرف سے متعین کرے - لیکن محکمہ کو اس امر کا لحاظ رکھنا ہوگا کہ نگران متولیاں میں ترتیب ان کی صلاحیت کے لحاظ سے ہوگی -

marfat.com

۴۸- جب وقف کی تقسیم نہ کی گئی ہو تو ایسی صورت میں محکمہ ایک سے زائد نگران مقرر نہیں کرے گا الا یہ کہ جب کوئی مصلحت اس کے خلاف واقع ہو ۔ اور متولیان کے ایک سے زائد ہونے کی صورت میں محکمہ کا یہ فرض ہوگا کہ ان متولیوں کی اکثریت کو ایسے امور میں تصرف کا حق دے جن میں ان کے اختلاف کا اندیشہ ہو ۔

تمام حالات میں یہ جائز ہوگا کہ وقف کی تقسیم کی صورت میں ہر نگران وقف کو نگرانی کا مستقلاً حق حاصل ہو ۔

۴۹- جب تک مشخصین میں سے کوئی ایک شخص متولی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو کسی اجنبی کو متولی نہیں بنایا جائے گا ۔ لیکن جب ایسے مشخص جو اپنے استحقاق میں اونچا درجہ رکھتے ہوں، اس امر پر متفق ہو جائیں کہ کسی خاص شخص کو وقف کا نگران مقرر کر دیا جائے تو اس وقت حاکم کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس کو متولی مقرر کو دے الا یہ کہ حاکم کی مصلحت اس کے خلاف ہو ۔

اور وظیفہ خوار یا تنخواہ دار مستحق اسی درجے میں سمجھا جائے گا کہ جس درجہ میں مستحق وقف کو سمجھا جائے گا ۔ نگران کی عدم اہلیت یا غائب ہونے کی صورت میں قائم مقام ہو سکے گا ۔

۵۰- کسی اجنبی کو متولی مقرر کرنے کی صورت میں جب کبھی مشخصین میں ایسا کوئی شخص پایا گیا جو متولی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کو متولی مقرر کر دیا جائے ۔

متولی وقف کو مال وقف میں ایک امین کی حیثیت حاصل ہوگی ۔ مشخصین کی جانب سے وکیل متصور ہوگا ۔ اس کا کوئی قول اوقاف یا مشخصین پر صرف کرنے میں اس وقت تک قابل قبول نہ ہوگا جب تک اس کے سلسلے میں دستاویزی ثبوت مہیا نہ کرے ۔ لیکن یہ ان امور کے

marfat.com

علاوہ ہوگا جو عرف و عادت میں ان کے محتاج نہیں ہوتے ۔ متولی سے اس کے ان فرائض کے سلسلے میں جو اشیاء وقف اور آمدنی وقف انجام دینے سے متعلق ہوں سوال کیا جا سکے گا اور اگر وہ اپنی تولیت کا معاوضہ بھی پاتا ہو تو پھر معمولی سی کوتاہی پر بھی اس سے سوال کیا جا سکے گا ۔

۵۱- جس وقت بھی متولی وقف کو اس کے نگرانی کے تصرفات یا ان حسابات کے جو وقف سے تعلق رکھتے ہوں پیش کرنے کو کہا جائے گا کہ وہ ان کو پیش کرے لیکن وہ ان کو پیش نہ کرے گا، اس میعاد کے اندر جو محکمہ نے اس کے لیے مقرر کر دی ہو یا جن امور کے متعلق محکمہ نے اس کو حکم دیا تھا کہ وہ اس امر کے سلسلے میں وہ اختیار کرے ، وہ اختیار نہ کیا ہو تو اس وقت یہ جائز ہوگا کہ اس پر جرمانہ کا حکم دیا جائے جس کی مقدار ۵۰ گنی سے زیادہ نہ ہوگی ۔ لیکن اگر یہ فعل اس سے بار بار سرزد ہو تو یہ مقدار ۱۰۰ گنی تک بڑھائی جا سکتی ہے ۔ محکمہ کے لیے یہ امر جائز ہوگا کہ وہ متولی کے فریق مقابل کو جو اس کے تصرفات کے دعویٰ میں اس کے مقابل ہے اس جرمانہ کے کل یا جز کو بطور عطیہ کے دے دے ۔

اسی طرح محکمہ کے لیے جائز ہوگا کہ وہ متولی کو اس کے مقررہ کل یا بعض معاوضہ سے محروم کر دے ۔ اور جب متولی حساب پیش کر دے یا جن امور کا اس کو حکم دیا گیا ہے ان کو نافذ کر دے ۔ اور ان کی تاخیر میں کوئی قابل قبول عذر پیش کرے تو محکمہ کو یہ حق ہوگا کہ اس جرمانے کے کل یا اس کا بعض حصہ یا جن حقوق سے اس کو محروم کر دیا گیا ہے اس کا کل یا بعض حصہ معاف کر دے ۔

۵۲- محکمہ کے لیے یہ جائز ہوگا کہ جب بھی تقاضائے حالات ہو اور جس وقت بھی ہو متولی کی نگرانی کے دوران یا اس پر وقف کے سلسلے

marfat.com

میں کسی قسم کا دعوی کیے جانے کے وقت محکمہ متولی کو معطل کر دے - یا یہ کہ ایسی مصلحت پیش آئے کہ اس کے معزول کرنے میں زیادہ بہتری ہو -

۵۳- متولی وقف کو حوالے کر دینے کے وقت میں یا اس کے تولیتی تصرفات کے دوران محکمہ کو تصرفات کا حق حاصل ہوگا - اور یہ کہ متولی پر مقدمہ کے دوران کسی دوسرے کو وقتی طور پر تا انتہائے مقدمہ متولی مقرر کر دے -

مصری قانون کی بنیاد :

رائج الوقت مصری قانون کی مندرجہ بالا دفعات میں دفعہ ۴۳ کے بعض احکام حنبلی فقہ سے اخذ کیے گئے ہیں جبکہ دفعات ۴۵ تا ۴۹ متاخرین حنفی فقہاء کے اقوال پر ہیں - البتہ دفعات ۵۰ تا ۵۳ جزوی طور پر اقوال سلف پر مبنی ہیں لیکن زیادہ تر اجتہادی نوعیت کی حامل ہیں -

اہلیت متولی

۱۹۴- وقف کی تولیت کا ایسا شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) مستحق ہوگا جو عاقل و بالغ ہو، فسق و فجور کے ساتھ معروف نہ ہو، امین ہو اور انتظامی قدرت رکھنے والا ہو خواہ بذات خود یا بتوسط نائب -

تشریح

ہر شخص، مرد یا عورت، خواہ کسی مذہب کا پیرو ہو، متولی ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ بالغ ہو اور فاترالعقل نہ ہو چنانچہ تولیت کے لیے مسلمان یا آزاد ہونا شرط نہیں ہے غلام یا ذمی کافر بھی متولی ہو سکتا ہے -[۷۰]

متولی اگر فسق و فجور میں مبتلا ہو تو معزول کیا جا سکتا ہے لیکن

---

(۷۰) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۲

marfat.com

وہ بغیر معزول کیے خود بخود معزول نہ ہوگا ۔[۱]

اگر کوئی متولی نابالغ یا پاگل ہو تو اس کا تقرر من ابتداء باطل ہوگا ۔ اگر حق تولیت بذریعہ وراثت کسی نابالغ کو پہنچ گیا ہو تو عدالت اس کی نابالغی کے زمانے میں وقف کے انتظام و انصرام کے لیے دوسرے شخص کو متولی مقرر کرے گی ۔[۲]

متولی کی معزولی اور تقرر جدید

۱۹۵ ۔ اگر کوئی متولی فرائض تولیت انجام دینے کا اھل نہ ھو تو عدالت معقول وجوہ کی بناء پر موجودہ متولی کو علیحدہ کرنے کی مجاز ہوگی ۔ لیکن متولی مقرر کرتے وقت عدالت حتی الامکان واقف کی منشاء کا لحاظ رکھے گی اور جہاں تک ممکن ہوگا واقف کے اھل خاندان میں سے کسی موزوں شخص کو متولی مقرر کرے گی ۔

تشریح

اگر واقف اپنی ذات کے لیے تولیت مختص کرلے اور ساتھ ھی یہ بھی شرط کرے کہ حاکم وقت یا عدالت کو یہ حق حاصل نہ ھوگا کہ وہ واقف کو تولیت سے معزول کرے تو واقف کے امین نہ ھونے کی صورت میں اس کی یہ شرط قابل پابندی نہ ھوگی اور عدالت کو اس کے معزول کر دینے کا حق حاصل ھوگا ۔ اس طرح عدالت کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ جس شخص کو واقف نے وقف کا متولی مقرر کیا ھو لیکن اس متولی کے برخلاف دوسرا شخص وقف کے حق میں بہتر ھو تو واقف کے مقرر کردہ کو معزول کر دے ۔ اگر واقف یہ شرط کرے کہ فلاں شخص اس وقف کا متولی ھوگا اور مجھے یہ حق نہ ھوگا کہ میں اسے تولیت سے علیحدہ کر سکوں تو یہ

(۱ے) بحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ھجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۲۴۴
ردالمحتار ، ابن عابدین ، مطبوعہ مصر ، ۱۵۵٦ ھجری ، جلد۳ ، صفحہ ۳۹۷
(۲ے) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبوعہ مجیدی کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۲

marfat.com

شرط باطل ہوگی ۔[۷۳] امام محمد کے نزدیک واقف متولی کو مقرر کر دینے کے بعد اس کو علیحدہ کر دینے کا مجاز نہ ہوگا تاوقتیکہ وقف نامے میں اس نے یہ اختیار محفوظ نہ کر لیا ہو ۔ امام ابو یوسف کے نزدیک واقف جب چاہے علیحدہ کر سکتا ہے لیکن فتوی امام محمد کے قول پر ہے ۔

متولی واقف یا عدالت کی اجازت کے بغیر تولیت نہیں چھوڑ سکتا ۔ جب تک واقف کے خاندان میں سے کوئی ایسا شخص پایا جائے جو وقف کا متولی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو وقف کا متولی مقرر کرے ۔ اگر واقف کے خاندان میں کوئی شخص تولیت کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور اس وجہ سے کسی غیر کو وقف کا متولی بنایا گیا ہو لیکن کچھ عرصے کے بعد واقف کے خاندان میں مناسب شخص پایا جائے تو اس اجنبی کو معزول کرکے اس فرد کا متولی بنانا درست ہوگا ۔[۷۴]

متولی کے تقرر میں سب سے پہلا حق خود واقف کا ہے نہ کہ حاکم یا عدالت کا ۔ واقف کے بعد متولی کے تقرر کا حق اس شخص کو حاصل ہے جس کے متعلق واقف نے وصیت کی ہو ۔ اگر واقف کے مقرر کیے ہوئے متولی کا واقف کی موت کے بعد انتقال ہو جائے اور واقف کا وصی بھی موجود نہ ہو تو متولی مقرر کرنے کا حق عدالت کو حاصل ہوگا ۔[۷۵]

---

(۷۳) فتادی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی ، کان پور ، جلد ۲، صفحہ ۳۳۲
ردالمحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۲۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ۹۹-۳۶۷
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد ۵، صفحات ۶۵-۲۴۱

(۷۴) فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی ، کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۳
درالمختار برحاشیہ ردالمحتار ، ابن عابدین ، مطبوعہ مصر ، ۱۲۵۶ ہجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۴۲۳

(۷۵) درالمختار و ردالمحتار ، ابن عابدین ، مطبوعہ مصری ، ۱۳۵۶ ہجر ، جلد ۳، صفحہ ۲۳-۴۲۲
فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی ، کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۳
بحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ہجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۲۳۶

marfat.com

اگر کسی وقف کا متولی موجود ہو تو اس کے موجود ہوتے ہوئے عدالت کو وقف میں تصرف کا حق حاصل نہ ہوگا الا یہ کہ متولی تصرف سے انکار کر دے ۔[۷۶]

اگر واقف فاسق ہو جائے تو معزولی کا مستحق ہو جائے گا لیکن بغیر حاکم کے معزول کیے خود بخود معزول نہ ہوگا ۔

اگر واقف نے کسی شخص کو متولی مقرر کیا ہو اور قاضی وقف کے حق میں اس کا معزول کرنا بہتر خیال کرتا ہو تو قاضی کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے معزول کر دے ۔[۷۷]

واقف نے جس شخص کو اپنی زندگی اور موت دونوں حالتوں میں تولیت سپرد کی ہو وہ شخص واقف کی زندگی میں اس کا وکیل اور موت کے بعد اس کا وصی تصور کیا جائے گا ۔ اگر واقف اسی صورت میں توکیل کا لفظ استعمال کرے تب بھی وہی حکم ہوگا ۔ البتہ اگر یہ کہا کہ میں نے تم کو اپنی زندگی تک اس وقف کا متولی مقرر کیا تو یہ تولیت واقف کی زندگی تک محدود ہوگی وہ شخص وفات کے بعد متولی نہ رہے گا ۔ اگر واقف نے ابھی کسی شخص کو متولی و قیم نہ مقرر کیا ہو حتیٰ کہ حاکم وقت نے قیم مقرر کرکے اس کی تولیت کا حکم جاری کیا تو اب واقف کو اس متولی کو معزول کرکے خود متولی ہونے کا حق حاصل نہ ہوگا ۔ اور اگر واقف اپنی موت و حیات دونوں میں اپنے وقف کا کسی کو متولی مقرر کرے پھر وفات کے وقت کسی دوسرے شخص کو وصیت کی تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ وصی متولی وقف کے تصرفات میں شریک متصور ہوگا اور واقف کا اپنے وقف کے لیے دو افراد کو متولی

(۷۶) فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی، کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۲
(۷۷) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی، کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۲

marfat.com

بنانا سمجھا جائے گا ۔۴۸

جائداد موقوفہ کی منتقلی وغیرہ

۱۹۶ ۔ (۱) بلا ہدایت صریح یا بلا اجازت عدالت جائداد کا متولی جائداد موقوفہ کو فروخت ، رہن تبادلہ یا کسی دیگر طریقے سے منتقل کرنے کا مجاز نہ ہوگا بجز اس کے کہ وہ وقف نامے کے ذریعہ بصراحت اس کا مجاز کیا گیا ہو ۔

(۲) اگر جائداد موقوفہ سکنی ہو تو وقف نامے میں کسی برعکس ہدایت کی غیر موجودگی میں متولی اس کو زیادہ سے زیادہ ایک سال کے لیے کرایہ پر اور اگر زرعی ہو تو تین سال کے لیے لگان پر دینے کا مجاز ہے ۔ اس سے زیادہ عرصے کے لیے عدالت کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہوگی ۔

جائداد موقوفہ ماسواء حسب ذیل صورتوں کے منتقل نہیں ہوسکتی :

(۱) جب کہ جائداد موقوفہ یا اس کے کسی جز کو رہن ، فروخت یا تبادلے کا حق وقف نامے میں موجود ہو ۔

(۲) جب کہ عدالت مجاز نے جائداد موقوفہ کو رہن ، فروخت یا تبادلہ کرنے کی اجازت دے دی ہو ، جو معقول عذر کی بنا پر مقاصد وقف کے حصول کا بہتر ذریعہ ہو ۔

(۳) جب کہ جائداد موقوفہ کے زرعی ہونے کی صورت میں تین سال اور غیر زرعی ہونے کی صورت میں ایک سال کے لیے پٹے پر اٹھائی گئی ہو ، الا یہ کہ وقف نامے میں مذکورہ بالا مدت سے زائد کے لیے پٹے پر اٹھا دینے کا اختیار متولی کو صراحتا دیا گیا ہو ۔ عدالت معقول وجوہ کی بناء پر مذکورہ بالا مدت سے زائد عرصے کے لیے متولی کو جائداد موقوفہ پٹے پر اٹھانے

(۴۸) فتاوی عالمگیری ، (عربی) ، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳-۳۳۲

marfat.com

کے لیے اجازت دے سکتی ہے خواہ واقف نے مذکورہ بالا مدت سے زائد مدت کے لیے جائداد موقوفہ کو پٹے پر اٹھانے کی بصراحت ممانعت ہی کیوں نہ کر دی ہو۔

جائداد موقوفہ میں کمی ، بیشی یا تبادلہ وغیرہ سے متعلق شرائط :

اگر اصل وقف میں واقف یہ شرط کرے کہ مجھے اختیار ہوگا کہ موقوفہ ھذا کو جب چاہوں فروخت کرکے اس کی قیمت سے دوسری زمین خرید کروں اور وہ اس کی جگہ موقوفہ ہوگی تو یہ شرط صحیح ہوگی لیکن واقف کو ایک مرتبہ تبدیلی کے بعد دوبارہ تبدیلی کا حق نہ ہوگا مگر یہ کہ ایسے الفاظ استعمال کرے جن سے بار بار تبدیلی کا اظہار ہوتا ہو۔[۷۹]

واقف نے استبدال کی شرط رکھی لیکن مبدل (جس جائداد کے واسطے تبادلہ کرنا ہے) کے بارے میں یہ تفصیل نہ بیان کی کہ وہ زمین ہوگی یا مکان یا فلاں فلاں تو اس صورت میں موقوفہ اول کو فروخت کے بعد اس موقوفہ کے ہم جنس سے تبدیلی کا حق رہے گا۔ اسی طرح اگر کسی شہر یا قریہ کی وضاحت نہ کی ہو تو ہر مقام پر خریدنے کا حق حاصل ہوگا۔[۸۰]

---

(۷۹) فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی، کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۰
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ھجری، جلد ۵ ،صفحات ۲۳۹-۲۴۰
ردالمحتار و درالمختار ، ابن عابدین ، مطبوعہ مصر ، ۱۲۵۶ھجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۹۹
احکام الاوقاف للخصاف (متوفی ۲۶۱ ھجری) ، صفحہ ۱۵۴
فتح القدیر ، ابن ہمام ، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ھجری، جلد ۵ ، صفحہ ۵۸

(۸۰) فتاوی عالمگیری ، (عربی) ، مطبع مجیدی ، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۰
ردالمحتار و درالمختار ، ابن عابدین ، مطبوعہ مصر ، ۱۲۵۶ھجری، جلد ۳ ، صفحہ ۳۹۹
احکام الاوقاف للخصاف (متوفی ۲۶۱ھجری) ، مطبوعہ مصر ، صفحہ ۱۵۴
فتح القدیر ، ابن ہمام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵۶ ھجری ، جلد۵ ، صفحہ ۵۹

marfat.com

اگر یہ شرط کی کہ موقوفہ کے بالعوض زمین خریدے گا یا مکان خریدے گا تو صرف اس کے مطابق ہی حق ہوگا ۔ اسی طرح اگر یہ کہا کہ مبدل بصرے میں خرید کرے گا تو یہ اختیار بصرے ہی کے ساتھ مقید ہوگا لیکن اگر بصرے سے زیادہ بہتر اور منفعت کے لحاظ سے زیادہ مفید کسی دوسرے مقام کی زمین ہے تو اچھا یہی ہے کہ ایسا کرنا جائز ہو ۔[81]

قنیہ میں ہے کہ مکان موقوف کی تبدیلی اس شکل میں درست ہے جب کہ مستبدل مکان اسی محلے میں ہو جس میں موقوف مکان ہے یا ایسے محلے میں ہو کہ جو موقوف مکان سے کسی بہتری کی صورت رکھتا ہو ۔ اس کے برخلاف درست نہ ہوگا ۔[82]

اگر واقف نے یہ شرط کی کہ مجھے استبدال کا حق ہوگا پھر اس کے لیے وکیل مقرر کیا تو جائز ہوگا ۔ لیکن اگر کسی کو اس استبدال کی وصیت کی تو واقف کے مرنے کے بعد وصی کو استبدال کا حق نہ ہوگا ۔ اگر یہ شرط کی کہ واقف کسی دوسرے کے ہم راہ مل کر استبدال کرے گا تو وہ دوسرا انفرادی طور پر تبادلہ نہ کر سکے گا البتہ خود واقف انفرادی طور پر بھی کر سکے گا اور اگر یہ شرط رکھی کہ جو شخص اس وقف کا متولی ہوگا اس کو استبدال کا حق حاصل ہوگا تو یہ شرط صحیح ہوگی اور ہر متولی کو استبدال کا حق حاصل ہوگا ۔ لیکن اگر واقف نے اس طرح کہا ہو کہ فلاں کو ولایت استبدال حاصل ہوگی ۔ اب اگر واقف کا انتقال ہو جائے تو اس فلاں کو بعد انتقال واقف استبدال

---

(۸۱) فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی، کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۰
بحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ھجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۲۴۰
ردالمحتار ، ابن عابدین ، مطبوعہ مصر ، ۱۲۵٦ ھجری ،جلد ۳ ، صفحہ ۳۹۹
فتح القدیر ، ابن ہمام ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۵٦ ھجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۵۹
(۸۲) فتاوی عالمگیری ، (عربی)، مطبع مجیدی کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۰
بحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ھجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۲۴۱

marfat.com

کا حق نہ ہوگا ۔ الا یہ کہ واقف یہ کہہ دے کہ میری زندگی اور وفات کے بعد دونوں حالتوں میں ۔[۸۳]

متولی وقف کو جب تک کہ واقف اس کے حق میں استبدال کی شرط نہ رکھے استبدال کا حق حاصل نہ ہوگا لیکن اگر قیم (متولی) کے لیے شرط رکھے اور اپنے لیے کچھ نہ کہے تو خود واقف کو حق حاصل ہوگا ۔[۸۴]

جب کہ وقف و استبدال وقف بعد بیع دونوں صحیح قرار پائے اب اگر موقوفہ کو اتنی کمی کے ساتھ فروخت کیا جو تاجرانہ نقطۂ نظر سے معروف ہے تو بیع درست ہوگی ۔ لیکن اگر قیمت میں اتنی کمی کر دی کہ اس حد کی کمی ناقابل تقسیم و ناقابل برداشت ہے تو بیع صحیح نہ ہوگی نیز یہ کہ دراهم و دنانیر (زر نقد) ھی بالعوض فروختگی درست ہوگی اشیاء کا تبادلہ بطور قیمت کے مفتی بہ قول پر درست نہ ہوگا ۔[۸۵]

اگر یہ شرط رکھی کہ موقوفہ کو فروخت کرکے اس سے افضل کو وقف کرے گا تو حاکم کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر حاکم مناسب اور صحیح سمجھے گا تو اجازت دے گا ورنہ نہیں ۔

---

(۸۳) فتاوی عالمگیری(عربی) ، مطبع مجیدی، کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۰
بحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ھجری، جلد ۵، صفحہ ۲۴۰
ردالمحتار، ابن عابدین ، مطبوعہ مصر ، ۱۲۵۶ھجری ، جلد ۳ ، صفحہ ۴۰۰
فتح القدیر، ابن ہمام ،مطبوعہ مصر ، ۱۳۵۶ ھجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۵۹

(۸۴) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی ، کان پور، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۰
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ھجری، جلد ۵ ، صفحہ ۲۴۰
احکام الاوقاف للخصاف (متوف ۲٦۱ ھجری) ، صفحہ ۲۴

(۸۵) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۰
بحرالرائق، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ھجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۲۴۰
ردالمحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۲۵٦ھجری، جلد۳، صفحات ۴۱۰-۱۱
احکام الاوقاف للخصاف (متوف ۲٦۱ھ) ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۲ ھجری ، صفحہ ۱۵۴
فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵٦ ھجری، جلد ۵ صفحہ ۵۹

marfat.com

اگر واقف اپنے لیے یہ شرط رکھے کہ مجھے یہ حق ہوگا کہ میں مقررہ وظائف میں کمی یا بیشی کروں یا کسی کو موقوف علیہ ہونے سے خارج یا کسی کو موقوف علیہ میں داخل کروں یا بدل دوں تو اس کی یہ شرط صحیح ہوگی مگر متولی کو یہ حق جب حاصل ہوگا کہ واقف اس کےحق میں بھی اس شرط کی تصریح کر دے ۔[۸٦] امام خصاف نےاحکام الاوقاف میں لکھا ھے کہ مذکورہ عبارت کے ساتھ شرط لگانے سے واقف کو صرف ایک ھی مرتبہ تغیر ، کمی ، بیشی ، استخراج و استبدال وغیرہ کا حق ہوگا اس کے بعد نہیں ۔ مگر جب کہ وہ اپنی زندگی میں بار بار آخر زندگی تک ایسا کرنا چاھتا ھو تو پھر ایسے الفاظ استعمال کرے جن سے آخر حیات تک بار بار ایسا کرنا سمجھ میں آتا ھو ، اسی طرح کسی دوسرے کے حق میں بھی ایسا ھی کر سکتا ھے ۔[۸۷]

واقف کا تولیت کے لیے اپنی زندگی تک اپنے لیے اور اپنے بعد متولی کے لیے شرط لگانا درست ہوگا لیکن اگر اس طرح شرط کی کہ متولی کو میری حیات میں مذکورہ امور کا اختیار ھے تو ایسی صورت میں واقف کی موت کے بعد متولی کو ان میں تبدیلی کا حق نہ ہوگا ۔[۸۸]

---

(۸٦) فتاوئ عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی ، کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۰
بحرالرائق، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ھجری، جلد ۵ ، صفحات ۳۲-۲۳۱
احکام الاوقاف للخصاف (متوفی ۲٦۱ ھجری) ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۲ھجری
صفحہ ۲۳

(۸۷) فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی ، کان پور ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۰
بحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ھجری ، جلد ۵ ، صفحہ ۲۳۲
احکام الاوقاف للخصاف (متوفی ۲٦۱ھجری) ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۲ھجری ،
صفحہ ۲۳ و ۲۵

(۸۸) فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی ، کان پور ، جلد ۲ صفحہ ۳۳۰
بحرالرائق ، ابن نجیم ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۱۱ ھجری ، جلد ۵ ، صفحہ۲۳۴
احکام الاوقاف للخصاف (متوفی ۲٦۱ھجری)، مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۲ ھجری ،
صفحہ ۲۵

marfat.com

مذکورہ متولی کو مذکورہ صورتوں میں کسی دوسرے شخص کو یہ حق عطا کرنے کا یا ان امور کی وصیت کا حق حاصل نہ ہوگا۔ ۸۹

اگر یہ شرط کی کہ میری یہ زمین خدا کے لیے وقف ہے، ہمیشہ کے لیے اس شرط کے ساتھ کہ اس کی آمدنی (پیداوار) میں جہاں چاہوں صرف کروں تو وقف و شرط صحیح ہوگی اور واقف کو حق ہوگا کہ وہ جہاں چاہے صرف کرے پس اگر اول مرتبہ اس نے مساکین یا حج یا کسی معین انسان پر اس کی آمدنی کو صرف کیا تو اس کے بعد پھر کسی دوسرے محل پر صرف کرنا درست نہ ہوگا، اسی طرح یہ کہا کہ میں نے فلاں پر وقف کیا یا فلاں کو دیا، لیکن اگر اپنی ذات پر صرف کیا تو مشہور فقیہہ ہلال کے بقول وقف باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر اپنی شرط ان الفاظ سے اپنی اولاد کے لیے رکھی تو بھی جائز ہوگا۔ خود واقف اس آمدنی سے کچھ اپنی ذات پر صرف نہ کر سکے گا ۹۰۔

متذکرہ بالا صورت میں اگر صرف کرنے سے قبل متولی کا انتقال ہوگیا تو آمدنی فقراء پر تقسیم کی جایا کرے گی۔ ۹۱

ایک شخص نے اپنی زمین اس شرط کے ساتھ وقف کی کہ اس زمین کا متولی جس شخص کو چاہے اس کی آمدنی دے تو متولی کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اس کی آمدنی فقراء یا اغنیاء جن پر چاہے صرف کرے۔ اور اگر مرض

(۸۹) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۰
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۲۴۳
فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۵۹
(۹۰) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۱
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد ۵، صفحہ ۲۴۲
احکام الوقف ہلال ابن یحیی الرائی (متوفی ۲۴۵ ہجری)، مطبوعہ، مصر صفحات ۲۹۱، ۲۹۸ اور ۳۰۰
(۹۱) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۱

marfat.com

کی حالت میں وقف کرتے ہوئے یہ کہا کہ فلاں شخص کو یہ حق ہوگا کہ موقوفہ کی آمدنی جس شخص پر چاہے صرف کرے اور وصی نے میت (واقف) کی اولاد پر صرف کیا تو وصی کا یہ فعل درست نہ ہوگا یہ شرط باطل ہوگی اور وقف فقراء کے حق میں متصور ہوگا [۹۲]۔

اگر واقف یہ شرط کرے کہ موقوف علیہ جب تک فلاں مذہب پر ہے اس کو وقف سے دیا جائے اور اگر وہ اس مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرے تو مصرف سے خارج تصور کیا جائے تو یہ شرط قابل عمل ہوگی مثلاً کہے کہ جب تک موقوف علیہ اہل سنت کے طریقے پر ہے داخل مصرف ہوگا اور اگر رافضی یا خارجی مذہب یا کسی دیگر مذہب کی طرف منتقل ہوا تو مصرف سے خارج کیا جائے [۹۳]۔

اگر واقف نے یہ شرط کی جن قرابت داروں پر میں نے وقف کیا ہے ان میں جو بھی بغداد جا کر (یعنی کسی دوسرے مقام پر اقامت کرے) وہ مصرف سے خارج ہوگا یہ شرط معتبر اور صحیح ہوگی لیکن جب موقوف علیہ پھر واقف کے شہر میں واپس آ کر اقامت کرے گا مصرف میں داخل ہو جائے گا [۹۴]۔

اگر واقف نے شرط کی کہ متولی موقوفہ کو اجارے پر نہ دے سکے گا۔ اگر اس کے بعد متولی نے ایسا کیا تو اجارہ باطل ہوگا اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ زمین میں جو درخت پھل دار ہیں ان میں معاملت نہ کرے گا یا شرط کی کہ اگر متولی موقوفہ کو اجارے پر دے تو تولیت سے خارج ہوگا تو ان صورتوں میں شرط کے خلاف کرنے پر متولی تولیت سے خارج کیا

(۹۲) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۱
(۹۳) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۲
(۹۴) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۲

marfat.com

جائے گا ۔ حاکم کو یہ حق ہوگا کہ کسی دوسرے امین شخص کو متولی مقرر کر دے ۔ اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اهل وقف میں سے جو شخص ایسا کوئی عمل کرے جس سے وقف کا ابطال ہوتا ہو تو وہ وقف سے خارج ہوگا تو یہ شرط معتبر ہوگی اور ایسا عمل کرنے پر موقوف علیہم سے خارج متصور ہوگا ۔ اگر بعض موقوف علیہم کہیں کہ اس نے اپنے عمل سے ابطال وقف پیش نظر رکھا تھا اور بعض کہیں کہ نہیں تو حاکم اس پر غور کرے گا اگر واقعی صحت وقف مقصود تھا تو یہ لوگ مصرف میں داخل رہیں گے ورنہ حاکم ان کو وقف سے خارج کر دے گا ۔[۹۵]

واقف نے پہلے یہ شرط رکھی کہ جائداد موقوفہ فروخت نہ کی جائے پھر یہ کہا یا لکھا کہ میرے لیے اس کے استبدال کا حق ہوگا تو اس کو استبدال کا حق حاصل ہوگا اسی طرح اگر اولاً یہ کہا کہ استبدال کا حق ہوگا اور بعد یہ کہ نہیں ہوگا تو بعد والی شرط معتبر ہوگی اور پہلی شرط کے لیے ناسخ تصور کی جائے گی ۔[۹٦]

اگر واقف بوقت وقف یہ شرط کرے کہ مجھے تین یوم کا اختیار ہے یعنی خیار شرط رکھے تو امام ابویوسف کے ایک قول میں وقف و شرط دونوں صحیح ہوں گے اور دوسرے قول میں وقف صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی ۔ امام محمد کے نزدیک وقف و شرط دونوں باطل ہوں گے ۔[۹۷]

امام سرخسی نے اپنی کتاب المبسوط میں لکھا ہے کہ جب کوئی

---

(۹۵) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۲
احکام الاوقاف للخصاف (متوفی ۲٦۱ ھجری)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۲ ھجری، صفحہ ۲۷۰

(۹٦) بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ھجری، جلد ۵، صفحہ ۲۴۲
احکام الاوقاف للخصاف (متوفی ۲٦۱ ھجری)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۲ ھجری صفحہ ۲۳۲

(۹۷) فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵٦ ھجری، جلد ۵، صفحہ ۵۹

marfat.com

واقف وقف میں یہ شرط کرے کہ اس موقوفہ زمین کو دوسری زمین سے تبدیل کیا جا سکے گا اور وہ جب چاہے گا ایسا کرے گا، تو امام ابویوسف کے نزدیک یہ جائز ہوگا ۔ اور امام محمد کے نزدیک اور مشائخ بصرہ کے قول کے مطابق وقف جائز ہوگا لیکن شرط باطل ہوگی ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شرط سے وقف کا زوال لازم نہیں آتا اور ابدیت کے معنی وقف سے زائل نہیں ہوتے لہذا وقف تمام ہو جائے گا اور تبدیلی کی شرط فاسد شرطوں میں شمار ہوگی اور باطل قرار پائے گی ۔۹۸

مصری قانون :

قانون تنظیم اوقاف مجریہ، ۱۹۴۶ع مصر کے تحت موقوفہ جائداد کی تبدیلی اور تعمیر وغیرہ سے متعلق جو قانون رائج ہے اس کی متعلقہ دفعات ذیل میں بیان کی جاتی ہیں :

۱۴۔ ذی عزت اصحاب کے مطالبہ پر محکمہ (شرعیہ) ان اموال سے جو محکمہ کے خزانے میں وقف کے مبادلے سے جمع ہوگا جائداد خرید کرے گا جو اصل موقوفہ کے قائم مقام ہوگی، اور اس کو یہ بھی حق ہوگا کہ جدید آمدنی کے ذرائع میں اس مالیہ کو صرف کرنے کی اجازت دے ۔ اور یہ بھی حق حاصل ہوگا کہ تبادلہ شدہ مال کو کسی ایسے مصرف میں لائے یا اس کی اجازت دے جو اس مال میں اضافہ کا ذریعہ ہو سکے خواہ وہ کوئی بھی ایسا ذریعہ ہو جو شرعاً جائز ہو ۔

جس طرح اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ کسی وقف کی تعمیر میں صرف کرنے کی اجازت دے اور پھر اس وقف سے اس کو واپس نہ لینے کی اور جب یہ اموال ایسے ہوئے کہ نہ تو ان سے کسی قسم کے اضافہ کی امید ہوتی اور نہ تعمیر میں صرف کرنے کی ضرورت پیش آتی تو یہ اموال

(۹۸) المبسوط، امام سرخسی، مطبعہ مصر، ۱۳۲۴ ہجری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۲

marfat.com

ایک آمد کی طرح تصور کیے جائیں گے اور ان کو ان کے مصرف پر صرف کیا جائے گا ۔

۱۵- لیکن اگر صاحبان حق کی طرف سے سابقہ دفعہ کے تحت کوئی مطالبہ کیا گیا، ایسے اموال کے متعلق جو کسی وقف کے مبادلہ میں حاصل شدہ تھے اور محاکم شرعیہ کے خزانے میں جمع تھے، اور اس پر نفاذ قانون ھذا سے ایک سال مدت گزر گئی تو اب محکمہ تصرفات حکومت مصر کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وزیر عدل کے مطالبے پر وہ ان اموال سے منقول یا غیر منقول جائداد کو خرید لے یا اس کے خریدنے کی اجازت دے دے ؛ اس پر دفعہ (۷) کے فقرہ نمبر ۳ اور ۴ کی رو سے عمل کیا جائے گا ۔

اور یہ کہ جو کچھ بھی خریدا جائے گا یا بنایا جائے گا دیگر اوقاف کی طرح ان میں شامل مانا جائے گا اور استحقاق لحاظ سے ان میں بھی وھی استحقاقات پیدا ھوں گے جو اس قسم کے دیگر اوقاف میں ھوں گے ۔

اور محکمہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ ان کی نگرانی کے لیے نگران و مہتمم مقرر کرے تاکہ وہ ان کی آمدنی پر نظر رکھیں اور اس کی وصولی و حفاظت کا کام انجام دیں ۔

۸ - جب اشیاء وقف میں سے کل یا بعض حصہ خراب یا ضائع ھو جائے اور حالت یہ ھو کہ نہ تو اس کی تعمیر ممکن ھو اور نہ تبدیلی ممکن ھو جو کہ مستحقین وقف کے حصص کے مطابق ان کے حق میں مفید ھو سکے اور مستحقین کا اس وقف کی آمدنی سے کچھ عرصہ کے لیے محروم ھو جانا ان کے حق میں کچھ زیادہ مضر بھی نہ ثابت ھوتا ھو ۔ تو اب وقف کو ختم تصور کیا جائے گا ، بالکل اسی طرح جس طرح کہ کسی خاص مستحق کے حصۂ آمدنی سے ختم ھونے کے موقعہ پر اس حصہ میں منتھی سمجھا جاتا ھے ۔ اور یہ اختتام محکمہ کی قرار داد حسب مطالبہ مستحقین وقف یا ذی وقار

marfat.com

اشخاص کے قرار پائے گا ۔ اور جتنے حصہ میں وقف باطل کیا گیا ہوگا وہ واقف کی ملکیت قرار پائے گا اگر وہ زندہ ہو ۔ ورنہ محکمہ کے حکم سے جو مستحقین وقف موجود ہوں گے ان کی ملکیت ہوگا ۔

۵۴ - نگران وقف ہر سال ۲۵ فی صد کے حساب سے وقف کی آمدنی سے وقف کی تعمیر کے لیے محفوظ رکھ کر مابقی آمدنی محکمہ کے خزانے میں داخل کر دیا کرے گا ۔ اور تعمیر کے وقت تک اس کو یہ اجازت ہوگی اس پس ماندہ سے کسی آمدنی کا ذریعہ اختیار کرے لیکن صرف تعمیر اور محفوظ رقم کا خرچ کرنا بغیر محکمہ کی اجازت کے جائز نہ ہوگا ۔

لیکن زرعی اراضی کی خالص آمدنی سے ناظر کے لیے کسی حصہ کا پس ماندہ صرف کرنا اس وقت تک جائز نہ ہوگا جب تک کہ حاکم وقت اس کے لیے محفوظ صرف کرنے کی اجازت نہ دے دے ۔ جو اس زمین کی اصلاح یا اضافہ یا تجدید حدود یا آلات زراعت کے مہیا کرنے میں صرف ہوگی، یا ان بنیادوں پر صرف کی جائے گی جو وقف میں مشروط ہوں گی جب کہ معززین قوم ان کا مطالبہ کریں ۔

اور ناظر بلکہ مستحقین میں سے ہر شخص کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ جب مصلحت سمجھے اس آمدنی کی رقم کو پس انداز کرنے کی ضرورت کو یا اس رقم کی مقدار میں اصلاح کو محکمہ میں اس لیے پیش کرے کہ محکمہ اس مصلحت کے تحت ان کی منشاء کے مطابق پس اندازی کا طریقہ منسوخ یا پیش کردہ تعدیل رقم کا تقرر کرے ۔

یہ احکام اس وقت قابل عمل ہوں گے جب کہ واقف نے اس کے مخالف کوئی شرط نہ لگائی ہو ۔

۵۵- دفعۂ سابقہ کی متابعت کرتے ہوئے جب کہ وقف کی ذات کلی یا جزوی طور پر تعمیر کی مقتضی ہو اور اس تعمیر پر سال کی ۱/۵ آمدنی

marfat.com

سے زائد صرف ہوتا ہو اور مستحقین وقف اپنے حقوق پر تعمیر کو ترجیح دینے پر راضی نہ ہوں ، خواہ واقف نے تعمیر وقف کی شرط مقدم کرنے کی وضاحت کی ہو یا نہ کی ہو، تو متولی وقف پر لازم ہوگا کہ وہ اس معاملے کو محکمہ شرعیہ میں پیش کرے تا کہ محکمہ مستحقین کے اقوال کو ناقابل سماعت قرار دے کر یہ طے کر سکے کہ آمدنی کا ایک حصہ اس کی تعمیر پر صرف کیا جائے۔ یا اتنا حصہ محفوظ رکھا جائے جو بوقت ضرورت تعمیر کے کام میں لایا جا سکے ، یا اس سے احتیاطی طور پر وہ امور انجام دیے جا سکیں جو سابقہ دفعہ میں ذکر کیے گئے ہیں ۔ اور ان ہی احکام کے تابع وہ صورت بھی ہے جب کہ واقف کی شرط کے مطابق وقف کی زیادتی کے لیے وقف میں کوئی اضافہ کیا جانا ہو ۔

اور دفعہ ۱۸ کے احکام کو ملحوظ رکھتے ہوئے محکمہ کے لیے یہ جائز ہوگا کہ وہ بعض اشیاء وقف کو تعمیر وقف کے لیے فروخت کر دے اور پھر اس کی آمدنی سے اس صرف کو واپس لینے کا کوئی سوال نہ پیدا ہو سکے، جب بھی مصلحت کا یہ تقاضا ہو ۔[۹۹]

مصری قانون کی بنیاد :

مندرجہ بالا دفعات میں دفعات ۱۴ اور ۱۵ میں تبادلے کے ذریعے آمدنی کا حصول حنفی مذہب کی بنیاد پر قائم ہے لیکن ان دفعات کے بعض اجزاء مصالح عامہ پر مبنی ہیں البتہ دفعہ ۱۸ حنفی، مالکی اور حنبلی فقہ سے ماخوذ ہے جب کہ دفعات ۴۵ اور ۵۵ مالکی فقہ سے ماخوذ ہیں ۔

جانشین مقرر کرنے کا اختیار

۱۹۷۔ وقف نامہ میں کسی برعکس ہدایت کی عدم موجودگی میں ہر ایک متولی بحالت مرض الموت اپنا جانشین نامزد کرنے کا مجاز متصور کیا جائے گا مگر لازم ہے کہ کوئی متولی بحالت صحت اپنی زندگی میں عہدۂ تولیت کسی دوسرے کو منتقل کرنے کا مجاز نہیں ۔

---

(۹۹) قانون رقم ۴۸ - سنة ۱۹۴۶ع

marfat.com

تشریح

یعنی اگر وقف نامہ میں واقف کو متولی مقرر کرنے کے اختیارات کی کوئی وضاحت موجود نہ ہو تو ایسا متولی اپنی صحت کی حالت میں کسی دوسرے شخص کو مستقل متولی مقرر کرنے کا حق نہیں رکھتا ۔ البتہ کسی دوسرے شخص سے اپنی زندگی میں بطور وکالت کے کام لے سکتا ہے چنانچہ متولی وقف کے وکیل مقرر کرنے میں مرض موت کی شرط نہیں ہے ۔ اور صحت کی حالت میں متولی کو اپنے انتظامی امور میں کسی دوسرے شخص کو وکیل بنانا جائز ہوگا ۔ اور یہ بھی جائز ہوگا کہ متولی اپنی تولیت کے معاوضہ میں سے کچھ حصہ اپنے مقرر کردہ وکیل کو وکالت کے فرائض انجام دینے کے عوض مقرر کر دے اور یہ بھی جائز ہوگا کہ ایک وکیل کو معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے کو وکیل مقرر کر دے، لیکن یہ وکیل متولی کی موت پر یا دیوانگی پر معزول ہو جائے گا اور اب متولی مقرر کرنے کا اختیار حاکم کو ہوگا ۔۱۰۰

قرضہ کا اختیار

۱۹۸۔ تاوقتیکہ وقف نامہ میں صریح اجازت موجود نہ ہو، کوئی متولی کسی ضرورت کے لیے بھی وقف کے متعلق بغیر اجازت عدالت قرضہ لینے کا مجاز نہیں لیکن اگر اشد ضرورت کی وجہ سے قرضہ لے لیا ہو تو ضرورت ثابت ہونے پر عدالت قرضہ جائز ہونے کے متعلق بعد میں بھی منظوری دینے کی مجاز ہوگی ۔

تشریح

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ وقف کے باب میں جس قرض کے لینے کی متولی کو اجازت نہیں دی گئی ہے اس کو فقہاء نے عربی میں "استدانہ"

(۱۰۰) ردالمحتار، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۸ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۵۱
فتح القدیر، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۵، صفحہ ٦٩

marfat.com

کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ وقف کی آمدنی میں سے جب متولی کے پاس کچھ موجود نہ ہو اور کسی دوسرے شخص سے لیکر ایک معینہ مدت کے وعدے پر صرف کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس حالت میں حاکم سے اجازت کے بغیر لینا جائز نہ ہو گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ متولی کے پاس وقف کی آمدنی موجود ہے۔ اس کے باوجود کسی عذر کی بنا پر اپنی ذاتی رقم سے صرف کر دیتا ہے، اس خیال کے تحت کہ بعد میں وقف کی آمدنی سے یہ رقم وصول کر لے گا۔ اس صورت میں حاکم کی اجازت لینا ضروری نہیں بلکہ اپنی ذات سے صرف کرنے کے بعد وقف کی آمدنی سے اپنی مطلوبہ رقم وصول کر سکتا ہے۔ بعض فقہاء نے اس موقعہ پر یہ شرط رکھی ہے کہ اگر متوفی نے اپنی ذاتی رقم بطور قرض کے صرف کرنے کا اظہار کیا تھا تو اس کو وقف کی آمدنی سے واپس لینے کا حق حاصل ہوگا۔ اور اگر اس کا اظہار نہ کیا تو واپس لینے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ ہر حالت میں واپس لینے کا حق حاصل ہوگا۔[۱۰۱]

معاوضۂ متولی

۱۹۹۔ (۱) واقف کے لیے جائز ہے کہ وہ متولی اور اس کے جانشینوں کو مقررہ معاوضہ لینے کا مجاز کر دے۔

(۲) لیکن اگر متولی کے لیے وقف نامہ میں کوئی معاوضہ مقرر کیا گیا ہو تو بجز پہلے متولی کے اور کوئی متولی ما بعد بلا حکم عدالت اس کی وصول یابی کا مستحق نہ ہوگا بشرطیکہ وقف نامہ کی عبارت سے واقف کا منشاء اس کے خلاف نہ ظاہر ہوتا ہو۔

---

(۱۰۱) ردالمحتار، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۸ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۳۶۰۔
درالمنتقی بر حاشیہ مجمع الابھر، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ ہجری، جلد ۱، صفحہ ۷۳۹
فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبوعہ مجیدی، کان پور، جلد ۲، صفحہ ۳۳۷

marfat.com

(۳) جس مقررہ معاوضہ کے لینے کا واقف نے بذریعہ وقف نامہ متولی کو مجاز کر دیا ہو وہ اسی قدر وقف کی آمدنی سے وصول کرنے کا مستحق ہوگا لیکن اس وصول یابی کی وجہ سے اس کو جائداد موقوفہ میں ایسا حق حاصل نہ ہوگا کہ جائداد موقوفہ اس کے خلاف کسی ڈگری میں قرق یا نیلام کرائی جا سکے۔

(۴) اگر وقف نامے میں کوئی معاوضہ مقرر نہ کیا گیا ہو تو متولی کی درخواست پر عدالت اس کو مقرر کرکے وصول کرنے کا مجاز کر سکتی ہے۔

تشریح

جس متولی کے لیے اس کی خدمات کا معاوضہ مقرر کیا گیا ہو اگر وہ کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے جس کے بعد وہ عملاً و قولاً کسی طرح وقف کے مصالح کی انجام دہی نہ کر سکے تو اس کا مقررہ معاوضہ ساقط ہوگا۔ لیکن اگر عملاً انجام دینے سے معذور ہو اور قولاً اس پر قدرت رکھتا ہو۔ مثلاً دوسرے لوگوں سے ہدایت کے ذریعہ کام لے سکتا ہو تو ایسی صورت میں معاوضہ سے محروم نہ کیا جائے گا۔

نیز حاکم وقت کو یہ حق بھی حاصل ہوگا کہ مذکورہ متولی کے ساتھ اگر وقف کے لیے ضروری ہو تو اپنی طرف سے مزید متولی کو شریک کر دے اور وقف کی آمدنی سے اول متولی کے معاوضہ کے ماسوا معاوضہ مقرر کر دے، لیکن حاکم یہ نہ کر سکے گا کہ واقف نے متولی کے لیے جو معاوضہ مقرر کیا ہو اگر اس کی مقدار زیادہ ہو تو اس میں کمی کر سکے۔

اگر واقف نے کسی متولی کے لیے یہ کہہ کر معاوضہ مقرر کیا ہے کہ یہ معاوضہ متولی کو ہر حالت میں دیا جائے گا خواہ حاکم نے کسی وجہ کی بنا پر اس کو تولیت سے علیحدہ کر دیا ہو، اور متولی کے بعد اس کی اولاد در اولاد کو ملے گا تو یہ شرط صحیح اور قابل عمل ہو گی۔۱۰۲

(۱۰۲) فتاوی عالمگیری (عربی)، مطبوعہ مجیدی، کانپور، ۱۳۴۹ ہجری، جلد ۲، صفحہ ۳۳۸

marfat.com

متولی کے تصرفات

۲۰۰ ۔ (۱) متولی کے لیے ایسے تمام تصرفات جائز ہوں گے جو قیام وقف کی مصلحتوں پر مبنی ہوں اور واقف کی شرعی شرطوں کے مخالف نہ ہوں ۔

(۲) اگر کوئی شخص بلا کسی استحقاق و اختیار کے جائداد موقوفہ کا انتظام کرنے لگے تو وہ از روئے قانون "امین" (ٹرسٹی) متصور ہو گا اور وقف کے سلسلے میں اپنے تمام افعال کا ذمہ دار اور جواب دہ ہو گا ۔

تشریح

متولی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وقف کی آمدنی سے اس کی تعمیرات کی اصلاح کرے، اور اگر وقف پر دین کا بار ہو تو حاکم کی اجازت سے اس کی ادائیگی کی کوشش کرے بشرطیکہ وقف کی آمدنی اس صرف کے لیے موجود نہ ہو ، خواہ تعمیرات کی اصلاح کی شرط واقف نے وقف نامہ میں رکھی ہو یا نہ رکھی ہو ۔ نیز متولی کے لیے یہ امر بھی ضروری ہے کہ اسکے تمام تصرفات میں وقف کی بہتری کا جذبہ دیوانگی کی حد تک موجود ہو ، اس کے لیے یہ مناسب نہ ہو گا کہ جس امر کا اس کو مکلف کیا گیا ہے اس میں کوتاہی سے کام لے ۔[۱۰۳]

سوائے مستثنیات کے ، متولی پر واجب ہے کہ وہ واقف کی شرائط کا لحاظ رکھے ۔ موقوفہ کی دوکانیں ، مکانات ، زمین کو کرائے پر دینے کا حق واقف کی مقرر کردہ شرائط کے بموجب متولی کو حاصل ہوگا ۔ موقوف علیہم اس تصرف کا حق نہیں رکھیں گے، اور اس کرائے کی آمدنی پر قبضہ کرنے کا حق وقف کے متولی ہی کو حاصل ہوگا ۔ موقوف علیہم ایسا نہیں کر سکیں گے ۔ اگر اجارہ پر دینے کے بعد متولی معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ دوسرا متولی مقرر کیا گیا تو متولی ثانی کو آمدنی کرایہ کے وصول کرنے کا حق

---

(۱۰۳) اسعاف ، مطبوعہ مصر ، بولاق (۱۲۹۲ھ) ، صفحہ ۴۷
ردالمحتار ، مطبوعہ مصر ، بولاق (۱۲۹۹ھ) ، صفحہ ۵۶۲

marfat.com

حاصل ہو گا۔[۱۰۴] متولی کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ وقف کی زمین میں بذات خود زراعت کا عمل اختیار کرے اور اس کی آمدنی سے زراعت کے آلات و دیگر لوازمات خرید کرے اور کھیتی باڑی کرنے والے مزدوروں کو ان کی اجرت ادا کرے۔ اس کو یہ بھی حق ہو گا کہ اگر زمین کی آباد کاری میں کاشتکاروں کے بسانے کی ضرورت ہے تا کہ وقف کی زمین کی آمدنی میں ترقی ہو، تو اس میں ان کو آباد کر دے۔[۱۰۵]

اسی طرح اگر موقوفہ زمین میں باغ ہے تو متولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خود شجرکاری کرے یا دوسرے لوگوں کو مدت معینہ پر اس شرط کے ساتھ دیدے کہ جو پھل پیدا ہوں گے اس کا نصف حصہ عامل یا عاملوں کا ہو گا اور باقی حصہ وقف کا ہوگا۔[۱۰۶]

اگر کوئی موقوفہ زمین شہر سے اتنی قریب ہے کہ اس میں مکانات تعمیر کیے جائیں تو لوگ ان میں سکونت کی طرف پورے طور پر راغب ہوں گے، اوز زراعت کی نسبت سے وقف کی آمدنی زیادہ ہو گی تو متولی کو یہ حق ہے کہ مکانات تعمیر کر دے، لیکن مخالف صورت میں یہ تصرف جائز نہ ہوگا۔[۱۰۷]

متولی کو یہ بھی حق ہوتا ہے کہ وہ اجارے پر دی ہوئی موقوفہ کے اجارے کو اگر وقف کے لیے مفید ہو تو فسخ کر دے خواہ خود اس

---

(۱۰۴) الردالمحتار و درمختار، مطبوعہ مصر، بولاق (۱۲۹۹ھ)، جلد ۳ صفحہ ۵۵۴
اسعاف، مطبوعہ بولاق، ۱۲۹۲ ہجری، صفحہ ۵۶
تنقیح الحامدیہ، مطبوعہ مصر، ۱۳۰۰ ہجری، صفحہ ۲۲۸-۲۳۱
(۱۰۵) اسعاف محولہ بالا، صفحہ ۵۸
عالمگیری، مطبوعہ مصر، ۱۲۸۲ ہجری، صفحہ ۳۳۱
(۱۰۶) ردالمحتار، مطبوعہ مصر، ۱۲۹۹ ہجری، صفحہ ۵۹۳ تا آخر
تنقیح الحامدیہ مطبوعہ مصر محولہ بالا، صفحہ ۱۷۳
اسعاف، محولہ بالا، صفحہ ۷۴
(۱۰۷) عالمگیری، محولہ بالا، صفحہ ۳۳۲

marfat.com

متولی نے اجارے پر دیا ہو یا اس سے قبل کسی دوسرے متولی نے دیا ہو ۔ اجارے کی مدت قریب الختم ہو یا نہ ہو ، اور اگر وقف کا مکان کسی تعمیر کا محتاج ہو ، لیکن تعمیر کے لیے وقف میں پسماندہ رقم نہ ہو تو حاکم کی اجازت سے قرض لے کر تعمیر میں صرف کر دے ۔[۱۰۸] (اس ضمن میں رائج الوقت ملکی قانون کا لحاظ بھی ضروری ہو گا)

اگر مسجد کے اوقاف سے مسجد کی تعمیر و دیگر ضروریات ، موذن و امام وغیرہ ، پر صرف کرنے کے بعد مسجد کی مزید آمدنی باقی ہو اور متولی نے مسجد کی بہتری اور مصلحت کے لیے باجازت حاکم کوئی جائداد خرید لی تا کہ اس سے مسجد کے لیے آمدنی میں اضافہ ہو تو متولی کا یہ عمل جائز ہو گا ، لیکن یہ جائداد موقوفہ نہیں سمجھی جائے گی ، اس لیے ضرورت کے وقت اس کو فروخت کر کے مسجد کے دیگر شرعی مقاصد میں صرف کرنا جائز ہو گا ، اسی طرح اگر متولی نے وقف کی آمدنی سے کوئی جائداد خریدی تھی اور پھر اس کو فروخت کر دیا تھا ۔ اب اگر دوبارہ مشتری سے اسی قیمت پر خریدنا چاہے تو متولی ایسا کر سکے گا ، اور اگر یہ متولی معزول کر دیا گیا ہو اور دوسرا متولی اس کے قائم مقام ہوا ہو تو اس کے لیے بھی مذکورہ تصرف مذکورہ شرطوں کے ساتھ جائز ہوگا۔[۱۰۹]

اگر وقف علی الفقراء یا وقف مسجد الجامع کی آمدنی متولی کے پاس ان وقفوں کی ضرورت سے زائد جمع ہو اور اسلام پر کوئی وقت ایسا آ پڑے جس میں مال کی ضرورت ہو مثلاً دشمنان اسلام سے مقابلہ وغیرہ تو حاکم

---

(۱۰۸) ردالمحتار مطبوعہ مصر ، ۱۲۹۹ ھجری ، صفحات ۵۹۳-۵۸۰
عالمگیری ، مطبوعہ مصر ، ۱۲۸۲ ھجری ، صفحہ ۳۳۸
(۱۰۹) اسعاف فی احکام الاوقاف محولہ بالا ، صفحہ ۴۷
رد المحتار مع در مختار محولہ بالا ، صفحہ ۵۹۲-۵۶۲
عالمگیری ، محولہ بالا ، صفحہ ۳۳۴

marfat.com

وقت کو یہ اجازت ہو گی کہ اس آمدنی سے قرض لے کر اس محل پر صرف کر دے اور یہ حکومت پر وقف کا دین ہو گا جو اس حالت کے دور ہو جانے کے بعد ادا کرنا واجب ہو گا، اور اگر خیرات و صدقات پر وقف کیا گیا ہو اور اس کی آمدنی اس کے موقوف علیہ سے فاضل جمع ہو نیز اس کی ضرورت کا وقف کی تعمیر کے لیے خطرہ نہ محسوس ہوتا ہو یا ضرورت ہو لیکن تاخیر کر دینا ممکن ہو، کم از کم ایک سال تک کے لیے، متولی کے لیے جائز ہو گا کہ کسی ایسے امر خیر پر جو اس کے نزدیک اس موقعہ پر صرف نہ کرنے سے ضائع ہو جائے گا یا اس امر خیر کا حصول ناممکن ہو جائے گا مثلاً دیگر فقراء کی ایک جماعت اس کی محتاج ہو یا کسی مسلمان قیدی کا دشمن کی قید سے چھڑانا ہے یا کسی غازی کی اعانت ہے، تو متولی کو اس کا بھی حق حاصل ہے، البتہ ایسے وقف کی آمدنی کا مسجد کی تعمیر یا مسافر خانہ یا پانی کے لیے کنواں کھودنے پر صرف کرنا جائز نہ ہو گا۔ یعنی جن امور میں تملیک و تملک کی صلاحیت نہ ہو وہاں صرف کرنا درست نہ ہو گا۔۱۱۰

ناجائز تصرفات :

متولی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وقف کی زمین کو اپنی ذات کے لیے اجارے پر لے لے یا اس میں سکونت اختیار کرے اگرچہ کرایہ وہی ادا کرے جو دوسرے لوگ ادا کرنے پر تیار ہوں، مگر یہ کہ حاکم کے سامنے اس معاملہ کو پیش کر کے اجازت حاصل کر لی ہو۔ یہی حکم متولی کے اصول و فروع کو اجارے پر دینے یا سکونت اختیار کرنے کی حالت میں برقرار رہے گا، نیز متولی کے لیے یہ جائز نہیں کہ ایک سال کی آمدنی دوسرے سال میں صرف کرے الا یہ کہ واقف نے ایسی شرط کی ہو،

(۱۱۰)اسعاف محولہ بالا صفحہ ۳۹
عالمگیری محولہ بالا، صفحہ ۳۳۲

marfat.com

اور نہ یہ جائز ہے کہ واقف کے زمانے کی وہ تعمیرات جن سے وقف کی آمدنی ہوتی ہو، اُن میں کوئی ایسی زیادتی کرے جو واقف کے زمانے کے حالات سے مختلف ہو۔ البتہ اگر واقف نے اس کی وضاحت کر دی ہو، یا مستحقین وقف ایسا کرنے پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوں تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔[۱۱۱]

اگر مسجد یا مدرسہ پر وقف کیا گیا ہو اور واقف نے متولی کے لیے یہ شرط رکھی ہو کہ وہ جدید وظیفہ مقرر کر سکے گا، تو ایسی صورت میں حاکم کی اجازت کے بغیر متولی یہ عمل کر سکے گا، بصورت دیگر جائز نہ ہوگا بلکہ اب حاکم کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور حاکم بھی ایسا اس وقت کر سکے گا جب کہ ضرورت اور مصلحت کا تقاضہ ہو۔[۱۱۲]

اگر متولی کوئی ایسا امر بیان کرے جس کے کرنے کی اس کو اجازت نہ تھی۔ اگر یہ امر ایسا ہے جس سے کسی دوسرے کی ذات پر ڈنڈ لازم آتا ہے تو متولی کے بیان کی تصدیق نہ کی جائے گی، اور اگر یہ امر ایسا ہے جس سے اپنی ذات سے ڈنڈ کو دفع کرنا مقصود ہے تو متولی کا بیان قابل قبول ہوگا اس بنا پر متولی کا وقف پر دین یا کسی عین (شئی) کا اقرار صحیح نہ ہوگا۔[۱۱۳]

متولی کو زمین موقوفہ کی آمدنی غیر امین کے پاس امانت رکھ دینے کا حق حاصل نہیں اور نہ اس کو قرض دیا جا سکتا ہے، الا یہ کہ اس آمدنی کے حق میں حفاظت کا سبب ہو۔ اگر حاکم نے متولی کو کسی امر

---

(۱۱۱) ردالمحتار محولہ بالا صفحہ ۵۲۰، ۵۷۸، ۵۹۴
عالمگیری، محولہ بالا صفحہ ۳۳۶
تنقیح الحامدیہ، صفحہ ۲۱۹

(۱۱۲) ردالمحتار محولہ بالا صفحہ ۵۳۴ و ۵۷۷

(۱۱۳) ردالمحتار مع در مختار، محولہ بالا، صفحہ ۶۰۱
تنقیح الحامدیہ محولہ بالہ، صفحہ ۲۱۲ مع صفحہ مابعد

marfat.com

کے انجام دینے کا حکم دیا ہو اور متولی نے وہ کام کر دیا ہو اس کے بعد ظاہر ہوا ہو کہ یہ امر شرعاً درست نہ تھا تو اس صورت میں متولی اس کا ضامن نہ ہوگا ۔ ۱۱۴

وقف کی آمدنی کا استحقاق :

وقف کی آمدنی میں مستحقین کا حق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آمدنی یا پیداوار وجود میں آ جائے ۔کھیتی میں جب کہ اناج بویا گیا ہو اس وقت حق پیدا ہوگا جب کہ اناج قابل قیمت قرار پا جائے اور درختوں کے پھلوں میں اس وقت جب کہ پھل ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ کسی آفت کا خطرہ نہ رہے اور اگر وقف کا مکان ہے یا زراعت کے لیے زمین اجارے پر دی گئی ہے جس کی آمدنی قسط وار ہوتی ہے تو اس وقت حق پیدا ہوگا جب کہ ہر قسط کی ادائیگی کا وقت آ جائے گا ۔ ۱۱۵

جو بچہ آمدنی کے وجود سے قبل رحم مادر میں قرار پا جائے گا وہ اس آمدنی کا حقدار مقصود ہوگا ۔ چنانچہ اگر یہ بچہ آمدنی یا قسط کے وجود سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہوگیا اور اس کی ماں ایسی حالت میں تھی کہ (اگر شوہر موجود ہوتا) تو اس سے ہم بستری حلال ہوتی مثلاً زوجہ ہوتی یا طلاق رجعی کی عدت میں ہوتی تو اس بچے کو حصہ دار سمجھا جائے گا اگر تقسیم سے قبل فوت ہوگیا تو اس کا حصہ شرعی حصہ داروں میں تقسیم ہوگا ۔ لیکن اگر وجود آمدنی چھ ماہ یا اس کے بعد پیدا ہو اور ماں کی وہی حالت ہو جو بیان کی گئی تو پھر یہ وقف کی آمدنی کا مستحق نہ ہوگا ۔۱۱۶

---

(۱۱۴) تنقیح الحامدیہ محولہ بالا صفحہ ۲۲۹
مابعدہ فتاوی انقرویہ، مطبوعہ مصر، ۱۲۸۱ ہجری، صفحہ ۲۲۶
(۱۱۵) محولہ بالا صفحہ ٦۰٦ تا آخر
(۱۱٦) ردالمحتار محولہ بالا ، صفحہ ٦۰٦

marfat.com

وقف علی الاولاد میں آمدنی کا حق آمدنی کے وجود کے وقت سے پیدا ہوگا نہ کہ وقف کرنے کے وقت سے لہٰذا جو اولاد وقف کرنے کے وقت موجود تھی اور جو اس کے بعد پیدا ہوئی لیکن آمدنی کے وقت موجود تھی برابر کی مستحق ہوگی، اور حمل وقف علی الاولاد میں داخل ہوا کرتا ہے۔۱۱۷

وقف فقراء قرابت میں آمدنی کے وجود کے وقت فقیر ہونے کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا اس وقت جو فقیر ہوگا وہ آمدنی کے حصہ کا مستحق ہوگا۔ اگرچہ بعد میں غنی ہو جائے۔ یا اس سے قبل غنی ہو، اگر وقف کی آمدنی دو سال تک مؤخر رہی تو جو لوگ ان سالوں کی آمدنی کے وقت فقیر ہوں گے وہ ہر سال کی آمدنی سے اپنے حصہ کے مستحق ہوں گے اور ہر مابعد کے سال میں اول کے حصہ کی بنا پر غنی متصور نہ ہوں گے چنانچہ اول سال کی آمدنی کا حصہ جب دیا گیا تو اس حصہ پر مستحق کے قبضہ کر لینے کے بعد یہ تصور نہ کیا جائے گا کہ وہ مالدار ہو گیا بلکہ اس کے بعد دوسرے سال کے وظیفہ کا مستحق رہے گا۔۱۱۸

وقف کی آمدنی میں مستحقین کو اس وقت حق پیدا ہوتا ہے جب کہ تمام وقف کے مصارف ضروریہ سے مثلاً عشر و خراج دین و عمارت کی اصلاح سے آمدنی فارغ ہو جائے۔ لیکن جب تک اس قسم کے بار وقف پر مرجود ہوں آمدنی مستحقین کو نہ دی جائے گی، چنانچہ اہل وقف کے مستحقین کو حسب شرائط واقف اس خالص آمدنی سے ان کا مقررہ وظیفہ دیا جائے گا۔ اور جو مستحق غائب یا مفقود کا درجہ پا گیا ہو اس کا وظیفہ بغیر کسی شرعی وجہ کے کسی دوسرے مستحق کو نہ دیا جائے گا۔ جب متولی وقف کی آمدنی پر قبضہ کرلے اور ادائیگی وظائف کا وقت آ جائے تو اہل وقف کو متولی سے اپنے وظیفہ کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن اس سے قبل

(۱۱۷) ردالمحتار محولہ بالا، صفحہ ۶۰۹
(۱۱۸) ردالمحتار محولہ بالا، صفحہ ۶۰۹

marfat.com

حاصل نہ ہوگا۔ ایک مستحق کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ اگر اس پر کسی کا دین ہے تو وہ اپنے دائن کو متولی وقف سے اپنے وظیفہ پر قبضہ کرنے کا وکیل بنا دے یا متولی کی طرف حوالہ دیدے لیکن حوالہ کی صورت میں متولی کا حوالہ کو قبول کرنا اور آمدنی کا اس کے قبضے میں آ جانا لازمی ہوگا۔ اور جس وظیفہ کا موقوف علیہ کسی آئندہ زمانے میں مستحق ہوگا اس کے متعلق حوالہ دینا درست نہ ہوگا۔[۱۱۹]

اگر کسی مستحق نے کسی دوسرے شخص کے حق میں یہ اقرار کیا کہ اس کے وظیفہ کا یہ شخص مستحق ہے وہ خود نہیں ہے اور دوسرے شخص نے اس کی تصدیق کر دی تو یہ دوسرا شخص مستحقین میں شمار ہوگا اور پہلا ہمیشہ کے لیے اس حصہ سے محروم سمجھا جائے گا خواہ یہ اس وقف نامہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ پھر جب اقرار کرنے والا فوت ہو جائے اور جس کے حق میں اقرار کیا گیا ہے زندہ موجود ہو تو یہ وظیفہ اس جانب رجوع کر جائے گا جو واقف نے وقف نامہ میں تحریر کیا ہوگا لیکن ایک مستحق کا اپنے حق کو کسی دوسرے کے حق میں ساقط کر دینا بعوض یا بلاعوض جائز نہ ہوگا۔[۱۲۰]

---

(۱۱۹) در مختار مع ردالمحتار محولہ بالا صفحہ ۵۲۲
تنقیح الحامدیہ ، محولہ بالا صفحہ ۱۸۸ ، ۱۹۳ ، ۱۹۴ ، ۱۹۵ ، ۲۹۴
(۱۲۰) ردالمحتار ، محولہ بالا صفحہ ۵۸۲ ، ۵۸۳

marfat.com

اشاریہ

موضوع وار

حضانت

اپ تعبیری حضانت رکھتا ہے
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں، ۹۰۶
پرورش کا حق، ۸۸۴-۸۵
ا کستانی عدالتوں کے فیصلے
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں،
۸۹۷-۹۰۳
پرورش کا حق، ۸۷۷
ابن ابی شیبہ، ۸۸۵
ابن قدامہ مقدسی کی رائے، ۸۸۳
ابن ہمام، کمال الدین کی تصریح، ۸۸۴-۸۵
ابوبکر صدیق کا فیصلہ، ۸۸۲-۸۳
ابوحنیفہ، ۸۷۷
ابویوسف، ۸۷۸
اجماع، ۸۸۷
احادیث نبوی، ۸۷۹-۸۳
احمد بن حنبل، ۸۷۸
اردن کا رائج الوقت قانون، ۸۹۰
ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر، ۸۷۸
برہان الدین مرغینانی کی تصریح، ۸۸۴-۸۵
تجزیہ، (مؤلف)، ۸۸۶
تیونس کا رائج الوقت قانون، ۸۸۸-۸۹
حنفیہ مسلک، ۸۷۷-۷۸
رغبت اولاد کے مطابق، ۸۸۰ اور ۸۸۱
شافعی، امام، ۸۷۸
شام کا رائج الوقت، ۸۹۰-۹۱
شیعہ فقہاء کی رائے، ۸۷۸
عراق کا رائج الوقت قانون، ۸۸۷-۸۸
علی بن ابی طالب، ۸۷۹ اور ۸۸۱
قرآن میں ظاہر نص نہیں، (حضانت کے مسئلہ میں)، ۸۷۸-۷۹
مالک، امام، ۸۷۸ اور ۸۸۵
ماں کا حق فائق، ۸۸۵-۸۶
ماں کے حق فائق کی علت، ۸۸۵-۸۶
ماں کا حق فائق مشروط بہ عقد ثانی، ۸۸۰
محمد (امام)، ۸۷۸
مصر کا رائج الوقت قانون، ۸۸۸
نتیجہ فکر (مؤلف)، ۸۸۶-۸۷
پرورش کنندوں کی شرائط
ابن قاسم کا نقطہ نظر، ۸۹۵
ابوثور کا نقطہ نظر، ۸۹۵
ائمہ اربعہ کا نقطہ نظر، ۸۹۵
تیونس کا رائج الوقت قانون، ۸۹۵-۹۶
حسن بصری کا نقطہ نظر، ۸۹۵
شام کا رائج الوقت قانون، ۸۹۶
تجویز (مؤلف)،
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں،
۹۰۸-۹
تیونس کا رائج الوقت قانون پرورش کا حق،
۸۸۸-۸۹
حافظ ابن قیم کا مسلک،
احناف کے اعتراض کا جواب، ۹۷۷-۷۸
حسن بصری کا نقطہ نظر
پرورش کنندوں کی شرائط، ۸۹۵

marfat.com

مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں ' ۸۹۶
حضور (صلعم) کا ' فیصلہ
رغبت اولاد کے مطابق پرورش کے حق پر فیصلہ'
۸۸۰-۸۱ اور ۸۸۳
حق حضانت
پرورش کنندوں کی شرائط ' ۸۹۴-۹۶
ماں کے بعد رشتہ دار عورتوں کا حق' ۸۹۱-۹۴
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں '
۸۹۶-۹۰۹
مردوں کا ' ۸۹۴
شافعی ' امام کا نقطۂ نظر
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں ' ۸۹۷
شام کا رائجُ الوقت قانون
پرورش کا حق ' ۸۹۰-۹۱
پرورش کنندوں کی شرائط ' ۸۹۶
ماں کے بعد رشتہ دار عورتوں کا حق' ۸۹۳
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں ' ۸۹۷
شیعہ فقہاء کی رائے
پرورش کا حق ' ۸۷۸
عراق کا رائجُ الوقت قانون '
پرورش کا حق ' ۸۸۷-۸۸
علامہ ابن قدامہ مقدسی کی رائے '
پرورش کا حق ' ۸۸۳-۸۴
عورتوں کا حق فائق
مردوں کا حق حضانت ' ۸۹۴
قرآن میں ظاہر نص نہیں' (حضانت کے مسئلہ میں)'
پرورش کا حق ' ۸۷۸-۷۹
مالک (امام) کا نقطۂ نظر
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں ' ۸۹۷
ماں کا حق فائق مشروط بہ عقد ثانی پرورش کا
حق ' ۸۸۰
ماں کے بعد رشتہ دار عورتوں کا حق احناف کی
ترتیب استحقاق ' ۸۹۲

احمد بن حنبل ' ۸۹۲
تیونس کا رائجُ الوقت قانون ' ۸۹۲-۹۳
حق حضانت ' ۸۹۱-۹۴
شافعی (امام) ' ۸۹۲
شام کا رائجُ الوقت قانون' ۸۹۳
مالک (امام) ' ۸۹۲
ماں کے حق فائق کی علت
پرورش کا حق ' ۸۸۵-۸۶
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں
احمد بن حنبل کا نقطۂ نظر ' ۸۹۷
(جسٹس) اخلاق حسین ' ۸۹۸-۹۰۰
ائمہ اربعہ کا نقطہ نظر ' ۸۹۶
باپ تعبیری حضانت رکھتا ہے (عدالت عالیہ
مغربی پاکستان لاہور کا فیصلہ) ' ۹۰۶
بہبود اطفال کے بنیادی اصول پر فیصلہ --
جسٹس شبیر احمد ' ۹۰۳
جسٹس جمیل حسین رضوی ' ۹۰۶
شافعی (امام) ' ۹۰۴
عدالت عالیہ آزاد جموں و کشمیر' ۹۰۴-۵
عدالت عالیہ مغربی پاکستان لاہور کا فیصلہ '
۹۰۴
عدالتوں کے فیصلے (پاکستانی) ' ۸۹۷-۹۰۳
تجویز (مؤلف) ' ۹۰۸-۹
تیونس کا رائجُ الوقت قانون ' ۸۹۷
حسن بصری کا نقطۂ نظر ' ۸۹۶
حق حضانت ' ۸۹۶-۹۰۹
شافعی (امام) کا نقطۂ نظر ' ۸۹۷
شام کا رائجُ الوقت قانون' ۸۹۷
عدالت عالیہ مغربی پاکستان کراچی بینچ' ۹۰۲
کیکاؤس (جسٹس) کا فیصلہ ' ۸۹۸
مالک (امام) کا نقطۂ نظر ' ۸۹۷
محمد شفیع (جسٹس) کا فیصلہ ' ۹۰۰-۱
نابالغ کی بہبود' حضانت کا بنیادی اصول' ۹۰۳-۶

marfat.com

نتیجہ فکر (مولف)، ۸-۹۰۷
وحیدالدین احمد (جسٹس)، ۳-۹۰۲
مردوں کا حق حضانت
عورتوں کا حق فائق، ۸۹۴
مصر کا رائج الوقت قانون
پرورش کا حق، ۸۸۸
نابالغ کی بہبود (حضانت کا بنیادی اصول)،
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں، ۶-۹۰۳
نتیجہ فکر (مولف)
پرورش کا حق، ۷-۸۸۶
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں،
(حق حضانت)، ۸-۹۰۷
—×××—
نسب اولاد
اسلامی ممالک میں اقرار بالنسب کے احکام، نسب بذریعہ اقرار، ۴-۸۷۳
اسلامی ممالک میں رائج الوقت قوانین نسب اولاد، ۸۴۹
اقرار بالنسب سے رجوع، نسب اولاد، ۸۷۵
اقرار بالنسب کی شرائط ۸۷۲
پاکستان میں مدت حمل کا تعین،
نسب اولاد، ۸۵۶
تعریف (ا ت)
نسب اولاد، ۸۴۷
تیونس کا قانون
مدت حمل کا تعین، ۸۵۶
تیونس کا قانون شخصی
نسب اولاد، ۸۴۹
ثبوت نسب بہ حکم شرعی —
امام احمد بن حنبل، ۸۶۳
امام زفر، ۸۶۳
امام شافعی، ۸۶۳
''آنسہ'' لفظ کی تعریف و معنیٰ، ۸۶۳
شام کا قانون، ۶۶-۸۶۴
ثبوت نسب بذریعہ دعویٰ،
نسب اولاد، ۶۷-۸۶۶
جائز النسبی،
نسب اولاد، ۶۰-۸۵۰
حق نفقہ
متبنیٰ بنانا، ۸۷۶
حق وراثت
متبنیٰ بنانا، ۸۷۶
حمل کی زائد سے زائد مدت
احمد بن حنبل، امام ۸۵۲ اور ۸۵۳
احناف کا نقطہ نظر، ۵۲-۸۵۱
ائمہ ثلاثہ کا مسلک، ۵۳-۸۵۲
حنفیہ کا جواب، ۸۵۳
شافعی امام، ۸۵۲
شیعہ نقطہ نظر، ۸۵۴
عثمان بن عفان، ۸۵۲
علی ابن ابی طالب، ۸۵۲
مالک، امام، ۸۵۲
حمل کی زائد سے زائد مدت کا تعین
طبی نقطہ نظر، ۵۹-۸۵۸
عارف صدق، ڈاکٹر (شام)، ۸۵۹
نتیجہ فکر (مؤلف)، ۶۰-۸۵۹
حمل کی کم از کم مدت
نسب اولاد، ۵۱-۸۵۰
خلاصہ بحث (نسب بذریعہ شہادت)،
امام ابو حنیفہ، ۸۷۰
شام کا قانون
ثبوت نسب بہ حکم شرعی، ۶۶-۸۶۴
مدت حمل کا تعین، ۸۵۶
نسب بذریعہ اقرار، ۴-۸۷۳
نسب اولاد، ۵۰-۸۴۹
شیعہ نقطہ نظر،

marfat.com

حمل کی زائد سے زائد مدت، ۸۵۴
طبی نقطہ نظر
حمل کی زائد سے زائد مدت کا تعین، ۸۵۸-۵۹
عدالتی فیصلے (پاکستانی)
نسب بذریعہ اقرار، ۸۷۴-۷۵
عراق کا قانون،
مدت حمل کا تعین، ۸۵۵
نسب بذریعہ اقرار، ۸۷۳
متبنیٰ بنانا، ۶
حق نفقہ، ۸۷۶
حق وراثت، ۸۷۶
زید بن حارثہ (متبنی حضور صلعم)، ۸۷۵.
زینب (زوجہ حضور صلعم)، ۸۷۵
سورہ احزاب، پارہ ۲۲، ۸۷۵
عقد مواخات، ۸۷۶
محمد (رسول صلعم)، ۸۷۵-۷۶
نسب اولاد، ۸۷۵-۷۶
ممالک اسلامیہ میں مدت حمل کا تعین
تیونس، ۸۵۶
شام، ۸۵۶
عراق، ۸۵۵
مصر، ۸۵۵
نسب اولاد، ۸۵۴-۵۵
نتیجۂ فکر (مؤلف)
حمل کی زائد سے زائد مدت کا تعین، ۸۵۹-۶۰
اقرار بالنسب سے رجوع، ۸۷۵
اقسام نسب، ۸۴۸
پاکستان میں مدت حمل کا تعین، ۸۵۶
تعریف، ۸۴۷
تیونس کا قانون شخصی، ۸۴۹
ثبوت نسب بہ حکم شرعی، ۸۶۱-۶۶
ثبوت نسب بذریعہ دعویٰ، ۸۶۶-۶۷
جائز النسبی، ۸۵۰-۶۰

حمل کی زائد سے زائد مدت، ۸۵۱-۶۰
حمل کی کم از کم مدت، ۸۵۰-۵۱
شام کا قانون شخصی، ۸۴۹-۵۰
متبنی بنانا، ۸۷۵-۷۶
مختلف اسلامی ممالک میں رائج الوقت قوانین، ۸۴۹
ممالک اسلامیہ میں مدت حمل کا تعین، ۸۵۴-۵۵
نسب بذریعہ اقرار، ۸۷۲
نسب بذریعہ شہادت، ۸۶۷-۷۱
نسب کے اثرات، ۸۴۹
نسب بذریعہ اقرار
اسلامی ممالک میں اقرار بالنسب کے احکام، ۸۷۳-۷۴
اقرار بالنسب کی شرائط، ۸۷۲
شام کا قانون، ۸۷۳-۷۴
عدالتی فیصلے (پاکستانی)، ۸۷۴-۷۵
عراق کا قانون، ۸۷۳
نسب اولاد، ۸۷۳
نسب بذریعہ شہادت
ابن ابی شیبہ، ۸۶۸
ابن شہاب، ۸۶۸
ابوحنیفہ، ۸۶۸، ۸۶۹ اور ۸۷۰
ابویوسف، ۸۶۸ اور ۸۶۹
خلاصہ بحث، ۸۷۰-۷۱
رسول مقبول (صلعم) کا ارشاد، ۸۶۸
شافعی، ۸۶۹
محمد (امام)، ۸۶۸
الشیبانی (امام)، ۸۶۸
نسب اولاد، ۸۶۷-۷۱

—×××—

نفقہ اولاد

اردن کا رائج الوقت قانون
دیگر رشتہ داروں کا نفقہ، ۹۲۱-۲۲
اولاد کا صحیح النسب ہونا ضروری ہے، ۹۱۳-۱۴

marfat.com

تجویز (مؤلف)، ۹۱۴
ضابطہ فوجداری پاکستان، ۹۱۳
نفقہ اولاد، ۹۱۳-۱۴
اولاد کے نفقے کی ذمہ داری
ابویوسف، امام (تعین خوشحالی)، ۹۱۲
آنحضرت (صلعم)، کا حکم، ۹۱۰
الشیبانی، امام (تعین خوشحالی)، ۹۱۲
ولسن، (مصنف اینگلو محمڈن لا) کا نقطہ نظر، ۹۱۱
آبا و اجداد کا نفقہ، ۹۱۰-۱۶
تجویز (مؤلف)
اولاد کا صحیح النسب ہونا ضروری ہے، ۹۱۴
دیگر رشتہ داروں کا نفقہ، ۹۲۲
دیگر رشتہ داروں کا نفقہ—
تیونس کا رائج الوقت قانون
دیگر رشتہ داروں کا نفقہ، ۹۲۰-۲۱
اردن کا رائج الوقت قانون، ۹۲۱-۲۲
آیت (ات) قرآنی، ۹۱۷
تجویز (مولف)، ۹۲۲
تیونس کا رائج الوقت قانون، ۹۲۰-۲۱
شام کا رائج الوقت قانون، ۹۱۸-۲۰
عراق کا رائج الوقت قانون، ۹۱۷-۱۸
شام کا رائج الوقت قانون
دیگر رشتہ داروں کا نفقہ، ۹۱۸-۲۰
ضابطہ فوجداری، پاکستان
اولاد کا صحیح النسب ہونا ضروری نہیں، ۹۱۳
عراق کا رائج الوقت قانون
دیگر رشتہ داروں کا نفقہ، ۹۱۷-۱۸
ماں اور دادا کی ذمہ داری
دادا پر ماں کا تقدم، ۹۱۴
—×××—
وقف
ابدیت وقف کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ، ۱۰۶۰-۸۶
اغراض وقف، ۱۰۴۹
اقرار وقف بحالت صحت و مرض الموت، ۱۰۹۶-۹۹
مریض کا اقرار وقف، ۱۰۹۸-۹۹
الفاظ وقف، ۱۰۵۰-۵۲
اولاد سے کون مراد ہیں
وقف علی الاولاد، ۱۱۱۲
اہلیت متولی، ۱۱۲۶-۲۷
ایجاب یا اعلان وقف
ابوحنیفہ کی رائے، ۱۰۵۷-۵۸
ابویوسف کا قول، ۱۰۵۵ اور ۱۰۵۷-۵۸
احمد ابن حنبل کا قول، ۱۰۵۵
احناف کا مسلک، ۱۰۵۵
حسن ابن زیاد، ۱۰۵۸
حنبلیہ مسلک میں مختلف آراء، ۱۰۵۶
سرخسی، ۱۰۵۷-۵۸
شافعی کا قول، ۱۰۵۵
شیعہ امامیہ مسلک، ۱۰۵۶
عبدالرحمن ابن ابی لیلی، ۱۰۵۶
قاضی ابوعاصم، ۱۰۵۸
مالک کی رائے، ۱۰۵۶
محمد الشیبانی کی رائے، ۱۰۵۶-۵۸
تجزیہ (مؤلف)
وقف، ۱۰۷۱-۸۴
ترمیمی وقف ایکٹ، ۱۹۳۰ع
وقف علی الاولاد، ۱۱۱۱
تعریف (ات)
تشریح، ۱۰۴۴
تنسیخ وقف
ابویوسف، ۱۱۱۸
سرخسی، ۱۱۱۸
قانون تنظیم اوقاف مصر، ۱۹۳۶ع، ۱۱۱۸-۲۰
مصری قانون، ۱۱۱۸-۲۰
مصری قانون کی بنیاد، ۱۱۲۰
تولیت وقف

marfat.com

سرخسی، ۱۱۲۱
قانون تنظیم اوقاف مصر، ۱۹۴۶ء، ۲۶-۱۱۲۳
مصری قانون، ۱۱۲۳
مصری قانون کی بنیاد، ۱۱۲۶
جانشین مقرر کرنے کا اختیار
وقف، ۳۲-۱۱۳۱
جائداد موقوفہ کی منتقلی وغیرہ، ۳۱-۱۱۳۰
جائداد موقوفہ میں کمی، بیشی یا تبادلہ وغیرہ
سے متعلق شرائط، ۳۸-۱۱۳۱ اور ۳۱-۱۱۳۸
امام ابویوسف کی رائے، ۱۱۳۷
امام سرخسی کی تحریر، ۱۱۳۷
مصری قانون، ۳۱-۱۱۳۸
مصری قانون کی بنیاد، ۱۱۳۱
جدید نقطۂ نظر (ابدیت وقف)، ۷۱-۱۰۷۰
ابو زہرہ (استاد الشرعیت جامعہ قاہرہ)، ۱۰۷۰
لبنانی قانون، ۱۰۷۱
مصری قانون، ۱۰۷۱
جواز کے لیے تحریر ضروری نہیں
الفاظ وقف، ۵۳-۱۰۵۲
امام ابویوسف کا قول، ۱۰۵۳
جواز وقف
تشریح و تعریف، ۵۴-۱۰۵۳
دوام وقف، ۶۰-۱۰۵۹
امام ابن حزم، ۱۰۶۰
امام ابوحنیفہ، ۱۰۶۰
امام ابویوسف، ۱۰۶۰
امام احمد ابن حنبل، ۱۰۶۰
امام شافعی، ۱۰۶۰
امام مالک کی رائے، ۱۰۶۰
امام محمد، ۱۰۶۰
ظاہریہ مسلک، ۱۰۶۰
وقف کی شرط، ۶۰-۱۰۵۹
شرائط و جواز وقف کی اقسام، ۹۰-۱۰۸۶

شیعہ نقطۂ نظر، ۱۰۹۰
شرائط موقوفہ، ۹۱-۱۰۹۰
شرائط موقوف علیہ، ۱۰۹۱
شرائط واقف، ۱۰۹۱
شرائط وقف، ۱۰۹۱
شئے موجود اور مشخص ہو، ۱۰۵۹
شئے موقوف کا قیمتی ہونا، ۱۰۴۹
شیعہ امامیہ مسلک
ایجاب یا اعلان وقف، ۱۰۵۶
شیعہ فقہ میں وقف کی تعریف، ۱۰۴۷
علامہ نجم الدین ابی جعفر الحلی، شیعہ (فقہ)، ۱۰۴۷
شیعہ نقطۂ نظر
شرائط و جواز وقف کی اقسام، ۱۰۹۰
وقف کے الفاظ، ۱۰۵۲
شیعہ مسلک
وقف بحالت مرض الموت، ۱۱۰۸
صاحبین کی تعریف وقف، ۱۰۴۵
صدقہ اور ہبہ میں فرق، ۳۷-۱۰۳۶
صدقے اور وقف میں فرق، ۴۰-۱۰۳۷
ابراہم نخعی کی روایت، ۱۰۳۷
ابن حزم، ۱۰۴۰
ابن عباس کا قول، ۱۰۳۷
ابن مسعود کا قول، ۱۰۳۷
احناف کا مسلک، ۱۰۳۷
الحلی، ۱۰۳۹
امام محمد کا فتوی، ۱۰۳۹
حضرت علی کا قول، ۱۰۳۷
حضرت عمر کا قول، ۱۰۳۹
حضرت معاذ بن جبل کا قول، ۱۰۳۷
شیعی نقطہ نظر، ۴۰-۱۰۳۹
ظاہریہ مسلک، ۱۰۴۰
قاضی شریح کی روایت، ۱۰۳۷

marfat.com

ظاہریہ کا نقطہ نظر
وقف کے ابدی ہونے کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ'
۱۰۶۲-۶۳
ظاہریہ مسلک
بحالت مرض الموت' ۱۱۰۸
دوام وقف' ۱۰۶۰
فوری اور بلا شرط' ۱۰۵۹
قانون تنظیم اوقاف مصر' ۱۹۴۶ء
تنسیخ وقف' ۱۱۱۸-۲۰
تولیت وقف' ۱۱۲۳-۲۶
جائداد موقوفہ کی منتقلی وغیرہ (جائداد موقوفہ میں کمی بیشی یا تبادلہ وغیرہ سے متعلق شرائط)' ۱۱۳۸-۴۱
وقف علی الاولاد ۱۱۱۳-۱۷
قانون جواز اوقاف مسلمانان نمبر ۶' ۱۹۱۳ء
وقف علی الاولاد' ۱۱۱۱
قرض دار کا وقف' ۱۱۰۵-۷
قرض دار کا وقف —
ابطال کا حق' ۱۱۰۷
امام ابوحنیفہ کی رائے' ۱۱۰۵
نتیجہ فکر (مؤلف)' ۱۱۰۷
قرض خواہ کا اختیار —
وقف' ۱۱۴۲-۴۳
لبنان کے قانون کی رو سے
دوام وقف کی نوعیت' ۱۰۸۵-۸۶
لبنانی قانون (وقف)
جدید نقطۂ نظر' ۱۰۷۱
لبنان کا قانون
مشاع کا قانون' ۱۱۰۲
(امام) مالک کا نظریہ
وقف کے ابدی ہونے کے مسئلہ کا تفصیلی جائزہ' ۱۰۶۳
مالکیہ مسلک
وقت بحالت مرض الموت' ۱۱۰۸
متولی کی معزولی اور تقرر جدید' ۱۱۲۷-۳۰
متولی کی معزولی اور تقرری جدید —
امام محمد کی رائے' ۱۱۲۸
امام ابو یوسف کی رائے' ۱۱۲۸
متولی کے تصرفات
ناجائز تصرفات' ۱۱۴۸-۵۰
وقف' ۱۱۴۵-۵۲
وقف کی آمدنی کا استحقاق' ۱۱۵۰-۵۳
(امام) محمد کی تعریف' ۱۰۴۵
(امام) محمد کی رائے' ۱۰۴۶
مریض کا اقرار وقف
بحالت صحت و مرض الموت' ۱۰۹۸-۹۹
مسجد کے مشاع کا وقف
مشاع کا وقف' ۱۱۰۲-۵
مسلمانوں کے وقف علی الاولاد کی انفرادیت
وقف علی الاولاد' ۱۱۱۰
مشاع کا وقف ۱۱۰۱-۵
مشاع کا وقف —
ابو یوسف کی رائے' ۱۱۰۴
(امام) سرخسی کی بحث' ۱۱۰۳
لبنان کا قانون' ۱۱۰۲
(امام) محمد کی رائے' ۱۱۰۳
مسجد کے لیے مشاع کا وقف' ۱۱۰۲
مشاع کے مسئلہ کی بنیاد' ۱۱۰۱-۲
مصر کا قانون' ۱۱۰۲
مشاع کے مسئلے کی بنیاد
مشاع کا وقف' ۱۱۰۱-۲
مصر کا قانون
تنسیخ وقف' ۱۱۱۸-۲۰
تولید وقف' ۱۱۲۳
جائداد موقوفہ کی منتقلی وغیرہ (جائداد موقوفہ میں کمی بیشی یا تبادلہ وغیرہ) سے متعلق شرائط' ۱۱۳۸-۴۱

marfat.com

وقف کا جدید نقطۂ نظر، ۱۰۷۱
مشاع کا وقف، ۱۱۰۲
مصری قانون کی بنیاد، ۹۶-۱۰۹۵
مصری قانون کی بنیاد —
تنسیخ وقف، ۱۱۲۰
تولیت وقف، ۱۱۲۶
جائداد موقوفہ کی منتقلی وغیرہ (جائداد موقوفہ میں کمی بیشی یا تبادلہ وغیرہ) سے متعلق شرائط، ۱۱۴۱
وقف، ۹۶-۱۰۹۵
وقف علی الاولاد، ۱۱۱۷
مصری قانون کی رو سے دوام وقف کی نوعیت، ۱۰۸۵
مصری قانون وقف کے تحت جواز وقف، ۹۵-۱۰۹۲
مصری قانون کے تحت وقف علی الاولاد
وقف علی الاولاد، ۱۷-۱۱۱۳
معاوضہ متولی،
وقف، ۴۴-۱۱۴۳
مقاصد وقف کا تعین
مقصد وقف، ۱۰۹۹
مقصد وقف، ۱۱۰۱-۱۰۹۹
مقصد وقف جزاً جائز اور جزاً ناجائز، ۱۱۰۰
مقصد وقف فوت ہو جانے کی صورت میں، ۱۱۰۰
ملکیت شرط نہیں
وقف، ۵۵-۱۰۵۴
ناجائز تصرفات —
متولی کے تصرفات، ۵۰-۱۱۴۸
نتیجۂ فکر (مؤلف)، ۸۵-۱۰۸۴
قرض دار کا وقف، ۱۱۰۷
وقف ایکٹ (پاکستان)،
وقف کی تعریف، ۴۹-۱۰۴۸
وقف بالوصیت، ۸-۱۱۰۷
وقف علی الاولاد، ۱۷-۱۱۰۹
وقف کے ابدی ہونے کے مسئلہ کا تفصیلی جائزہ، ۱۰۶۰-۶۷
ابن قدامہ مقدسی، ۶۲-۱۰۶۱
ائمہ احناف کا مذہب، ۱۰۶۲
امام محمد کا نقطۂ نظر، ۱۰۶۲
شیعہ امامیہ کی رائے —
ابن ہمام کی روایت، ۱۰۶۳
ابو یوسف کی موافقت کی روایت، ۱۰۶۳
امام سرخسی کی روایت، ۱۰۶۳
ظاہریہ کا نقطۂ نظر، ۶۳-۱۰۶۲
وقف کی شرط، ۶۷-۱۰۶۰
وقف بالوصیت، ۸-۱۱۰۷
وقف بحالت مرض الموت، ۹-۱۱۰۸
وقف بحالت مرض الموت —
امام ابو حنیفہ کی رائے، ۱۱۰۹
حنبلیہ مسلک، ۱۱۰۸
شافعیہ مسلک، ۱۱۰۸
شیعہ مسلک، ۱۱۰۸
طحاوی کا بیان، ۱۱۰۹
ظاہریہ مسلک، ۱۱۰۸
مالکیہ مسلک، ۱۱۰۸
(امام) محمد کی رائے، ۱۱۰۹
وقف، ۹-۱۱۰۸
وقف علی الاولاد —
انڈین لا رپورٹ کلکتہ، ۱۸۹۴ء
جلد ۲۲، ۱۱۱۱
اولاد سے کون مراد ہیں، ۱۱۱۲
آخری مفاد، ۱۲-۱۱۱۱
آمدنی کی تقسیم، ۱۱۱۳
برصغیر ہند و پاکستان میں، ۱۱۱۱
پریوی کونسل کا فیصلہ، ۱۱۱۱
ترمیمی وقف ایکٹ، ۱۹۳۰ء
قانون تنظیم اوقاف مصر، ۱۹۴۶ء، ۱۷-۱۱۱۳

marfat.com

قانون جواز اوقاف مسلمانان نمبر ۶ ' ۱۹۱۳ع '
۱۱۱۱
مسلمانوں کے وقف علی الاولاد کی انفرادیت '
۱۱۱۰
مصری قانون کی بنیاد ' ۱۱۱۷
مصری قانون کے تحت وقف علی الاولاد '
۱۱۱۳-۱۷
وقف ' ۱۱۰۹-۱۷
وقف کے دائمی ہونے کے قائلین کے دلائل '
حضرت عمر کی تعبیر بہ اتباع سنت ' ۱۰۶۵-۶۶
وقف کی آمدنی کا استحقاق
متولی کے تصرفات ' ۱۱۵۰-۵۲
وقف کی عدم ابدیت کی صحت کے قائلین کے دلائل —
حضرت عمر والی حدیث کا جواب ' ۱۰۶۸
وقف ' ۱۰۶۷-۷۰

—×××—

ہبہ

انعقاد ہبہ ' ۹۲۵
اہلیت ہبہ ' ۹۴۳-۴۴
اشراف کی تعریف ' ۹۸۶
انتقال جائداد ایکٹ ' ۱۸۸۲ع (پاکستان) ' ۹۲۴
تعریف ہبہ ' ۹۲۳
حق ملکیت و اختیار سے دستبرداری ' ۹۲۴
تفضیلی ہبہ —
ابن حزم کا احادیث ' آثار صحابہ اور تابعین کے عمل سے حرمت کا بیان ' ۹۶۹
ابن قیم کا مسلک ' ۹۷۶
ابن قیم کے مسلک پر احناف کا رد ' ۹۷۷
ابن قیم کے مسلک پر احناف کے اعتراضات کا جواب ' ۹۷۷-۷۸
ابو حنیفہ کی رائے بحوالہ شعرانی ' ۹۶۴-۶۵
ابو یوسف ' حسن نیت کی شرط پر استدلال '
۹۶۵-۶۶
ابو یوسف کا حنفیہ مسلک سے مشروط اتفاق '
۹۶۴
احادیث رسول (صلعم) و آثار صحابہ و تابعین '
۹۵۶-۶۲
احمد بن حنبل ' ائمہ ثلاثہ کے برعکس لزوم رجوع پر زور ' ۹۶۵
اخلاق حسین (جسٹس) کا فیصلہ ' ۹۹۱
الشیبانی کا مسلک ' ۹۶۵
اولاد کو ہبہ کرنے کی آٹھ امکانی صورتیں '
۹۸۰-۸۱
باوجود مستحق ہونے کے غیر مستحق قرار دیے جانے پر فقہاء کی آراء ' ۹۸۲
بعض حالات میں جائز ہونے پر (حنبلی فقہاء کا) استدلال ' ۹۶۷-۶۸
تبذیر کی تعریف ' ۹۸۶
تجزیہ (مؤلف) ' ۹۷۹-۹۰
ترجیح کے عمل کا بشرط کراہت جواز
امام ابو حنیفہ ' ۹۶۹
امام شافعی ' ۹۶۹
امام مالک ' ۹۶۹
تعدیل و تسویہ (مساوات) وجوب کے قائلین کے استدلال پر بحث ' ۹۶۵
ذاتی تصرفات میں اسراف و تبذیر پر حاکم وقت کو پابندی کا اختیار ' ۹۸۲
شافعی (امام) کا استدلال ' ۹۶۶-۶۷
شافعی (امام) کی رائے بحوالہ شعرانی ' ۹۶۴-۶۵
شافعیہ (مسلک) فقہاء کی آراء ' ۹۶۵-۶۷
شعرانی (شافعی) کا بیان ' ۹۶۴-۶۵
شیعہ (مسلک) فقہاء کی آراء ' ۹۶۸
ظاہریہ (مسلک) اور فقہاء کی آراء ' ۹۶۸-۷۶
عدالتی نقطۂ نظر ' ۹۹۱-۹۲
قرآنی ہدایت ' ۹۵۴-۵۶
کیکاؤس کا فیصلہ ' ۹۹۱

marfat.com

مالک کی رائے بحوالہ شعرانی ' ۶۵-۹۶۴
مالکیہ (مسلک) فقہاء کی آراء ' ۶۶-۹۶۵
محمد (امام) کا حنفیہ مسلک سے کامل اتفاق ' ۹۶۴
محمود الشلتوت کا فتوی ' ۹۱-۹۹۰
مختلف فقہی مذاہب کی آراء ' ۹۷-۹۶۳
نتیجہ فکر (مؤلف) ' ۹۹۲
نعمان بن بشیر والی روایت ' ۵۷-۹۵۶
——دیگر احادیث و آثار سے علامہ ابن حزم کا استدلال ' ۷۶-۹۷۰
ہائی کورٹ پشاور کا فیصلہ ' ۹۹۲
تکمیل ہبہ —
احناف کی دلیل ' ۹۲۶،۲۷
ابراہیم نخعی (تابعی) ' ۹۲۶
امام مالک کا نقطۂ نظر ' ۹۲۶
امانت کی صورت میں جدید قبضے کی ضرورت نہیں ' ۹۳۶
شیعہ نقطۂ نظر ' ۹۳۶
باپ کا بالغ زیر پرورش بیٹے کے حق میں ہبہ ' ۹۴۰-۴۱
بلا اجازت قبضہ کے بارے میں پاکستان سپریم کورٹ کا فیصلہ ' ۹۳۵-۳۶
حنفیہ اور مالکیہ کا اختلاف ' ۹۲۶
حنفیہ نقطۂ نظر ' ۹۲۶
زیر پرورش موہوب لہ کو قبضہ دہی کی نوعیت ' ۹۳۹-۴۰
شیعی نقطۂ نظر ' ۹۳۳-۳۵
ظاہریہ فرقہ کا نقطۂ نظر ' ۹۳۵
عائشہ صدیقہ کی حدیث ' ۹۲۷
عائشہ کی حدیث سے اخذ نتائج ' ۹۲۹-۳۰
قبضے کی شرط پر حضرت ابوبکر کا فیصلہ ' ۹۲۷
قبضے کی شرط پر المبسوط کی بحث ' ۹۲۸-۲۹
قبضے کی شرط پر حضرت عمر کا فیصلہ ' ۹۲۷
قبضہ لازمی ہے (پاکستانی عدالتوں کے فیصلے) ' ۹۳۶-۳۹
چنگیز خان ' جسٹس ' ۹۳۷
حبیب اللہ خان ' جسٹس ' ۹۳۶
سپریم کورٹ پاکستان ' ۹۳۸ اور ۹۳۹
کیانی ' جسٹس ' ۹۳۶
یعقوب علی خان ' جسٹس ' ۹۳۷
قبضہ لازمی ہے —
ہائی کورٹ مغربی پاکستان ' ۹۳۷
قبضے کے لیے اجازت ضروری ہے —
امام محمد کا استدلال ' ۹۳۱-۳۳
نابالغ کا ماں کے زیر پرورش ہونے کی صورت میں ماں کے قبضے کی نوعیت ' ۹۴۱-۴۲
نابالغ کے حق میں ہبہ کی صورت میں ہبہ کی نوعیت ' ۹۳۰-۳۱
نجم الدین الحلی کی بیان کردہ شرائط ' ۹۳۳-۳۵
یتیم لڑکے کے چچا کے زیر پرورش ہونے کی صورت میں ' ۹۴۲-۴۳
تنسیخ ہبہ —
ابراہیم نخعی ' (ذی رحم محرم کے ہبہ سے رجوع کی ممانعت) ' ۱۰۱۶-۱۷
ابو ہریرہ کی حدیث '
احناف کے دلائل ' ۱۰۲۱-۲۳
ابو الدردا ' احناف کے دلائل ' ۱۰۲۱-۲۲
احناف کے دلائل —
حضرت علی کا قول ' ۱۰۲۱
حضرت عمر کی روایت ' ۱۰۲۳
امام مسلم ' ۱۰۱۵
امام نووی ' ۱۰۱۵
برہان الدین مرغینانی ' ۱۰۱۵
پاکستانی عدالتوں کے فیصلے ' ۱۰۳۶
حبیب اللہ خان ' جسٹس ' ۱۰۳۴
حق رجوع ایک ذاتی حق ہے ' ۱۰۳۵-۳۶
جسٹس محمد شفیع ' ۱۰۳۵
عدالت عالیہ مغربی پاکستان ' ۱۰۳۵-۳۶
جسٹس کیانی ' ۱۰۳۴

marfat.com

جب زوجہ شوہر کی طرف سے جہیز کی مدعی ہو، ۲۰-۱۰۱۹
حدیث، ۱۰۱۵
ذی رحم محرم کے ہبہ سے رجوع کی ممانعت —
ابراہیم نخعی، ۱۷-۱۰۱۶
حضرت عمر کا فیصلہ، ۱۰۱۷
حنفیہ اور شافعیہ میں اختلاف، ۱۰۲۰
رجوع کی چند مزید صورتیں، ۱۰۲۴
شوہر کی طرف سے زوجہ کے ہبہ میں رجوع —
شیعہ امامیہ مسلک، ۱۰۱۸
شئے موہوبہ کی قیمت میں اضافہ یا تبدیلی کی صورت میں —
شیعی نقطہ نظر، ۲۹-۱۰۲۸
ظاہری مسلک —
علامہ ابن حزم ظاہری، ۱۰۲۳
عدالت عالیہ مغربی پاکستان، پشاور —
حق رجوع ایک ذاتی حق ہے، ۳۶-۱۰۳۵
عوض کے بعد رجوع کا حق نہیں، ۲۸-۱۰۲۵
موہوب لہہ کی ملکیت سے نکل جانے کے بعد —
شیعی نقطہ نظر، ۳۳-۱۰۳۲
موہوب لہہ کی وفات کے بعد، ۱۰۳۴
موہوب لہہ کے مرض الموت میں رجوع، ۱۰۳۴
واہب کی موت کے بعد، ۳۴-۱۰۳۳
خیبر میں نخلستان کا ہبہ —
حضرت عائشہ کے نام، ۹۵۹
دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے نام ہبہ، ۵۳-۹۵۲
شیعہ فقہاء کا فتوی، ۹۵۳
متاخرین کا نقطہ نظر، ۹۵۲
متقدمین کا نقطہ نظر، ۹۵۲
مولف کی رائے، ۹۵۲
دو یا دو سے زائد اشخاص کے نام ہبہ پر عدالتی فیصلے —
جسٹس حبیب اللہ خاں، ۹۵۳
جسٹس کیانی، ۹۵۳
ذاتی تصرفات میں اسراف و تبذیر پر حاکم وقت کو پابندی کا اختیار —
ابراہیم نخعی، ۹۸۲ اور ۹۸۴
ابن سیرین، ۹۸۲ اور ۹۸۴
ابو حنیفہ، ۹۸۲ اور ۹۸۴
ابو یوسف، ۹۸۲ اور ۹۸۴
امام بخاری کی بحث، ۹۸۳، ۹۸۴ اور ۹۸۵
امام طحاوی، ۹۸۴
امام محمد، ۹۸۲ اور ۹۸۴
ابن حجر عسقلانی کی بحث، ۹۸۳، ۹۸۴ اور ۹۸۵
مغیرہ بن شعبہ، ۹۸۴
(ہبہ) رقبی —
امام ابو حنیفہ کا فتوی، ۹۹۸
امام ابو یوسف کا فتوی، ۹۹۸
امام محمد کا فتوی، ۹۹۸
تعریف (ات) و معنی، ۹۹-۹۸
شیعہ نقطہ نظر، ۹۷-۹۹۵
ظاہریہ نقطہ نظر، ۹۹۸
شہادت ہبہ، ۹۲۵
شوہر کی طرف سے زوجہ کے ہبہ میں رجوع
تنسیخ ہبہ، ۱۰۱۸
عاریت
تشریح و تعریف، ۱۰۴۱
ظاہریہ مسلک، ۱۰۴۱
ہبہ اور عاریت کا فرق، ۱۰۴۱
مجلۃ الاحکام العدلیہ میں عاریت کے احکام، ۴۳-۱۰۴۱
عدالتی فیصلے —
دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے نام ہبہ، ۹۵۳
غلام کو مدبر کرنے والی روایت میں ضمنی بحث —
نعیم بن عبد اللہ بن نحام، ۹۸۸
کل مال کا صدقہ ممنوع اور مذموم فعل ہے

marfat.com

محمود ابن لبید، ٩٨٨-٨٩
کن اشیاء کا ھبہ جائز ہے، ٩۴٥-۴٦
مدبر کرنے سے متعلق روایت—
امام مسلم، ٩٨٨
مدبر کی اصطلاح کے معنیٰ
تجزیہ (مؤلف)، ٩٨٨
مشاع کا ھبہ—
زمینداری کے غیر منقسمہ حصے کا ھبہ، ٩٥٠-٥٢
ظاہریہ فرقہ کا مسلک، ٩۴٩-٥٠
مشاع کا ھبہ (ظاہریہ فرقے کا مسلک)
ابراہیم نخعی، ٩٥٠
ابو ثور، ٩۴٩
ابو سلیمان، ٩۴٩
احمد، ٩۴٩
اسحاق، ٩۴٩
معمر، ٩۴٩
مشاع کا ھبہ (تعریف)، ٩۴٦-۴٧
مشاع کا ھبہ (عدالتی نقطہ نظر) —
جسٹس ظہیر الحسن لاری، ٩٥٠
جسٹس کانسٹن ٹائن، ٩٥٠
مشاع کا ھبہ (قبضہ مشترک) —
امام ابو حنیفہ، ٩٥١-٥٢
امام ابو یوسف، ٩٥٢
امام محمد، ٩٥٢
صاحبین کی رائے، ٩٥١
مشاع کا ھبہ (وارث کے حق میں)، ٩۴٨-۴٩
مشروط ھبہ —
برہان الدین مرغینانی، ١٠٠٧
عدالتی فیصلے، ١٠٠٧
ہائی کورٹ مغربی پاکستان، لاہور، ١٠٠٧
ھبہ بالعوض —
تعریف (ا ت)، و تشریح، ٩٩٨-٩٩

ڈھاکہ ھائی کورٹ کا فیصلہ، ٩٩٩-١٠٠٠
رجوع کا جواز، ١٠٠٣-۴
عدالتی نقطہ نظر، ٩٩٩-١٠٠١
(جسٹس) کیکاؤس کا فیصلہ، ١٠٠٠-١
بہ عوض خدمات کا جواز، ١٠٠٠-٢
جسٹس وحید الدین احمد کا فیصلہ، ١٠٠٢
ہند و پاکستان میں نوعیت، ١٠٠٢-٣
جسٹس چنگیز کا فیصلہ، ١٠٠٢-٣
ھبہ بالعوض میں رجوع —
امام ابو یوسف کا فیصلہ، ١٠٠٣-۴
ھبہ بحالت مرض الموت، ١٠٠٧-۴١
ابن ابی لیلی، ١٠٠٨
احناف کے دلائل، ١٠٠٨-١٠
سپریم کورٹ پاکستان، ١٠١١-١۴
سرخسی، ١٠٠٨-١٠
شیعی نقطۂ نظر، ١٠١٠
عدالتی نقطۂ نظر، ١٠١٠-١۴
قانون جانشینی ایکٹ مجریہ ١٩٢٥ع (پاکستان)، ١٠١٣-١۴
قانون روما، ١٠١٣
کیکاؤس، جسٹس، ١٠١٢-١۴
نجم الدین ابی جعفر الحلی، ١٠١٠
ہائی کورٹ مغربی پاکستان پشاور، ١٠١٠-١١
لاہور، ١٠١٠-١١
ھبہ بشرط عوض، ١٠٠٥-٦
ھبہ بشرط العوض اور ھبہ بالعوض میں فرق —
الحلی، ١٠٠٥
سنّی نقطۂ نظر، ١٠٠٥
شیعی نقطۂ نظر، ١٠٠٥-٦
ظاہریہ کا مسلک، ١٠٠٦
ھبہ عوض خدمت کا جواز—
ھبہ بالعوض، ١٠٠٠-٢
ھبہ تاحین حیات —

marfat.com

احادیث سے استناد، ۹۹۴
امام مسلم، ۹۹۴
جابربن عبد اللہ کی روایت، ۹۹۴
شیعی نقطہ نظر، ۹۷-۹۹۵
اسکان کے معنی و تعریف، ۹۶-۹۹۵
رقبی کے معنی و تعریف، ۹۶-۹۹۵
سکنی کے معنی و تعریف، ۹۶-۹۹۵
عطیہ کے معنی، ۹۹۳
"عمری" کے معنی، ۹۴-۹۹۳
نجم الدین الحلی، ۹۷-۹۹۵
عبد الملک بن مروان کا فیصلہ، ۹۹۵
ہبہ تحریری ہونا ضروری نہیں ہے —
جسٹس وحید الدین، ۹۴۶
ہبہ تفضیلی، ۵۴-۹۵۳
ہبہ زبانی جائز ہے —
جسٹس اے۔ آر۔ خان، ۹۴۶
ہبہ موقوف، ۱۰۰۶

marfat.com

اشاریہ

نام وار

ابراہیم نخعی
تکمیل ہبہ، ۹۲۶
ذاتی تصرفات میں اسراف و تبذیر پر حاکم وقت کو پابندی کا اختیار، ۹۸۲ اور ۹۸۴
ذی رحم محرم کے ہبہ سے رجوع کی ممانعت (تنسیخ ہبہ)، ۱۰۱۶
مشاع کا ہبہ (ظاہریہ فرقے کا مسلک)، ۹۵۰
صدقے اور وقف میں فرق، ۱۰۳۷
ابن ابی شیبہ
نسب بذریعہ شہادت، ۸۶۸
ابن ابی لیلی
ہبہ بحالت مرض الموت، ۱۰۰۸
ابن احمد بن الجہیم، محمد
ہبہ تفضیلی، ۹۶۰
ابن جریج،
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت، ۹۶۱، ۹۶۹
ابن حجر عسقلانی،
ذاتی تصرفات میں اسراف و تبذیر پر حاکم وقت کو پابندی کے اختیار پر بحث، ۹۸۲
ابن حزم، امام
احادیث و آثار صحابہ اور تابعین کے عمل سے ہبہ تفضیلی کی حرمت کا بیان، ۹۶۹
تنسیخ ہبہ (ظاہری مسلک)، ۱۰۲۳
صدقے اور وقف میں فرق، ۱۰۳۰
نعمان بن بشیر والی روایت و دیگر احادیث و آثار سے ہبہ تفضیلی کے بارے میں استدلال، ۹۷۰-۷۶
وقف دوام، ۱۰۶۰
ہبہ تفضیلی حرام اور باطل ہے، ۹۶۸
ابن ہمام، کمال الدین
وقف کے ابدی ہونے کے مسئلے کا تفضیلی جائزہ (شیعہ امامیہ کی رائے)، ۱۰۶۴
ابن دینار
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت، ۹۶۲
ابن سیرین،
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت، ۹۵۸-۵۹
ابن شہاب زہری
نسب بذریعہ شہادت، ۸۶۸
ابن عباس، حضرت
صدقے اور وقف میں فرق، ۱۰۳۷
ابن عمر، حضرت عبداللہ،
ہبہ تفضیلی، ۹۶۱
ابن قدامہ مقدسی،
وقف کے ابدی ہونے کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ، ۱۰۶۱-۶۲
ابن قیم، حافظ
ہبہ تفضیلی سے متعلق مسلک، ۹۷۶-۷۷
ابن مسعود، حضرت عبداللہ
صدقے اور وقف میں فرق، ۱۰۳۷
ابن لبید، محمد
کل مال کا صدقہ ممنوع ہے، ۹۸۸-۸۹
ابن وہب
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت، ۹۶۱-۶۲
ابوبکر صدیق، حضرت

marfat.com

پرورش کے حق پر فیصلہ، ۸۸۲-۸۳
رغبت اولاد کے مطابق پرورش کے حق پر فیصلہ، ۸۸۲-۸۳
ہبہ تفصیلی سے متعلق روایت، ۹۵۹

ابو حنیفہ، امام
پرورش کا حق، ۸۷۷
نسب پر شہادت، ۸۷۰
ذاتی تصرفات میں اسراف و تبذیر پر حاکم وقت کو پابندی کا اختیار، ۹۸۲ اور ۹۸۴
مشاع کا ہبہ (قبضہ مشترک)، ۹۵۱ اور ۹۵۲
نسب بذریعہ شہادت، ۸۶۸-۶۹ اور ۸۷۰
وقف ابدی ہونے کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ، ۱۰۶۲
وقف کا ایجاب یا اعلان، ۱۰۵۷-۵۸
وقف بحالت مرض الموت، ۱۱۰۹
وقف کی تعریف، ۱۰۴۴-۴۵
وقف دوام، ۱۰۶۰
وقف قرض دار کا، ۱۱۰۵
وقف سے متعلق نقطۂ نظر، ۱۰۴۵
ہبہ تفصیلی بہ کراہت جائز ہے، ۹۶۹
ہبہ تفصیلی سے متعلق رائے بحوالہ شعرانی، ۹۶۴-۶۵
ہبہ رقبی پر فتوی، ۹۹۸

ابو ثور —
مشاع کا ہبہ (ظاہریہ فرقے کا مسلک)، ۹۴۹

ابو سلیمان
مشاع کا ہبہ (ظاہریہ فرقے کا مسلک)، ۹۴۹

ابو سختیانی
ہبہ تفصیلی سے متعلق روایت کے راوی، ۹۵۸-۵۹

ابو زہرہ (استاد الشریعۃ، قاہرہ)
وقف (جدید نقطہ نظر)، ۱۰۷۰

ابو عاصم، قاضی
ایجاب یا اعلان وقف، ۱۰۵۸

ابو مسعود انصاری، حضرت
اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری، ۹۱۰
اولاد کے نفقے کی ذمہ داری، تعین خوشحالی، ۹۱۲
پرورش کا حق، ۸۷۸
تنسیخ وقف، ۱۱۱۸
ذاتی تصرفات میں اسراف و تبذیر پر حاکم وقت کو پابندی کا اختیار، ۹۸۲ اور ۹۸۴
مشاع کا ہبہ (قبضہ مشترک)، ۹۵۲
نسب بذریعہ شہادت، ۸۶۸-۶۹
وقف کے ابدی ہونے کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ (شیعہ امامیہ کی رائے)، ۱۰۶۴
ایجاب یا اعلان وقف، ۱۰۵۵، ۱۰۵۷ اور ۱۰۵۸
وقف جائداد کی منتقلی وغیرہ —
جائداد موقوفہ میں کمی و بیشی یا تبادلہ وغیرہ سے متعلق شرائط، ۱۱۳۷
جواز کے بارے میں قول، ۱۰۵۳
وقف دوام، ۱۰۶۰
وقف سے متعلق رائے، ۱۰۴۶
وقف کی تعریف، ۱۰۴۵
وقف میں متولی کی معزولی اور تقرر جدید، ۱۱۲۸
مشاع کا وقف، ۱۱۰۴
ہبہ بالعوض میں رجوع کے بارے میں فتویٰ، ۱۰۰۳-۴
ہبہ تفضیلی کا حسن نیت کی شرط پر استدلال، ۹۶۵-۶۶
ہبہ تفضیلی کے بارے میں حنفیہ مسلک سے مشروط اتفاق، ۹۶۴
ہبہ رقبی پر فتوی، ۹۹۸

ابو الدرداء، حضرت
تنسیخ ہبہ (احناف کے دلائل)، ۱۰۲۱-۲۲

marfat.com

ابی لیلیٰ ٗ عبدالرحمن بن —
ایجاب یا اعلان وقف ٗ ۱۰۵٦
ابو ہریرہ ٗ حضرت
پرورش کا حق ٗ ۸۸۱
احمد بن حنبل ٗ امام
پرورش کا حق ٗ ۸۷۸
ثبوت نسب بہ حکم شرعی ٗ ۸٦۳
حمل کی زائد سے زائد ملت
(نسب اولاد) ٗ ۸۵۲ اور ۸۵۳
ماں کے بعد رشتہ دار عورتوں کا حق ٗ ۸۹۲
وقف ابدی ہونے کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ ٗ
۱۰٦۱-٦۲
وقف میں ایجاب و اعلان ٗ ۱۰۵۵
وقف دوام ٗ ۱۰٦۰
ہبہ تفضیلی کے مسئلے میں آئمہ ثلاثہ سے اتفاق ٗ
۹٦۵
ہبہ تفضیلی مشروط طور پر جائز ہوگا ٗ ۹٦۵
ہبہ تفضیلی میں ائمہ ثلاثہ کے برعکس لزوم
رجوع پر زور ٗ ۹٦۵
اخلاق حسین ٗ جسٹس
ہبہ تفضیلی سے متعلق فیصلہ ٗ ۹۹۱
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں ٗ
۸۹۸-۹۰۰
اسحاق بن راہویہ
مشاع کا ہبہ (ظاہریہ فرقے کا مسلک) ٗ ۹۳۹
الحلی ٗ نجم الدین (شیعی مجتہد)
تنسیخ ہبہ (شئے موہوبہ کی قیمت میں اضافہ
یا تبدیلی کی صورت میں ٗ شیعہ نقطۂ نظر)
۱۰۲۹
حمل کی زائد سے زائد مدت (شیعہ نقطۂ نظر) ٗ
۸۵۳
صدقے اور وقف میں فرق ٗ ۱۰۳۹
شرائط جواز وقف کی اقسام ٗ ۱۰۹۰

شیعہ فقہ میں وقف کی تعریف ٗ ۱۰۳۷
ہبہ —
بحالت مرض الموت ٗ ۱۰۱۰
بشرط العوض اور بالعوض میں فرق ٗ ۱۰۰۵
تاحین حیات سے متعلق شیعی نقطۂ نظر ٗ
۹۹۵-۹۷
تعریف ٗ ۹۲۳
تکمیل کی شرائط ٗ ۹۳۳-۳۵
الشیبانی ٗ امام محمد —
اولاد کے نفقے کی ذمہ داری (تعین خوشحالی) ٗ
۹۱۲
نسب بذریعہ شہادت ٗ ۸٦۸
وقف —
ایجاب یا اعلان وقف ٗ ۱۰۵٦-۵۸
بحالت مرض الموت ٗ ۱۱۰۹
تعریف ٗ ۱۰۳۵
دوام وقف ٗ ۱۰٦۰
مشاع ٗ ۱۱۰۳
ہبہ —
تفضیلی سے متعلق مسلک ٗ ۹٦۳-٦۵ ٗ ۹۷٦
زبانی جائز ہے (تحریری ہونا ضروری) ٗ ۹۳٦
رقبیٰ ٗ ۹۹۸
بخاری ٗ امام
ذاتی تصرفات میں اسراف و تبذیر پر حاکم وقت
کے پابندی کے اختیار پر بحث ٗ ۹۸۳ ٗ ۹۸۴
اور ۹۸۵
برہان الدین مرغینانی (۵۹۳ھ) ٗ
تنسیخ ہبہ ٗ ۱۰۱۵
ہبہ مشروط ٗ ۱۰۰۷
بکیر
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت ٗ ۹٦۱
بیضاوی ٗ علامہ
ہبہ تفضیلی پر بحث ٗ ۹۸٦-۸۷

marfat.com

جابر بن عبداللہ، حضرت
ہبہ تاحین حیات سے متعلق روایتیں، ۹۹۴
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت، ۹۵۸
جمیل حسین رضوی، جسٹس
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں (بہبود اطفال کا بنیادی اصول)، ۹۰۶
چنگیز، جسٹس
ہبہ بالعوض کی (ہند و پاکستان میں) نوعیت کا فیصلہ، ۱۰۰۲-۳
ہبہ کی تکمیل میں قبضہ لازمی ہے، ۹۳۷
چودھری، جسٹس
مشاع کا ہبہ (زمینداری کے غیر منتسمہ حصے کا ہبہ)، ۹۵۰
حبیب اللہ خان، جسٹس
تنسیخ ہبہ —
پاکستانی عدالتوں کے فیصلے، ۱۰۳۴
دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے نام ہبہ پر فیصلہ، ۹۵۴
ہبہ کی تکمیل میں قبضہ لازمی ہے، ۹۳۶
حسن ابن زیاد
ایجاب یا اعلان وقف، ۱۰۵۸
زفر، امام
ثبوت نسب بہ حکم شرعی، ۸۶۳
زید بن حارثہ (متبنی حضور صلعم) متبنی بنانا، ۸۷۵
زبیر بن نافع،
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت، ۹۶۱
سرخسی، شمس الائمہ شمس الدین امام
تنسیخ وقف، ۱۱۱۸
تولیت وقف، ۱۱۲۱
جائداد موقوفہ کی منتقلی وغیرہ (جائداد موقوفہ میں کمی بیشی یا تبادلہ وغیرہ سے متعلق شرائط)، ۱۱۳۷
وقف کے ابدی ہونے کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ (شیعہ امامیہ کی رائے)، ۱۰۶۴
ایجاب یا اعلان وقف، ۱۰۵۷ اور ۱۰۵۸
مشاع کا وقف، ۱۱۰۴
نابالغ کے حق میں ہبہ کی صورت میں قبضہ کی نوعیت پر استدلال، ۹۳۰
ہبہ بحالت مرض الموت، ۱۰۰۸-۱۰
سعد ابن وقاص، حضرت
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت، ۹۵۷-۵۸
شافعی، امام
پرورش کا حق، ۸۷۸
پرورش کے حق میں ماں کا حق فائق، ۸۸۵-۸۶
ثبوت نسب بہ حکم شرعی، ۸۶۳
حمل کی زائد سے زائد مدت (نسب اولاد)، ۸۵۲
حنفیہ اور شافعیہ میں اختلاف (تنسیخ ہبہ) ۱۰۲۰
ماں کے بعد رشتہ دار عورتوں کا حق، ۸۹۲
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں (بہبود اطفال کا بنیادی اصول)، ۹۰۴
نسب بذریعہ شہادت، ۸۶۹
وقف —
ابدی ہونے کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ، ۱۰۶۱
ایجاب یا اعلان، ۱۰۵۵
دوام وقف، ۱۰۶۰
ہبہ تفضیلی بشرط کراہت جائز ہے، ۹۶۹
تفضیلی سے متعلق استدلال، ۹۶۶-۶۷
تفضیلی سے متعلق رائے بحوالہ شعرانی، ۹۶۴-۶۵
تفضیلی پر بیان، ۹۶۴-۶۵
شبیر احمد، جسٹس
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں، (بہبود اطفال کا بنیادی اصول)، ۹۰۳

marfat.com

شفیع ' جسٹس محمد
پاکستانی عدالتوں کے فیصلے '
(تنسیخ ھبہ) ' ۱۰۳۵
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں (بہبود
اطفال کا بنیادی اصول) ' ۹۰۰-۱
شلتوت ' علامہ محمود (مفتی مصر)
ھبہ تفضیلی کے خلاف فتویٰ ' ۹۹۰-۹۱
طحاوی ' امام
ذاتی تصرفات میں اسراف و تبذیر پر حاکم وقت
کے پابندی کے اختیار پر رائے ' ۹۸۴
وقف بحالت مرض الموت ' ۱۱۰۹
ظہیر الحسنین لاری ' جسٹس
مشاع کا ھبہ (عدالتی نقطۂ نظر) ' ۹۵۰
عارف صدقی (شام) ' ڈاکٹر
حمل کی مدت کا تعین (طبی نقطۂ نظر) ' ۸۵۹
عامر—
ھبہ تفضیلی سے متعلق احادیث کے راوی ' ۹۵۶
عائشہ صدیقہ ' ام المومنین
پرورش کے حق میں ماں کا حق فائق ' ۸۸۵-۸۶
خیبر میں نخلستان کا ھبہ ' ۹۵۹
ھبہ تفضیلی سے متعلق واقعہ ' ۹۵۹
عبدالرحمن بن ابی الزناد
پرورش کا حق ' ۸۸۱-۸۲
عبدالرحمن ابن عوف ' حضرت
ھبہ تفضیلی سے متعلق روایت ' ۹۶۲
عبدالرزاق
تکمیل ھبہ (احناف کی دلیل) ' ۹۲۶-۲۷
ھبہ تفضیلی ' ۹۶۰ ' ۹۶۱ ' ۹۶۸ اور ۹۶۹
عبدالملک بن مروان
ھبہ تاحین حیات سے متعلق فیصلہ ' ۹۹۵
عبداللہ بن عمر ' حضرت
اسراف کی تعریف ' ۹۸۶
عبدہ ' علامہ

اسراف کی تعریف ' ۹۸۷
عثمان ابن عفان ' حضرت
حمل کی زائد سے زائد مدت ' (نسب اولاد) ' ۸۵۲
مشاع کا ھبہ (ظاہریہ فرقے کا مسلک) ' ۹۴۹
نابالغ کے حق میں ھبہ کی صورت میں قبضہ کی
نوعیت پر فیصلہ ' ۹۳۰
ھبہ تفضیلی کے بارے میں فیصلہ ' ۹۶۰
عروۃ ابن زبیر ' حضرت
ھبہ تفضیلی سے متعلق روایت ' ۹۶۸
ھبہ تفضیلی سے متعلق روایت ' ۹۶۰
عطا ابن ابی رباح '
ھبہ تفضیلی پر فیصلہ ' ۹۶۱
ھبہ تفضیلی کے بارے میں حدیث کی حجت ' ۹۵۹
علی ابن ابی طالب ' حضرت
پرورش کا حق ' ۸۷۹
پرورش کے حق پر فیصلہ ' ۸۸۱
تنسیخ ھبہ (احناف کے دلائل) ' ۱۰۲۱
جب زوجہ شوہر کی طرف سے جبر کی مدعی
ہو ' ۱۰۱۹
حمل کی زائد سے زائد مدت (نسب اولاد) '
۸۵۲
صدقے اور وقف میں فرق ' ۱۰۳۷
عمر ابن الخطاب ' حضرت
تنسیخ ھبہ —
احناف کے دلائل ' ۱۰۲۱-۲۲
ذی رحم محرم کے ھبہ سے رجوع کی ممانعت '
۱۰۱۷
صدقے اور وقف میں ' ۱۰۳۹
نابالغ کے حق میں ھبہ کی صورت میں قبضہ کی
نوعیت ۹۳۰
وقف کے دائمی ہونے کے قائلین کے دلائل '
۱۰۶۵-۶۶
عمرو بن شعیب

marfat.com

پرورش کا حق، ۸۸۰
قاسم ابن محمد
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت، ۹۵۹
قاسم ابن عبدالرحمٰن
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت، ۹۶۱
قاسم بن محمد،
پرورش کا حق، ۸۸۲
قاضی شریح
صدقے اور وقف میں فرق، ۱۰۳۷
قدوری علامہ ابوالحسن
دیگر رشتہ داروں کا نفقہ، ۹۱۷
کاسانی، امام
ہبہ تفضیلی پر حنفیہ کا استدلال، ۹۶۴
کانسٹن ٹائن، جسٹس
مشاع کا ہبہ (عدالتی نقطۂ نظر)، ۹۵۰
کعب، حضرت
ہبہ تفضیلی کے عمل سے متعلق امام محمد کا استدلال، ۹۶۷
کیکاؤس، بی ـ زیڈ، جسٹس
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں، ۸۹۱
ہبہ بحالت مرض الموت، ۱۰۱۲-۱۴
ہبہ بالعوض ۱۰۰۰-۱
ہبہ تفضیلی سے متعلق فیصلہ، ۹۹۱
کیانی، ایم ـ آر، جسٹس
تنسیخ ہبہ (پاکستانی عدالتوں کے فیصلے)، ۱۰۳۴
دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے نام ہبہ پر فیصلہ، ۹۵۳
ہبہ کی تکمیل میں قبضہ لازمی ہے، ۹۳۶
مالک، امام
پرورش کا حق، ۸۷۸
تکمیل ہبہ (احناف کی دلیل)، ۹۲۶-۲۷
ثبوت نسب بہ حکم شرعی، ۸۶۳
حمل کی زائد سے زائد مدت (نسب اولاد)، ۸۵۲
ماں کے بعد رشتہ دار عورتوں کا حق، ۸۹۲
وقف
ابدی ہونے کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ، ۱۰۶۳
ایجاب یا اعلان وقف، ۱۰۵۶
دوام وقف، ۱۰۶۰
ہبہ تفضیلی، ۹۶۹
ہبہ تفضیلی سے متعلق رائے بحوالہ شعرانی ۹۶۴-۶۵
مجاہد، حضرت
تبذیر کی تعریف، ۹۸۶
ہبہ تفضیلی کے بارے میں فتویٰ، ۹۶۰
محمد، امام
پرورش کا حق، ۸۷۸
ذاتی تصرفات میں اسراف و تبذیر پر حاکم وقت کو پابندی کا اختیار، ۹۸۲ اور ۹۸۴
صدقے اور وقف میں فرق، ۱۰۳۹
قبضے کے لیے اجازت کے ضروری ہونے پر استدلال، ۹۳۱-۳۳
متولی کی معزولی اور تقرر جدید، ۱۱۲۸
مشاع کا ہبہ (قبضہ مشترک)، ۹۵۲
نابالغ کے حق میں ہبہ کی صورت میں قبضہ کی نوعیت پر استدلال، ۹۳۱
نسب بذریعہ شہادت، ۸۶۸
وقف ــ
ابدی ہونے کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ، ۱۰۶۲
محمد بن منکدر، حضرت
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت، ۹۶۲
محمد (رسول اللہ صلعم)
متبنیٰ بنانا، ۸۷۵-۷۶
نسب بذریعہ شہادت، ۸۶۸
مسلم، امام
احادیث سے استناد بابت ہبہ تاحین حیات، ۹۹۴
تنسیخ ہبہ، ۱۰۱۵

marfat.com

معاذ بن جبل ، حضرت
صدقے اور وقف میں فرق ، ۱۰۳۷
معاویہ بن حیدہ
ہبہ تفضیلی کی روایت ، ۹۶۰
مغیرہ بن شعبہ
ذاتی تصرفات میں اسراف و تبذیر پر حاکم وقت کے پابندی کے اختیار سے متعلق روایت ، ۹۸۳
نعمان بن بشیر ، حضرت
ہبہ تفضیلی سے متعلق روایت ، ۵۷-۹۵۶
نعیم بن عبد اللہ بن نحام
غلام کو مدبر کرنے والی روایت میں ضمنی ذکر ، ۹۸۸
نووی ، امام
تنسیخ ہبہ ، ۱۰۱۵
وحید الدین احمد ، جسٹس
مائیں کب ناقابل حضانت قرار پاتی ہیں ، ۳-۹۰۲
مشاع کا ہبہ (زمینداری کے غیر منقسم حصے کا ہبہ) ، ۹۵۰
ہبہ بالعوض (ہبہ بہ عوض خدمت سے متعلق فیصلہ) ، ۱۰۰۲
ہبہ زبانی جائز ہے ، ۹۴۶
ولید بن مسلم
حمل کی زائد سے زائد مدت ، ۸۵۲
ولسن (مصنف اینگلو محمڈن لا) ،
اولاد کے نفقے کی ذمہ داری ، ۹۱۱
یعقوب علی خان ، جسٹس محمد
ہبہ کی تکمیل میں قبضہ لازمی ہے ، ۹۳۷

marfat.com

کتب استفادہ و حوالہ

احکام الاوقاف، شفیق العانی، مطبوعہ بغداد، عراق ۱۹۶۰ع

احکام الاوقاف، خصاف (۲۶۱ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۶ھ

احکام الاوقاف، مصطفے زرقا، مطبوعہ مصر، ۱۳۶۶ھ

احکام الوقف، عبدالوہاب الخلاف، مطبوعہ مصر، ۱۳۶۷ھ

الاختیار لتعلیل المختار، عبداللہ بن محمود بن مودود، (۶۸۳ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۹۵۱ع،

الاستبصار، جعفر محمد بن الحسن الطوسی (۴۶۰ھ)، مطبوعہ نجف، جلد ۴

الاسعاف فی احکام الاوقاف، مطبوعہ بولاق، (مصر)، ۱۲۹۲ھ

الاقناع شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، جلد ۳ و ۴

الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ، محبوب المطابع دہلی، ۱۳۵۰ھ

السنن الکبری، بیہقی، مطبوعہ دکن، جلد ۸

المبسوط، امام سرخسی (۴۸۳ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۲

المجلۃ الاحکام العدلیہ مع شرح الاتاسی مطبوعہ حمص، ۱۹۳۰ع

المحرر فی الفقہ، مجدالدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ۱۳۶۹ھ، جلد اول

المحلی، ابن حزم، (۴۵۶ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۲ھ، جلد ۶

المختصر المزنی، آخر جلد کتاب الام، مطبوعہ مصر، ۱۳۸۱ھ

المختصر، القدوری، علامہ ابوالحسن قدوری مطبوعہ مصر، ۱۳۳۰ھ

المغنی، ابن قدامہ مقدسی (۶۲۰ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۶۷ھ، جلد ۷

المہذب، ابی اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیروز آبادی الشیرازی (۴۷۶ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۹۵۹ع، جلد ۱

الوقف، شیخ ابوزہرہ، مطبوعہ مصر، ۱۹۵۹ع

انڈین لا رپورٹ، کلکتہ جلد ۲۲، ۱۸۹۴ع

بحرالرائق، ابن نجیم مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ھ، جلد ۳

بدائع الصنائع، امام کاسانی، (۵۸۷ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ھ، جلد ۳

پی ایل ڈی، ۱۹۵۰ع، پشاور

پی ایل ڈی، ۱۹۵۱ع، لاہور

پی ایل ڈی، ۱۹۵۲ع

پی ایل ڈی، ۱۹۵۳ع، لاہور

پی ایل ڈی، ۱۹۵۵ع، ڈھاکہ

پی ایل ڈی، ۱۹۵۵ع، لاہور

پی ایل ڈی، ۱۹۵۶ع، پشاور

پی ایل ڈی، ۱۹۵۷ع، پشاور

پی ایل ڈی، ۱۹۵۷ع، کراچی

پی ایل ڈی، ۱۹۵۷ع، لاہور

پی ایل ڈی، ۱۹۵۸ع، ڈھاکہ

پی ایل ڈی، ۱۹۵۸ع، لاہور

پی ایل ڈی، ۱۹۶۰ع، ڈھاکہ

پی ایل ڈی، ۱۹۶۰ع، کراچی

پی ایل ڈی، ۱۹۶۰ع، لاہور

پی ایل ڈی، ۱۹۶۱ع، کراچی

پی ایل ڈی، ۱۹۶۱ع، لاہور

پی ایل ڈی، ۱۹۶۳ع، بغداد الجدید

پی ایل ڈی، ۱۹۶۳ع، کراچی

marfat.com

پی ایل ڈی، ۱۹۶۴ء، ڈھاکہ
پی ایل ڈی، ۱۹۶۴ء، سپریم کورٹ
پی ایل ڈی، ۱۹۶۵ء، سپریم کورٹ
پی ایل ڈی، ۱۹۶۵ء، کراچی
پی ایل ڈی، ۱۹۶۶ء، آزاد جموں و کشمیر
پی ایل ڈی، ۱۹۶۶ء، لاہور
تفسیر المنار، علامہ عبدہ، مطبوعہ مصر، جلد ۳
تفسیر البیضاوی، علامہ بیضاوی، مطبوعہ مصر، جلد اول
تفسیر الکشاف، علامہ کشاف، مطبوعہ بیروت،
جواہر الاکلیل، شرح مختصر الخلیل، مطبوعہ مصر، ۱۹۴۷ء، جلد ۲
ڈائجسٹ آف محمڈن لاء، بیلی، جلد ۲
رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ، مطبوعہ مصر،
زاد المعاد، ابن قیم (اردو ترجمہ) مطبوعہ نفیس اکیڈمی، کراچی، جلد ۳
سنن، ابن ماجہ، مطبوعہ کراچی
سنن، نسائی، مطبوعہ کراچی
شرائع الاسلام، نجم الدین، جعفر الحلی (۶۷۴ھ)، مطبوعہ بیروت، جلد اول
شرح وقایہ، مطبوعہ دیوبند جلد ۲
صحیح بخاری، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ جلد ۳
صحیح مسلم مع شرح نووی، از امام نووی، مطبوعہ مصر،
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، امام عینی، کتاب الوصیت، جلد ۶
عنایہ برحاشیہ فتح القدیر، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ھ
فتح الباری، ابن حجر عسقلانی، مطبوعہ مصر، ۱۹۵۹ء، جلد ۵ اور ۱۳
فتح القدیر، ابن ہمام، شیخ کمال الدین (۸۶۱ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ھ جلد ۳
فتح المعین، مطبوعہ مصر،
قانون الاحوال الشخصیہ، شام
قانون الاحوال الشخصیہ، ۱۹۵۹ء، عراق
قانون المصری، نمبر ۲۵ بابت ۱۹۲۹ء
قانون جواز اوقاف مسلمانان ایکٹ نمبر ۶، بابت ۱۹۱۳ء
قانون الوصیتہ مصر، مطبوعہ مصر، ۱۹۴۰ء
قرآن حکیم
کتاب الرسالہ، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۸ھ
کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ۱۳۸۱ھ،
کلکتہ ویکلی رپورٹ، ۱۸۷۱ء
کنز الدقائق، عبد اللہ نسفی، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۳۸ھ
مجلۃ الاحوال الشخصیہ، تیونس
مجمع الانہر، داماد آفندی (۱۰۷۸ھ)، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ھ جلد ۱
مجموعہ قوانین اسلام، تنزیل الرحمن، مطبوعہ لاہور، جلد اول
مدونہ، امام سحنون (۲۴۰ھ) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۳ ہجری، جلد ۱۳
مشکوۃ، مطبوعہ کراچی،
مؤطا امام مالک مع شرح زرقانی مطبوعہ مصر، ۱۳۸۲ھ جلد ۴
میزان الکبری، شعرانی، مطبوعہ مصر، جلد ۲
میجاریٹی ایکٹ، ۱۸۷۵ء
ہدایہ، برہان الدین مرغینانی (۵۹۳ھ)، مطبوعہ کراچی، جلد ۳
۱۸۸۱، آئی - اے
(۱۹۲۱ء) ۴۸، آئی - اے، ۱۱۴
۱۹۲۷ء، ۵۴ انڈین اپیلز، ۲۳، ۲۷=۱۹۲۷ء
آل انڈیا رپورٹر پریوی کونسل، ۲۲

marfat.com

marfat.com